

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نگرار
اور معرکہ آرا کتاب ”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

24

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِذَا تَالَيْفَاتُ الشَّرَفِ

سلسلہ معارف اشرافیہ جلد نمبر ۲۵

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

کلیدِ منشوی

جلد ۲۲

لاز حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ



ناشر

الإدارة تالیفات اشرافیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

پرسیدن بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندین غم و شادی با چارق
بادشاہ کا ایاز سے قصداً ملاقات کرنا کہ رنج اندیش کی اس تعداد میں تو پہل
و یوشین کہ حماد دست پیمیکوئی تا ایاز را در سخن درآرد و
اور یوشین سے جو کہ بے مدح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہو گئے
سوال سلطان از و
اور بادشاہ کا اس سے دریافت کرنا

لے ایاز میں مہر با بر چارتے
اسے ایاز! چہل سے اس قدر محبتیں
ہیمو مجنوں از رُخ لیلیٰ خویش
مجنوں کی طرح اپنی سیکن کے رُخ کو
باد و کہنہ مہر جاں آئینختہ
دو پرانی چیزوں سے جان کی بہت لبر کرنا
چند گوئی باد و کہنہ تو سخن
تو دو پرانی چیزوں سے گفتگو نہیں کرے گا
چوں عرب با رُبع و اطلال آایاز
لے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور نیلوں سے
چارقت رُبع کد میں آصف
تیری چل کر تھے آصف کی منزل ہے؟
ہیمو ترسا کو شمار دہا شش
سیانی کی طرح ہر پادری کے سامنے گنتا ہے

تا یا مازد کشیش آں گناہ
تاکہ پادری اس کو وہ گناہ بخش دے
نیست اگر آں کشیش از جرم واد
وہ پادری جرم اور اوصاف سے واقف نہیں
دوستی در و ہم صدیوسف تند
دوستی وہم میں سیکڑوں یوسف بنایا ہے

ہو چو ترسا نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے معاف
کر دینے کو خدا کا صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ کشیش کشیش

یہاں سے سولانا نے محروم
ایاز کا نام تھا۔ وہ بد مذہب
کیلے۔ تیار۔ ایاز کو غری
میں جا کر اپنے بچنے چاہتے
اور یوشین سے باتیں کرتا تھا۔
لے آئے ایاز محمود نے
ایاز سے کہا کہ تو اپنی پیش کا
ماشق کیوں ہے؟ ہرگز نہیں
فرح مجنوں نے ملی کر کہنا
دین و مذہب بنایا تھا تو نے
چہل کو بنایا ہے۔ تو کہہ
یسی پرانی چہل اور یوشین
چند گوئی۔ ایاز اپنے پیش
اور یوشین سے اپنی تربت
اور بے کسی کے سابق واقعات
دہرا تھا۔

لے چون عرب۔ عرب۔ عربی مشرق
اپنے افسانوں میں میر کی منزل
اور اس کے پرانے کیوں کا
بہت ذکر کرتے ہیں۔ قریب
موسم رُبع گذارنے کا مکان
مطلقاً مکان۔ اطلال مکان
کی جگہ ہے، ٹیلہ آصف
ابن یوشا حضرت یوشا
کے دفتر تھے یہاں مطلقاً
سرور اور اس کے قریب
یوسف کی قیس سے حضرت
یوسف بنایا ہو گئے تھے۔

لے کشیش کشیش
قیس نعلانی مالہ سے
نعلانی مالہ سے کشیش
علق ز صاف کرنے ہو گئے
نعلانی مالہ اور اعتقاد
بہت کھانسی سے کرنا ہو
دوستی عشق و محبت ماہر
کے دو دوستوں میں محبت
یوسف سے سرکش
دکھاتا ہے۔ آخر زیادہ
جادوگر مورتی عشق بنی
کی نرضی تصویر سامنے کرتا

۴۰

تھے راز، عاشق اپنے درد
 کے سینکڑوں رازوں میں
 تصویر ہے اس طرح بیان
 کرتا ہے بیجا کوئی دوست
 دوست سے بیانی کو ہے۔
 تھے نقشِ الہام میں کچھ بھی
 نہیں ہے اور یہ عاشق کا
 فرضی تصویر ہے سینکڑوں
 سوال و جواب کرتا ہے۔
 آنست یعنی مہر، جی بیتی
 نزار آتھماں اگر کسی صورت
 کا بچہ مرنا ہے تو اس کی
 قبر سے باتیں کرتے ہیں۔
 اس عاشق میں بچہ گزردہ
 اور حسرت دکھاتا ہے
 یہ بھی عشق کی بات گزری ہو۔
 تھے بچہ اور اس کا بچہ
 کی قبر پر مار کر دیکھو کی
 ہے تو بچہ سمجھنے کے کہ قبر کا
 ذوق لگتا ہے وہاں ہے۔
 یہ بھی سمجھنے کے کہ قبر کی
 آگہو اس میں بھی اور قبر
 اس طرح سمجھنے کے کہ قبر سے
 زندگی میری کیسے نہیں ہوگی۔
 لے آتھماں اگر کسی صورت
 صبر یعنی چند دن کے اندر وہ
 جوشِ شہنا پیدا ہے عشق
 مرہا تار لے ہی اس میں عشق
 کی کیفیت ہے جو مڑے سے
 ہو وہ لے عشق کی آگ میں
 شہنا میں بھی ہوتی ہے۔
 الاں کچھ دن بعد یہ حالت بدلی
 ہے وہاں بھی کچھ دن کے
 آگ سے جو بات ہے۔
 وہ عشق کی حالت ملتی کی بدور
 مری جس میں عشق ہم جرات
 ختم ہو کر رہ گیا ہے۔
 سے مراد وہ شخص ہے جو عشق
 تک پہنچا ہو اور اس سے رو
 حضرت حق تعالیٰ کی جانب

صورت میں پیدا کُن برباد او
 وہ عشق، انکی اپنا ایک صورت بن گیا کرتا ہو
 راز کوئی پیشِ صورت ہزار
 تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے
 نے بد انجام صورتوں نے سیکلے
 نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بُت
 آں چناں کہ مادرِ دل بڑوہ
 جیسا کہ غمگین ماں
 راز ہا گوید بکد واجتہاد
 کو کش اور صورت سے راز کہتی ہے
 حق وقائم داند او آں خاک را
 وہ بچہ یعنی کہ زندہ اور قائم سمجھتی ہے
 پیش او سر زردہ آں خاک گور
 اس کے نزدیک قبر کی مٹی کا بڑوہ
 مستمع داند بکد آں خاک را
 وہ واقعی خود پر اس میں کوئی دلالت سمجھتی ہے
 آں چناں بر خاک گور تازہ او
 وہ بھی قبر کی مٹی پر اس طرح
 کہ بوقتِ زندگی ہر گز چناں
 کہ زندگی کے وقت اس طرح کہیں بھی
 از غز او چوں چند روزے بگذرد
 جب مرگ کے چند روز گزر جائیں
 عشق بر مرده نباشد پائدار
 مرده سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے
 بعد از ان اس کو خود خواہ پیش
 اس کے بعد خود میں کہیں قبر سے نکلنے کی ہے
 لاکہ عشق افسون خود بر بود و رفت
 کیونکہ عشق اپنا سونے گیا اور جس دن

جذب صورتِ آردت در گفتگو
 صحت کی کشش تھے گفتگو کا وہ کرتا ہے
 آینماں کہ یار گوید پیشِ یار
 جس طرح دوست دوست کے سامنے بیان کرتا ہو
 زادہ از دے صد اکثرتِ صید بے
 اس عشق سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہوا ہے
 پیشِ گوید بچہ نو مُردہ
 نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے
 می نماید زندہ اور آں جساد
 وہ بچہ روح اس کو زندہ سمجھتا ہے
 خوش نگراں عشقِ ساحرِ ناک را
 اس جادوگر عشق پر غور کرے
 گوشِ وارزِ موشِ وار و وقتِ شہر
 خور کے وقت کان دھتا ہے، موش لگتا ہے
 چشمِ دگوشے داند او خاک را
 وہ مٹی کے کان اور اس کو سمجھتی ہے
 دمدم خوش می نہد با اشک رو
 لمحہ لمحہ اشک آلودہ چہ مستندی سے کہتی ہو
 رُوئی نہاد است بر پورِ چو جاں
 جاں جیسے بیٹے پر ہیرا نہیں رکھا
 آتش آں عشق او ساکن خود
 اس کی جنت کی آگ شہنا میں ہے
 عشق را بر حقی جاں افزایِ دل
 زندہ جاں جڑانے والے سے عشق کر
 از جمادے ہم جمادی زایدش
 اس جمادے میں جمادی زاید ہے
 ماند خاستر چو آتش ز رفتِ لغت
 جب آگ تیزی سے بجھتی، راکہ نہ مٹتی

شرح

یہاں سے مولانا قصہ ایاز کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں جو کہ رُبع ثانی میں گزر چکا ہے اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایاز سے دریافت کیا کہ اے ایاز اتیری جوتیوں سے ایسی محبت! جیسے کہ کوئی معشوق پر عاشق ہوتا ہے کیوں ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے تو نے تو ان لیتروں کو یوں اپنا دین و مذہب بنالیا ہے جیسے محبوب نے رخ لیلٰی کو۔ کہ تو نے ان سے بجانِ دول محبت کر کے ان کو اپنے حجرہ میں لٹکا رکھا ہے احسنہ یہ بات کیا ہے۔ آخر تو ان پہلے لیتروں سے کب تک گفتگو کرتا رہے گا اور ایک بے حس و حرکت شے سے کب تک اپنے اسرار بیان کرتا رہے گا۔ جس طرح عرب منازلِ محبوب اور اسکی کھنڈروں سے گنت گنو کیا کرتے ہیں۔ تو اپنی عشق کی بنا پر ان سے گنت گنو کو طول دیتا ہے تو بتلا تو ہی یہ تیرے لیترے کس با عظمت شخص کی یادگار ہیں اور تیرا یوسفین کس یوسف کا کرتہ ہے تیری حالت تو ایسی ہے جیسے کوئی نصرانی جو کہ اپنے پادری کے سامنے اپنے سال بھر کے گناہوں نہ نما، چوری اور دیگر نقصانات کو بیان کرتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسلئے کرتا ہے کہ وہ اس کی معافی کو خدا کی معافی سمجھتا ہے حالانکہ اسکو نہ اسکی نیکیوں کی خبر ہوتی ہے نہ بدیوں کی۔ مگر عشق و اعتقاد بُری بلائیں وہ اسکو عالم الغیب وغیرہ ظاہر کرتے ہیں اور اسکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اسکی سامنے اپنے گناہوں کا احترام کرے اسکی معافی کا خواستگار ہو۔ بات یہ ہے کہ محبت عجیب چیز ہے کہ یہ ایک نہایت ہی مکروہ شے کو خیال میں سینکڑوں یوسفوں کے برابر حسین ظاہر کرتی ہے اور وہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے اور ان سے زیادہ اشیائے غیرِ اقصیٰ کو واقعہ کھلاتی ہے۔ محبت محبوب کے خیال میں تمہارے سامنے ایک صورت بنا دیتی ہے اور وہ صورت اپنی کشش سے تمہیں گویا کرتی ہے۔ بنا بریں تم اس صورت کے سامنے لاکھوں اسرار یوں بیان کرتے ہو جیسے عاشق اپنے معشوق کے سامنے کیا کرتا ہے حالانکہ نہ وہاں واقعہ میں کوئی صورت ہوتی ہے نہ جسم۔ اور اسکی تمہارے خیال میں سینکڑوں سوالات و جوابات پیدا ہوتے ہیں اور تم اُسے واقعہ میں سائل اور محبت سمجھتے ہو۔ اور تم اسکی یوں سوال و جواب کرتے ہو جیسے کہ

ایک مادر شفقہ اپنے عنقریب مرے ہوئے بچے کی گور پر کیا کرتی ہے وہ وہاں جا کر اپنی پوری کوشش سے اسرار بیان کرتی ہے اور وہ بے حس حرکت شے اُسے زندہ معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خاک کے حوی قائم سمجھتی ہے۔ اب تم اس جادوگر عشق کی حالت کو غور سے دیکھو کہ یہ کیا جادو کرتا ہے اور کس طرح آدمی کی عقل کو معطل اور وہم کو غالب کرتا ہے۔ اس ماں کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ اس کی آہ و زاری کے وقت سامع اور فہم ہوتا ہے اور وہ واقع میں اس خاک کو سامع سمجھتی ہے اور اس خاشاک کو وہ ہمد تن چشم و گوش جانتی ہے۔ بنا بریں وہ اپنے بچہ کی نئی قبر کی مٹی پر رو کر یوں متوجہ ہوتی ہے کہ اس نے اس کی زندگی کی حالت میں اس کی طرف کبھی یوں توجہ نہ کی تھی۔ لیکن جب اس سانحہ کو کچھ دن ہو جاتے ہیں تو اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور یہ شور و شر اور غلبہ خیال سب رونچکڑ ہو جاتا ہے۔

پس سے تم اس واقعہ سے سبق لو اور سمجھو کہ مردوں (خواہ علانہ مردے ہوں یا مائلا) کا عشق قائم نہیں رہتا۔ پس سے تم ان سے دل لگناؤ اور اس کو لگناؤ جو آئندہ رہے گا۔ نہ صرف خود ہی زندہ رہے گا۔ بلکہ تمہارے اندر حیات بڑھائے گا۔ خیال یہ تو جملہ مترضہ تھا اب سمجھو! کہ جب اس سانحہ کو زیادہ دن ہو جاتے ہیں تو ماں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور اس جاد سے اس میں جادیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بے حس ہو جاتی ہے کیونکہ یہ شور و شر عشق کا اثر تھا۔ عشق اپنا کرشمہ دکھلا گیا اور چلتا ہوا۔ اور جب لگ جاتی رہے تو اب ٹھنڈی راکھ رہ گئی۔

اب سمجھو! کہ جو ان (نا تجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (پیر و تجربہ کار) اس کو اسی وقت دیکھ لیتا ہے جبکہ آئینہ مکمل بھی نہیں ہوتا یعنی ناقصین تو عشق فانی کی برائی اس کے زوال کے بعد معلوم ہوئی مگر اہل کمال کو اس کا قیام اس کے وجود سے معلوم ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ فانیات سے دل ہی نہیں لگاتے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے بنا سبب پیر اندر رشتہ بنید الخ ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل پیر تو تمہارا عشق ہے جو کہ سینکڑوں نا امیدوں کی دستگیری کرتا اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے نہ کہ

سفید ڈاڑھی والا شخص - پس تم عشق حق سبحانہ اختیار کرو - یاد رکھو کہ عشق حقیقی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک محبوب حقیقی تک رسائی نہیں ہوتی اس وقت تک تو وہ مطلوب حقیقی کو طالب کے سامنے مختلف صورتوں میں جلوہ گر کرتا ہے (جو کہ اس لئے ایسے ہوتے ہیں جیسے نصاریٰ کے لیے قیسین) یہاں تک کہ ایک وقت اس کو وصال ہوتا ہے اور مطلوب حقیقی جس کی صورتیں اس نے اپنے خیال میں تراش رکھی تھیں - اس کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ہوش اور بے ہوشی کی اصل الاصل میں ہوں - اور ان صورتوں میں جس قدر بھی حسن ہے وہ میرے ہی حسن کا پر تو ہے اب میں نے حجابات اٹھا دیئے ہیں اور تمہارے سامنے حسن کو بے پردہ جلوہ گر کر دیا ہے چونکہ تم میرے خیال میں اپنی خیالی صورتوں پر بہت کچھ عاشق رہ چکے ہو - اس لئے اب تمہارا عشق پختہ ہو گیا ہے اور میری ذات مجروحہ کے مشاہدہ کی استعداد تم میں پیدا ہو گئی ہے -

لو اب دیکھو! القصد جب جذبہ حق سبحانہ اپنا کلم کر لے تو پھر وہ اپنے صور خیالیہ کو جو کہ غیریت حق سبحانہ فی الواقع اور الوہیت فی الخیال میں بمنزلہ قیسین کے تھیں - درمیان سے اٹھ جاتی ہیں اور طالب ان کو درمیان میں نہیں دیکھتا اس وقت وہ رفع حجابات کے بعد براہ راست حق سبحانہ سے اپنے جرائم کی معافی چاہتا ہے جیسا کہ اس کے قبل وہ ان صور خیالیہ کے چاہتا تھا جو کہ اس کے لیے بمنزلہ قیسین کے تھیں -

اب ہم ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں - تقریر شبہ یہ ہے کہ جب یہ عاشق قبل وصال صور غیر خدا کی پرستش کرتا تھا تو اس کو شرمک ہونا چاہیے یہ تو شبہ تھا اب ہم جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کسی پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر اس میں مستور ہو جاتا ہے تو پھر اسے کوئی نہیں پتھر کہتا - بلکہ چشمہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی جانی ہو گیا ہے جس نے اُسے چھپا لیا ہے - جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہ صور خیالیہ تو بمنزلہ میالے کے ہے - حق سبحانہ ان میں جس قدر اینا حسن ڈالتے ہیں اس کے ان کے

علم مرتبت حاصل ہوتا ہے اور اسی حُسن کی بنا پر وہ مطلوب ہوتے ہیں نہ کہ مَن جِست
جھی اور اس حیثیت سے وہ غیر خدا نہیں ہیں۔

[فائدہ: اس پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ مشرکین کی طرف سے بھی یہی جواب ہو سکتا
ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ جواب نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے
کہ اصل تو یہ ہے کہ ذات حقہ حقیقیہ کی پرستش کی جائے اور کسی ایسی شے کی پرستش
نہ ہو جس میں یہی وجہ بھی غیریت ہو اسی لیے حق سبحانہ نے پرستش اغیار کی ممانعت
فرمائی ہے۔ مگر حق سبحانہ کی صورت خیالیہ ناقصین کے لیے احتراز نامکن تھا ولا یكلف
اللہ نفسا الا وسعها۔ بنا بریں اسل اپنے صور خیالیہ کے پرستش کو اپنی پرستش قرار
دیا اور ان کو معذور سمجھا۔ اور بتوں وغیرہ کی پرستش سے اجتناب ممکن تھا ایسے ان
کی پرستش کی ممانعت علیٰ حالہا باقی رہی اور عبودۃ اصنام کو معذور نہ قرار دیا واللہ اعلم)

گفتن خویشا ونداں مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ نیست،
رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمول حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہالہ
چنداں نیست از وفغز تر در شہر با بسیار است یکے و دو و وہ
شبہ میں ہیں سے بہت بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس
بڑ تو عرضہ کنیم اختیار کن و مارا و خود را و آراہاں و جواب
تیرے سامنے پیش کر دے تو ان میں سے پسند کر لے اور پسند کر لے کہ کون کون
گفتن مجنوں ایشاں را
ادان کا مجنوں کو جواب دینا

حُسنِ لیلیٰ نیست چندان، حُسنِ
لیلیٰ کا حُسن زیادہ نہیں ہے، معمول ہے
ہست چمنوں ماہ اندر شہرِ ماہ
ہمارے شہر میں ماہ بے ہیں
ہست بگزین زان ہم کیا بخش
مردوں میں، ان میں سے ہم کو کسی ماہ کی بخش کر لے

ابلہاں گفتند مجنوں را ز بھل
یہ قہر تو نے نادانی سے مجنوں سے کہا
بہتر از دے صد ہزاراں دلِ ما
میں سے زیادہ میناں، ان کی مشرق
نازنیں تر و زہراں حور و ش
جوڑوں میں ہیں ان سے زیادہ نازاں عمارت

معنی

مجنوں کی پس منظر سے جو
بہن بھائی کے کہتا ہے ہر
کے حُسن کے اعتبار سے ہم
اور ایک اختیار کرتے ہیں۔
انہیں ہمیں چنوں لے ہیں
کہوت کرنی شروع کر دیں
کہا کہ ہمیں حُسن ہے تو
اس پر اس قدر فخر کریں کہ
سہل معمول۔
کے آواز میں، اور ہر خلق
نازنا ناز اور حُسن میں ہیں
سب سے بڑے ہوتے ہیں۔

واکوں۔ تھوڑے فاصلہ
 قبیلہ کی ڈکیت ہاتھی ہے جس
 کی دوسرے نوادہ مارا ناقدی
 بنا کہ وہ ہے۔ ملت جنوں
 لے کر کاریل کی صحت تھریک
 والے ہے اور اس سے غنا
 اپنی خوب ہے چاہا ہے۔
 لے ترخانہ۔ اس پیارے نہیں
 سرکہ تھریک ہے تاکہ نہیں
 اس کے مشق کی نصیحت
 حاصل نہ جو۔ اڑکیے۔ یہ
 ہماپ قدرت میں ہے
 کہ قدرت ایک ہی پیارے
 کسی کو نہ اور کسی کو شہد
 پانی ہے۔ کڑھ۔ حق دروں کو
 صرف صحت اور کڑھ نظر
 آتا ہے جو کہ تھریک نظر
 سمجھ نہیں ہیں جس ہنتر
 نظر نہیں آری ہے.....
 قاصداٹ الطرف۔ مشق حوریں
 کے بارے میں مذکور ہے.....
 بیٹوں کا وسارت الظرف
 اور ذکر ہے کو خود مختار
 فی الختام یعنی وہ حوریں
 جو طہریوں کے کسی دوسرے
 کی طرف مہر کر رہی ہیں یعنی
 ہیں ہی حال مشق کہ ہے
 ان کی طرف متوجہ ہوا ہے بغیر
 بین صاحب الہی
 لے تمام بین طرف مشق
 حوریں جو کہ اندر ہیں
 بہرہ نہیں جاتی جس طرف مشق
 لے لے بہرہ نہیں لے حوریں کے
 حوریں کے ہیں بہت صرا۔
 ان اشارہ کا خلاصہ ہے کہ ایک
 ہی چیز کی طرف کے اعتبار سے
 مشق ہے کسی کے اعتبار سے
 مشق ہے دیا بلع کے لئے ذرا
 حیات ہے اور لے کی صورت
 کا بہت ہے۔ تھریک سانپ کا ہر
 سانپ کے لئے لڑکے کا اور

وارہاں خود را و مارا نیز ہم
 اپنے آپ کو اندر ہی جہات سے
 گفت صورت کو زہ اور حسن
 اس کے با صحت پیار ہے اور مشق خوب ہے
 مر شمار اسر کہ دادا ز کوزہ اش
 اس کے پیارے سے نہیں سر کر دیا ہے
 انیکے کوزہ دہد زہر و غسل
 ایک ہی پیارے سے زہر اور شہد
 کوزہ می بینی و لیکن اس شراب
 قریب اور دیکھتا ہے لیکن وہ مشق
 قاصداٹ الطرف باشد ذوق جان
 طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں ہے
 قاصداٹ الطرف باشد اس ملام
 وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں ہے
 ہست دریا خیمہ در فی جیات
 دریا ایک خیمہ ہے اس میں زندگی ہے
 زہر باشد مارا ہم قوت و برگ
 زہر سانپ کی روزی میں ہے اور مارا دھما کی
 صورت ہر نعمتے و محنتے
 ہر نعمت اور محنت کی صورت
 بے ہمتہ اجسام ایشا تبصرہ کوون
 جس تم تمام چیزوں کے ہر دیکھتے ہو
 ہست ہر جسم جو کاسہ و کوزہ
 ہر جسم پیارے اور کوزے کی طرح ہے
 کاسہ پیدا اندر و پنہاں رنڈ
 پیالہ ظاہر ہے اس میں خوش نشینی پوشیدہ ہے
 صورت یوسف چو جامے بود خو
 حضرت یوسف کی صورت ایک صاف جامہ تھی

از جنیں سودای زشت تمہم
 ایسے بڑے شہم عشق سے
 مے خدام میبد ہ از ظرف و
 مجھے اس کے پیارے سے خدا شرب پلا ہے
 تا نباشد عشق اوتاں گوش کش
 تاکہ اس کا مشق تھارے کان نہ کیجئے
 ہر یکے را دست حق عزوجل
 اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے
 روی نناید چشم ناصواب
 غلط آنکھ کی جہرہ نہیں دکھاتی ہے
 جو بخصم خویش نناید نشان
 اپنے اہل کے برابر جہرہ نہیں دکھاتا ہے
 دیں حجاب ظرف ہا پچوں نیام
 اور یہ پیالوں کا پردہ جسموں کی طرح ہے
 بطرا لیکن کاناں را ممتا
 بغیر کسی لیکن کوزوں کی موت ہے
 غیر اور از ہر اور دست مرگ
 اس کے غیر کے لئے اس کا ہر اور دست مرگ
 ہست اس را در رخ آرا جفتے
 اس کے لئے رونق ہے انکے لئے جنت ہے
 اندر و قوت مست سم لاشعورون
 ان کے اندر روزی ہے اور زہر تم نہیں لکھتے ہو
 اندر و تم قوت و ہم دل سوزہ
 اس میں روزی میں ہے اور دل کا جوار بھی
 طاعش داند کز اس چہ می خورد
 اس کا کالہ راہ مانا ہے کہ کہیں سے کیا کالہ
 ناں پدری خورد صد باوہ طرو
 باہر سے سے بلکہ کالہ است کر نیاں شرب پیچے تھے

اور اس کی صورت کا بہت ہے۔ تھریک سانپ کا ہر سانپ کے لئے لڑکے کا اور

زہر چاہا ہو جس کو تم نہیں دیکھ لے ہو جس کو اس طرح دیکھ لے ظاہر عطا ہو ہے اس کے
 ہاں میں نعمت ہے جس میں بہرہ امتثال کرنا لاکھ لاکھ دیکھ دیکھ میں نعمت ہے ہر دیکھ میں نعمت ہے

ہر دیکھ میں نعمت ہے ہر دیکھ میں نعمت ہے ہر دیکھ میں نعمت ہے

باز اخواں را از ازل زہر آب بود
 بحر بمانیوں کے لئے اُس میں زہر ملا پانی تھا
 باز اڑوے مریخیار اشکر
 پھر اُس میں سے زینا کے لئے شکر
 غیر اک چہ بود مریعقوب را
 اُس کے سوا جو حضرت یعقوب کے لئے تھی
 گو نہ گو نہ مشرب و کوزہ یکے
 طرح طرح کی شرابیوں اور پیار ایک ہے
 بادہ از غیبت و کوزہ زین جہاں
 شراب غیب کی ہے ادب پلا دہیں جہاں کہے
 بس نہاں از دیدہ نامحرماں
 نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے
 یا اللہی شکرت اَبصا سرتا
 اے میرے خدا ہماری بینائیاں مہر کی گونہ ہیں
 یَلْحَقِيَا قَدْ مَلَأْتَ الْخَافِقِينَ
 اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو بھر کر دیا
 اَنْتَ سَاكِرٌ كَاشِفٌ اَسْمَارَنَا
 تو ماز ہے، ہمارے ہمیدوں کو کھلے مانا ہے
 يَا خَفِيَّ الدَّاءِ مَحْسُوسٌ لِّلْعَطَا
 اے خفی زات والے، محسوس عطا والے
 اَنْتَ كَالرَّيْحِ وَنَحْنُ كَالْعَبَارِ
 تو ہوا کی طرح، اور ہم کہر کی طرح ہیں
 تو ہماری ماچو باغ سبز خوش
 تو موسم بہار ہے ہم ہزار ہزار خوش کی طرح ہیں
 تو چو جانے ما شاں دست و پا
 تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ پاؤں کھینچ ہیں
 تو جو عقلی ما شاں ایں زباں
 تو عقل کی طرح ہے ہم ایں زبان بچے ہیں
 تو ما شاں شادی و ما خندہ ایکم
 تو شادی و ہنسی ایک

کاندرا یساں زہر کیسہ میفرود
 جہاں کے اندر کینے کا زہر ڈھارا تھا
 می کشید از عشق ایون کر
 عشق کے ذریعہ دوسری ایون نکالتی تھی
 بود از یوسف غذا اک خوب را
 اُس جینے کے لئے یوسف میں سے غذا تھی
 تا نامند درے غیبت شکے
 تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے
 کوزہ پیدا بادہ درے بس نہاں
 پیار کا بار ہے اُس میں خراب بہت تھی ہے
 لیک بر محرم ہویدا و عیاں
 لیکن محرم پر کھلا ہوا اور مکمل ہوئی ہے
 قَلْعُفٌ عَنَّا اَنْفَلَتْ اَوْ زَارُنَا
 ہمیں صاف کر دیا ہے (گناہوں کو) جو ہماری سرنگی ہیں
 قَدْ عَلَوْتُ فَوْقَ قَوْمِ الْمَشْرِقِيْنَ
 تو وہ لوگوں مشرق کے قوز سے بڑھ گیا ہے
 اَنْتَ فَجْرٌ مُّفْجِرٌ اَنْهَارَنَا
 تو صبح کا سنیو ہے ہماری نہروں کو ماری کر رہا ہے
 اَنْتَ كَالْمَاءِ وَنَحْنُ كَالرُّحَا
 تو پانی کی طرح، اور ہم کہر کی طرح ہیں
 يَخْتَفِي الرِّيحُ وَغَدْرُ الْبَحْرِ
 ہوا پوشیدہ رہتی ہے، اور اسیاب کا غنا بظاہر ہے
 اَوْ نَهَاں وَاَشْكَارُ الْخَشَشِ
 وہ پوشیدہ اور اس کی صف کھل ہوئی ہے
 قَبْضٌ وَبَسْطٌ دَسْتِ اَزْجَاں لَوَا
 اچھلا بند ہوا اور نکلتا، جان سے ممکن ہوا
 ایں زباں ز عقل دار دین سیاں
 ایں زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے
 کہ تیجہ شادی و فرخندہ ایکم
 کہ تیجہ شادی و ہنسی ایک

لے آؤ ہر زلفا کو مہر دہشت
 سے شرب کی وہ مہر شرب کی
 عاقبتی جو حضرت یعقوب
 نے لے، عاقبت یعنی زمین
 گودے ایک پالے سے ملک
 قسم کی خرابی میں حاصل ہوئی
 ہیں تاکہ افس خراب کے اپنے میں
 کوئی خبر نہ رہے۔
 لے بس نہاں پہاڑی سزا
 نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔
 شکرت ملکت کر رہی ہیں
 میں ہماری نگاہیں ہمیں ہم
 نہیں کر رہی ہیں، انصاف
 بشر کی طرح ہے، یعنی انصاف
 و زور کی طرح ہے، اور جہاں
 یا خفیت، حضرت حق تعالیٰ
 کی ذات خفیہ ہے لیکن عیاں
 کو مٹا ہے۔ الخافقین۔
 مشرق و مغرب۔ الخافقین۔
 میں ہاتھوں کے نالے کی
 مشرق اور مغربوں کے نالے
 کی مشرق۔
 لے آؤ۔ اے خدا
 عقلی اعدائے لیکن ہمارے
 ماز ہے کہچے جہت نہیں
 ہیں۔ اَنْتَ لَبِئْسَ جَرْمٌ
 سفید، پانی کو کھل کر کھانا
 ہیں۔ غیری غبار۔ تو
 ہماری۔ باغ کی بہار و جہا
 موسم بہار کی وجہ سے ہے۔
 اور نہاں۔ اس کے حریف میں
 آج ہے لکھنؤ کی لکھنؤ
 کے لکھنؤ کی قیادہ، اور کہ
 کی انہوں میں غریب کی کہ
 کی نہت میں غریب کی کہ۔
 فرج ہے جس طرح جان اور
 لے عقلی ہو لیکن اچھا اند کے
 لے وہ مہر سے ہیں صحت
 فرج حق لے وہ لکھنؤ کی ہے
 لے تو عقلی زبان کو کھن
 کوئی نالی ہے تو زبان جس

طرح منکراٹ خوش کا سینہ
 ہے وہی طرح ہر سب حضرت
 جن تان کی ششوں کے علاوہ ہیں۔
 جھنجھل جہاں کی حالت حضرت
 حق تانے کے وجود کی گواہی ہے۔
 گردش پنجنگی کھٹ کی
 حرکت نہر کے پانی کے وجود
 کی گواہ ہے۔ اظہار عبادہ گوارہ۔
 لے آتے ہیں، حضرت حق
 تان کی ناکت وہم و خیال
 سے ہاتھ پر پڑا اگلی کوئی
 مثال اس کے مطابق نہیں ہو
 جتہ۔ شامیں دینے کی جبری
 سیسے کہ بندہ محض تصور پر
 صبر نہیں کرتا ہے نہ وہ وقت
 چاہتا ہے، تجربہ حق تانے
 کے لئے شاموں کی ہی حقیقت
 ہے جس طرح گوارہ لینے ہوا
 کی ناکت کی تیسری حق پیش۔
 جلی۔ پانی۔ پتیل۔
 لے آتے ہیں، گردش، اس کو دینے
 کی غیرت اگرچہ ملاحظہ میں
 لیکن اشتعال سے اس کو
 عشق ہے مثال حق عشق ہی
 کے عشق کا مقام پانچواں ہوتا
 اور جان میں متور ہیز جوش کے
 غیر کا تان ہی ہوتی ہی ہو کہ
 عشق کا اثر اس کے دل پر تھا
 تیرے صرف کان پہ ہے۔

خوشی کی طرح ہے اہم ہستی ہی
 جنبش ماہر دے خود اشد ہمت
 ہادی حرکت ہر وقت خود بڑا گوارہ ہے
 گردش سنگ آسیدار اضطراب
 پنجنگی کے بشر کی گردش ہے قناری میں
 اے بڑوں از وہم و خیال من
 اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت باہر ہو
 بندہ شکیبہ ز تصویر خوش
 تیرے حسیں تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے
 ہم کو آں چوپاں کہ میگفتے خدا
 اس گندہ کی طرح جو کہ مانتا اے خدا!
 تاپشش جویم من از پیراہنت
 تاکہ میں تیرے کہڑوں میں سے جوئی پاؤں
 کس نبوش در ہوا عشق جھٹ
 محبت اور عشق میں کوئی اس جیسان تھا
 عشق اوخر گاہ بر گردوں زردہ
 اس کے عشق لے آسان پر غم نہ کاڑ دیتا
 چونکہ بحر عشق یزداں جوش زد
 جب اظہار تانے کے عشق کے سمندر نے جوش دیا

کہو کہ ہم بیک خوشی کا تیرے ہیں
 کو گوارہ ذوالجلال سرمدت
 کہو کہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجہول کی گوارہ ہے
 اشد آمد برد وجود جوئی آب
 نہر کے پانی پر بڑا گوارہ ہی
 خاک برفرق من و تیشل من
 میری سرنگی مانگ اور مثال دینے پر خاک
 ہر دے گوید کہ جانم مفرشت
 ہر کو کہتا ہے کہ کہ میری جان میرا فرشتہ ہے
 پیش چوپاں محبت خود بیا
 اپنے عاشق کو دے کے مانے آجا
 چارقت دوزم بہو کم دامت
 تیرا چپٹل سی دوں تیرا لہجہ خوش
 لیک قاصر بود از تسبیح و گفت
 تسبیح اور گفتگو میں کوہا تب
 جاں سنگ خرگاہ آں چوپاں شدہ
 جان اس کو دینے کے نہر کا تان ہی حق ہی
 بردل اورد در گاہ بر گوش زد
 اس کے دل سے نکلا، تیرے کان سے نکلا!

شرح

اب مولانا کا سہاواں امین صورالحو کی مناسبت سے مجنوں
 کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمقوں نے اپنی قہمت
 سے مجنوں سے کہا کہ لیلیٰ کا حسن تو اس قدر نہیں ہے کہ اس کے لیے آدمی یوں دیوانہ ہو
 جائے وہ تو بہت معمولی ہے اس کے بہتر ہمارے یہاں سینکڑوں معشوق ہیں جو کہ حسن میں
 چاند کے مثل ہیں اور اس کے زیادہ نازنین ہزاروں حور و شہسوار ہیں تو ان میں سے کسی کو
 چھانٹ لے اور اس بے ہودہ جنوں سے جو بدنامی کا باعث ہے اپنے کو بھی بھاتا

مے اور عین بھی اسٹی جواب دیا کہ صاحبو سنو! صورت ایک پیالہ ہے اور حُسن شراب
خدا مجھے اسی کے پیالہ سے شراب پلاتا ہے اور مجھے اسی کے حُسن سے لذت ملتی ہے
تم کو اس کے حُسن سے لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اسلئے یوں کہا جائے گا کہ تمہیں
خدا اس پیالہ سے بجائے شراب کے سرکہ پلاتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ اس کا عشق تمہارے
کان پکڑ کر اس کی طرف نہیں لے جاتا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ بڑے کامل القدرت ہیں وہ اپنی قدرت کاملہ
سے مختلف لوگوں کو ایک ہی پیالہ سے شراب بھی پلاتے ہیں۔ اور سرکہ بھی یعنی کئی
مخلوقات میں تجلیات حق کا مشاہدہ کرنا ہے اور کوئی اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتا چنانچہ
تم پیالہ تو دیکھتے ہو مگر شراب حسن الہی تمہاری غلط بیانی آنکھ سے مخفی ہے اور اُسے
دکھلائی نہیں دیتی۔ اسلئے تمہیں ان سے لطف روحانی حاصل نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ لطف روحانی ان حوروں کے مشاہدہ ہے جو کہ اپنی نظر صرف
اپنے شوہر تک محدود رکھتی ہیں اور اجنبی آدمی پر نظر نہیں ڈالتیں۔ بنا بریں وہ
اپنے اہل کے سوا دوسرے کو اپنا پتہ نہیں دیتا۔ سنیں شراب حُسن الہی بمنزلہ الہی
حوروں کے ہے جو کہ اپنی نظر کو صرف شوہروں تک محدود رکھتی ہیں۔ اور ظروف
صور اس کے لیے بمنزلہ خیموں کے ہیں۔

بنا بریں نا اہلوں کی اس شراب تک رسائی نہیں ہوتی اور خیمہ ہائے صور
دریا کے مشابہ ہیں جو کہ بطون کے لیے موجب حیات ہوتا ہے اور کوہِ دن کے لیے
موت۔ اسلئے صور محسوسات اہل اللہ کے لیے حیات روحانی ہیں اور محسوسات
موت روحانی کا سبب ہیں۔ اور یہ کچھ بعید نہیں۔ دیکھو! زہر سانپ کے لیے غذا
اور سامانِ عیش ہوتا ہے مگر دوسروں کے لیے موجب تکلیف و موت ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا ہر نعمت اور ہر تکلیف کسی کے لیے دوزخ اور موجبِ اذیت ہے
اور کسی کے لیے جنت اور موجبِ راحت۔ القصہ تم جس قدر اجسام یا
اشیاء دیکھتے ہو۔ ان میں غذا بھی ہے اور زہر بھی۔ مگر تمہیں ان میں دو چیزیں

نظر نہیں آئیں۔

اب ہم اس مضمون کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! ہر جسم بمنزلہ ایک پیالہ اور کے ہے۔ جس میں غذا بھی ہے اور اذیت قلبی بھی اور کام سے ظاہر ہے۔ مگر شراب یا نعمت و عیزہ اس میں پوشیدہ ہے جس کو ہر ایک نہیں دیکھ سکتا جو اس کو کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کیا ہے اور وہ کیا کھا رہا ہے پس جوان سے لذت حاصل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں لذت ہے اور جو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اذیت ہے چنانچہ صورت یوسف علیہ السلام ایک عمدہ پیالہ کے مثل تھی پس ان کے باپ تو اس کی سیکرڈوں مست کن شراب میں پیتے تھے۔ اب بھائیوں کی حالت سنو۔ بھائیوں کو اس زہریلا پانی ملتا تھا جو کہ ان کے اندر زہر کیلینہ بڑھاتا تھا۔

اچھا اب زلیخا کی حالت سنو۔ زلیخا کو اس پیالہ سے شکر ملتی تھی۔ اور وہ اس کے عشق سے ایک اور ہی ایون کھاتی تھی اور اس اس کے اندر ایک اور ہی نشہ پیدا ہوتا تھا جو کہ اس نشہ کے مناز تھا جو اس کی یعقوب علیہ السلام کو حاصل ہوتا تھا (کیونکہ زلیخا کا عشق شہوانی تھا برخلاف یعقوب علیہ السلام کے) اور یوسف علیہ السلام سے اس کو بھی ایک طرح کی غذا ملتی تھی۔ (گو وہ اس غذا کے مناز تھی جوان سے یعقوب علیہ السلام کو ملتی تھی) پس کوزہ ایک تھا مگر اس کے مختلف لوگوں کو مختلف شربت ملتے تھے۔ اب تم کو شراب پینے کے بارہ میں شک رہنا چاہیے اور تم کو خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس کے آثار کیونکر مختلف ہو سکتے ہیں۔

القصہ کوزہ تو ناسوتی ہیں مگر ان میں شراب غیبی بھری ہوئی ہے اور کوزہ محسوس ہیں۔ مگر شراب ان میں نہایت مخفی ہے۔ یعنی نامحرموں کے آنکھوں سے مخفی ہے لیکن محرموں کے لیے نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ بنا بریں وہ بے تکلف ان میں تجلیات حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری آنکھیں کست اور بے ہوش ہو گئیں ہیں کہ اس کے تیرے جمال کا مشاہدہ نہیں

کر سکتیں پس وہ ہیں محاف کر دے ہمارے گناہوں کا جو جھ بہت ہو گیا ہے تاکہ یہ نفع دور ہو کر ہم کو تیرے جمال کا مشاہدہ نصیب ہو سکے اے خفی الذات! تو نے اپنے نور سے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے اور تو ظہور میں نور مشرقین سے بھی بڑھ گیا ہے تو ذات کے لحاظ سے پوشیدہ ہے مگر ہمارے اسرار کو ظاہر کر نوا لا ہے اور تو آثار کے لحاظ سے صبح روشن ہے اور ہر جہاں خشک نہروں کو اپنے کمالات کے آب سے جاری کر نوا لا ہے اے خفی الذات! اور محسوس العطار تو مثل پانی کے ہے اور ہم مثل چچی کے پاؤں کے ہیں اور تو مثل ہوا کے ہے اور ہم بمنزلہ غبار کے ہیں کیونکہ ہوا مخفی ہوتی ہے مگر اس کا غبار ظاہر ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو کہ ہم مثل غبار کے ہیں ظاہر ہیں۔ اور تو جو کہ مثل ہوا کے ہے مخفی ہے۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ بہار کے ہے اور ہم بمنزلہ سرسبز اور شاداب باغ کے۔ کیونکہ بہار غیسر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی عطا ظاہر۔ یوں ہی تو مخفی ہے اور ہم جو کہ تیرے عطا ہیں ظاہر ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ جان کے ہے اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں کا کھٹنا اور ان کا بند ہونا روح کے ہی سبب ہوتا ہے یوں ہی ہماری حرکات بھی تیرے ہی رعبہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ عقل کے ہے اور ہم مثل زبان کے اس لئے کہ زبان کو گویائی عقل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی ہمارے آثار بھی تیرے ہی رعبہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ خوشی کے ہے اور ہم بمنزلہ ہنسنے کے۔ کیونکہ جس طرح ہنسی سے معلول ہوتی ہے خوشی کا۔ یوں ہی ہم تیرے معلول ہیں اور ہماری حرکات ہر وقت بزبان حال اِشہد کہتی ہیں کیونکہ وہ گواہ ہیں ایک صاحب عظمت خدا کے وجود وغیرہ کے جس طرح کہ چچی کے پتھر کی مضطربانہ حرکات شاہد ہوتی ہے وجود جوئے آب کی۔

یہاں تک بیان کر کے مولانا کو سکھ سے صحو ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اے اللہ! تو تو میرے دہم اور میری گفتگو کے احاطہ سے بالاتر ہے۔ میرے سر پر اور میرے مثالوں کے سر پر خاک پڑے۔ گناہیں اور میری مثالیں اور کجائیاں۔ مگر اے اللہ! غلام سے تیرے عمدہ تصور کے بغیر

صبر نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ہر وقت یہی کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو جس طرح وہ چوپاں کہتا تھا کہ اے اللہ! اپنے عاشق چوپاں کے پاس آ۔ تاکہ میں تیرے کمرے میں جوتیں دیکھوں اور تیرے جوتے سینوں۔ اور تیرا دامن چوموں اور گینگو اس کی بنا پر عشق و محبت تھی نہ کہ بغرض تو ہیں و تنقیص۔ یوں ہی میں بھی جو عشق محبت میں اپنے حوصلہ کے مطابق تیری تصویر کھینچتا ہوں تو معاف کرنا۔ یہاں سے خطاب کا رُخ بدلتے اور فرماتے ہیں کہ عشق و محبت میں کوئی شخص اس چوپاں کا ہمسر نہ تھا۔ مگر بے چارہ تبیخ تقدیس اور گفتار مناسب ذات پاک سے قاصر تھا اسکی عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑا تھا اور وہ چوپاں بارگاہ حق سبحانہ کا یوں ہی مقرب ہو گیا تھا۔ جیسے کتا امراء کے خیموں کا مقرب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ فی نفسہ ایک ذلیل جانہ ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو جو کچھ وہ چوپاں کہتا تھا اس کا منشا بھی عشق حق سبحانہ تھا اور جو تبیخ تقدیس تم کہتے ہو۔ اس کا منشا بھی عشق الہی ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب بحر عشق حق سبحانہ جو رش زن ہوا تو اسکی اس کے دل پر اثر کیا اور تمہارے کانوں پر اثر کیا بنا بریں وہ وہی الفاظ کہتا تھا جو اسکی دل سے بے ساختہ اور بے تکلف اور جو عشق محبت نکلتے تھے اور تم وہ الفاظ کہتے ہو۔ جو تمہارے کانوں کو بھلی معلوم ہوں۔ دل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے پس چونکہ اُس کی تعریف دل سے تھی اور تمہاری زبان سے نکلتے وہ مقرب ہوا۔ اور تم دور رہے۔

حکایت جو جی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میان نہاں نشست

جی کا نقشہ جو کہ چادر پوشیدہ در وعظ میان نہاں نشست اور حرکت کرنے اور البشاعت کہ مروست و نعرہ بزد اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک مدت نے اس کو پہچان یا کر مر رہے اور میں نے سوا را

زیر منبر جمع مردان و زنان

(ایکے منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں)

واعظ بدلس گزیدہ در بیاں

ایک واعظ تقریر میں بہت مشتعل تھا

حکایت۔ اس حکایت سے سمجھا ہے کہ دل پر واقعہ اور صبر پر اطمینان بہت بڑا فرق ہے جی ایک کیفیت ہے جسکی طرف سے پڑنا ان کے سبب میں کسی کہ اردو ادب میں تو در بارہ ان کے

شرح

بر دل اوزد ترا بر گوش زد کی مناسبت سے مولانا ایک مذاقہ حکایت

بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت عمدہ واعظ وعظ میں

مصرف تھا اور پڑکے نیچے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی تھیں اس مجمع میں جو جی (ایک مسخرہ کا نام ہے) بھی پہنچ گیا اسٹل اڑھنا اڑھ لیا اور منہ کو چھپالیا۔ اس طرح زمانہ بھیس بدل کر عورتوں کے مجمع میں بیٹھ گیا اور کسی نے اسکو نہ پہچانا کہ یہ مرد ہے۔ اتفاقاً ایک سائل نے واعظ سے پوچھا کہ حضرت کیا موئے زیر ناف سے نماز میں نقصان آتا ہے اسٹل کہا ہاں! جب وہ بڑھ جائیں تو ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے ایسی حالت میں تم کو کیا تو چھپنے سے یا استرہ سے ان کو صاف کر دینا چاہیے تاکہ تمہاری نماز کامل اور عمدہ ہو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ حضرت اس درازی کی حد کیلے جہاں تک نماز کامل ہو اور اس کے بعد مکروہ اسٹل جواب دیا کہ جب جو برابر ہو جائیں تو ان کا صاف کرنا ضروری ہو جائے اسٹل کم میں مضائقہ نہیں۔

یہ سوال وجواب شنکر جوجی کو مسخرہ دین سوچا۔ اسٹل پاس ایک عمدت نہایت خوب صورت بیٹھی ہوئی تھی۔ جسٹل واعظ کو دنگ کر رکھا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اس سے وعظ بھی ٹھیک نہ کہا جاتا تھا اسٹل اس سے کہا کہ بہن ذرا دیکھنا میرے موئے زیر ناف تو اس قدر نہیں بڑھ گئے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا ہاتھ بڑھا کر دیکھنا کہ کہیں میرے بال گر اہت کی حد تک تو نہیں پہنچ گئے اس عورت نے اس مرد کے پا جامہ میں ہاتھ ڈالا اور اس کا اعضا تر ناسل اسٹل ہاتھ میں لگا اس پر اس نے چیخ ماری۔ واعظ نے سمجھا کہ اسٹل دل پر میسر وعظ سے چوٹ لگی ہے۔ اور کہا کہ لو کہ غلو ص اس عورت سے سیکھو کہ میسر۔ بیان سے اس کے دل پر چوٹ لگی ہے اور تم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جوجی نے کہا جناب! اسٹل دل پر چوٹ نہیں لگی بلکہ صرف ہاتھ میں ٹکر لگی ہے اس کا یہ اثر ہے اگر دل پر چوٹ لگتی تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔ یہ مذاقہ حکایت بیان فرما کر پھر اپنے رنگ کی طرف عود کرتے ہیں اور مصنفین سابق کی تکمیل فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

شرح

ہم نے کہا تھا کہ عشق الہی نے جوہان کے دل پر اثر کیا ہے مگر تمہارے
 دل پر اثر نہیں کیا۔ یہ ایک اقصیٰ بات ہے اور دلیل اس کی یہ ہے
 کہ تم ہنوز تن پروری میں مشغول ہو۔ پس اگر تمہارے دل پر اثر ہوتا تو تمہارا یہ اشتغال
 ناممکن تھا۔ دیکھو۔ اس نے ساحرانِ فرعون کے دل پر فدا سا اثر کیا تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا
 کہ لاٹھی اور ہاتھ پاؤں ان کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ بلکہ یوں کہیں کہ ان کے ہاتھ
 پاؤں ان کی نظر میں لاٹھی سے کم وقعت رکھتے تھے اس لئے کہ اگر تم کسی بڑے کے ہاتھ سے
 لاٹھی چھین لو۔ تو جس قدر اسے لاٹھی کا رنج ہو گا ان کو اپنے ہاتھ پاؤں کے کٹنے کا اتنا
 بھی رنج نہ تھا۔ چنانچہ جب فرعون نے انکو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھکی دی ہے
 تو انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ اسلے ہم کو کچھ بھی نقصان نہیں تو شوق سے کاٹ
 ڈال۔ کیونکہ اب ہماری جان فوجِ جسم سے چھوٹ گئی ہے جو کہ واقع میں جان کنی اور سخت
 موجبِ اذیت ہے اسلئے کہ اب ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں بلکہ ہماری حقیقت
 روح ہے اور ہم بحکمِ الروح میں امرِ ربّی بحکمِ قدرتِ الہی جیتے ہیں نہ کہ اس جسم کے
 ذریعے ایسی حالت میں اگر جسم فنا ہو جائے تو ہم میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے! بڑے مزہ ہیں اُس شخص کے جو اپنی حقیقت پہچان
 لے۔ اور اس طرح رنج و راحتِ دنیوی سے بے پروا ہو کر راحتِ روحانی حاصل کرے
 اور اس ہمیشہ رہنے والے محل میں گھر بنائے۔

صاحبو! دیکھو! جو زومیرز کے لیے لوندے رویا کرتے ہیں۔ اے اہلِ عقل
 سوہ انکی کچھ بھی وقعت نہیں کرتے پس جو حالتِ عقلا کے سامنے جو زومیرز کی ہے
 وہی حالتِ اہلِ دل کے سامنے جسم کی ہے لہذا وہ جسم کو کوئی چیز بھی نہیں سمجھتے
 اور اسلئے رنج و راحت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر لوندوں کو مردوں کے برابر سمجھ
 نہیں ہو سکتی اسلئے معجزین اس پر مٹے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو! کہ جو کوئی محبوب ہے وہ لوندہ ہے۔ مرد وہ ہے جو عارف ہو اور حساب
 یقین! اور شک کی حد سے گزر چکا ہو۔ رہی یہ بات کہ ان کی ڈاڑھی اور اعضا

تناسل ہے یہ ان کے مرد می اور کمال کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ڈاڑھی اور عصار
 تناسل سے مرد (صاحب کمال) ہو سکتا تو ہر بکرے کی ڈاڑھی اور بڑے بڑے
 خنصیر اور بکر ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہر بکر مرد (صاحب کمال) ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں
 ہے اور اس کو تم ہی مانتے ہو پس معلوم ہوا کہ مردی اور کمال ریش اور خصیوں وغیرہ
 سے نہیں ہے بلکہ کمال اور ہی چیز ہے اس مقام پر یہی بتلادینا ضروری ہے کہ
 بنے ہوئے پیر واقعی مرد (صاحب کمال) نہیں ہیں۔ بلکہ جگے یعنی شبیہ اہل اللہ ہیں
 اور بکریوں یعنی اپنے مریدوں اور متقدموں کو قصاب یعنی شیطان کی طرف لجاتے ہیں
 یہ لوگ ڈاڑھی میں کنگھی کر کے اور اپنی صورت اہل اللہ کی سی بنا کر دھڑے کرتے ہیں کہ
 کہ ہم پیشوا ہیں اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ضرور پیشوا ہیں اور اپنی
 بکریوں کو لئے جارہے ہیں مگر سچ و تکلیف کی طرف نہ کہ راحت و آرام کی جانب!
 ارے بھلے مانس! تو کیا ڈاڑھی بگھار رہا ہے۔ اسے چھوڑ! اور صحیح روش اختیار کر
 اور تو خودی اور دعویٰ اور پریشانیوں کو چھوڑ کر فنا اور طمانینت حاصل کر۔ تو نے اپنی
 ڈاڑھی کو اہل اللہ کا مضحکہ بنارکھا ہے تو اس روش تصنع کو چھوڑ اور نازمت کر
 کیونکہ تیرے ڈاڑھی آگئی ہے۔ اس لئے تو ناز کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے
 کہ تو ناقص ہے اس لئے میثخت کے قابل نہیں ہے پس تو مخدومی کو چھوڑ کر خدمت
 اہل اللہ اختیار کر۔ تاکہ تو عشاق کے لیے بمنزلہ بوئے گل کے ہو جائے اور باغ عالم
 محبت کا حقیقی پیشوا اور رہنما بن جائے تو جانتا ہے کہ بوئے گل اور رہنمائے راہ
 حقیقت کیا چیز ہے۔ یہ تیرے مشائخانہ صورت اور مکاری کی گفتگو نہیں ہے
 بلکہ وہ کلام ہے جو عقل و ہی سے ناشی ہو جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے پس تو اسے
 حاصل کر۔ اور صورت اور تزویر کو چھوڑ۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی وہ کلام باغ ابدی (عالم غیب یا علوم و معارف)
 کا عجیب اور نہایت نفیس رہنما ہے

غلام زادہ سنا۔ اوتھنا لکھو۔
 دین انصاری ہے بھڑائی۔
 نمود نے ایاز سے کہا جو
 کا راز بیان کرے گا سنا
 تیری نیا مندی کریں گے۔
 لکھ منقر غلام کا نام ہے
 بلکائی خواجہ تاش۔ اے ایاز
 تیرے غلام ہونے سے غلامی
 کو منور کر دیا ہے حسرت۔
 تیرے وجود سے آزاد ہوگ
 غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں
 جو کہ غلامی کو قتلے ایک
 زندگی ضایت کر دی ہے
 لکھ تو میں جس طرح ایاز
 کی غلامی آزادوں کے سے
 باعث حسرت تھی ہی طرح
 غلاموں وہ ہے جس کے ایاز
 کو کچھ کرنا حسرت کرے
 جیسا کہ حضرت بابہ صاحب
 تھانہ کرکٹ کا ایاز بیان ہوں
 جو دیکھ کر ایاز ہونے سے
 دیکھ جیسا کہ مرقن تھا۔

فرمودن شاہ با ایاز بار دیگر کہ شرح چارق و پوستین را
 بادشاہ کا ایاز کہ دوبارہ حکم دینا کہ پتیل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا
 آشکارا بلکہ تا خواجہ تاشانت از اس اشارت پسند
 تاکیرے آکا شکر کہ اس اشارے سے نصبت حاصل کریں
 گیزند کہ اَلَّذِينَ النَّصِبَةُ
 چو کہ "دین نصبت ہے"

بہتر چارق را بیاں کن اے ایاز
 اے ایاز ! بہتر چارق کا راز بتا
 تانیوشہ منقر و بگیارقت
 تاکہ سفر اور تیرے ساتھ شش میں
 اے ایاز از تو غلامی نو ریافت
 اے ایاز ! مجھ سے غلامی نے فور حاصل کیا
 حسرت آزاد گاں شد بندگی
 غلامی آزادوں کے لئے باعث حسرت بنی
 موئن اکل باشد کہ اندر جزر و مد
 مومن وہ ہوتا ہے کہ جوار بھائے میں ۔

پیش چارق چیست چندین راز
 پہلی کے سامنے تیری اس قدر ناز مندی کریں ؟
 بہتر بہتر پوستین و چارقت
 تیرے پرستین اور پتیل کے راز کا ۔ راز
 نورت از پستی ہوئی گروں فست
 تیرا نر پستی سے آسمان کی جانب روڑ گیا
 بندگی را چوں تو دادی زندگی
 بلکہ کرتے غلامی کو زندگی بخشی
 کافرا ز ایمان او حسرت خورد
 کافر اس کے ایک ہی پر حسرت کسے

شرح

اب پھر ہم قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ
 نے کہا کہ اے ایاز تو ان جوتوں کے اسرار کو بیان کر دے اور بتلا دے
 کہ کیا وجہ ہے کہ تو ان جوتوں کے سامنے اتنی عاجزی کرتا ہے تاکہ سفر اور تیرے خواجہ تاشا
 تیرے پوستین اور چارق کے اسرار کو سن لیں۔ اور اسکی سبق حاصل کریں۔
 (فائدہ : سفر ایک خاص غلام کا نام ہے) مگر یہاں مطلق غلام مراد ہے۔ اور
 بمعنی خواجہ تاش ہے واللہ اعلم) آگے بادشاہ ایاز کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے
 ایاز تو نے غلامی کو رونق دیدی۔ اور تیرا نور نیک نامی زمین سے آسمان تک پہنچ گیا اور جبکہ
 تو نے غلامی کے قالب میں روح پھونک دی ہے۔ تو اسکی غلامی کو یہ شرف حاصل ہوا
 کہ احرا غلامی کی متنا کرتے ہیں۔

حکایت گبرے کہ در عہد شیخ بایزید قدس سرہ گفتندش
اُس کا فرقا کہ بایزید فقیر ہوا کے زمانے میں لوگوں نے اُس سے کہا

کہ مسلمان شو و جواب اُوایشان را

کہ مسلمان ہو جا اور اُس کا اُن کو جواب دینا

بُوَد گبرے در زمانِ بایزید

حضرت بایزید کے زمانے میں ایک کافر تھا

کہ جب نہ باشد گر تو اسلام آوری

اگر تو اسلام دے آئے تو کیا اجازت

گفت ایسا ایمان اگر جسکے مرید

اُس نے کہا اسے شریعہ اگر ایمان وہ ہے

من ندارم طاقتاں تاباں

میں اُس کی طاقت اُنکے قوت نہیں رکھتا ہوں

گرچہ در ایمان و دین نام تو مقم

اگرچہ میں مسلمان ہوں ایمان اور دین میں مقادیر نہیں

دارم ایمان کاں ز جملہ برترست

میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر اہم

مؤمن ایمان اُویم در نہاں

میں یہ مخفیہ طور پر اُن کے ایمان کا مونس ہوں

باز ایمان خود گر ایمان شامت

بھلا اگر ایمان تہا را ایمان ہے

آنکہ صدائش سوی ایمان بُوَد

جس کو ایمان کی جانب سے نکلے ایمان ہوں

زانکہ نامے بیت و معیش نے

کیونکہ صرف نام دیکھے ہو وہاں حقیقت نہ ہو

چوں بایمان شمشاد او بنگرد

جب وہ تمہارے ایمان کو رو پیچھے گا

ایں حکایت یا دیگر اے تیر ہوش

تیرے تیر ہوش ہیں حکایت کو یاد کرے

گفت اُو را یک مسلمان سعید

اُس سے ایک نیک نعت مسلمان نے کہا

تا بیا بی صد نجات و سروری

تاکہ تو جنگوں میں جانیں اور مرداریاں میں کھلے

آنکہ دارد شیخ عالم بایزید

جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزید رکھتے ہیں

کاں فزوں آمد ز کوششما جاں

یونکہ وہ جان کی کوشش سے بلا تر ہے

لیک در ایمان اُو بس مؤمن

لیکن اُن کے ایمان کے واسطے میں یہ ایمان ہو

بس لطیف با فروغ و با فرست

بہت پاکیزہ اور با رونق اور شان و شوکت ملے

گرچہ فہم ہست محکم برداں

اگرچہ میرے منہ پر سنت مہر ہے

نے بدال ملتئم و نے اشتہاست

ناہک طرف میرا ہمارا ہے : غرض ہے

چوں شمارا دید آں فائر شود

جب میں نے تمہیں دیکھا وہ شہت چڑھا

چوں بیباں را مغارہ فتنے

جس طرح بیباں کو مکان کہہ دینا ہے

عشق اُو را و در ایمان بفرود

اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھہر جائے

صورش بگزار و معنی را نیوش

میں کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو روشن کرے

ملہ گبر کا فر : کہ جہاں

مسلمان نے اُس کا فر سے کہا

اگر تو مسلمان ہو جائے دیکھے

نجات حاصل ہو جائے گی۔

گفت : اُس کا فر نے کہا کہ

اگر ایمان وہ جہاں ہے جہاں

رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی

طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ

انسان کی طاقت سے بلا تر

ہے : کہ تم : اگرچہ میں اسلام

کے ایمان اور دین کا فر نہیں

نہیں ہوں لیکن اُن کا ایمان

بہر ایمان ہے۔

ملہ واکم : اُس کا فر نے

مسلمان سے کہا کہ میرے

ہے کہ کہ بایزید جب سے

بڑھ کر بھی اور ایمان کے

ایمان پیمانہ ہے کیونکہ اُن

سے ظاہر نہیں کر سکتا ہیں۔

باز : اصل ایمان سے مراد

تمہارا ایمان ہے تو مجھے

ایسے ایمان کی غرض ہو

کہ میں کی طرف میرا ایمان ہو

آجکے تیرے ایسے مونس ہو کہ

اگر کسی کو ایمان کی خواہش

ہو تو تمہیں دیکھ کر وہ

شہت پڑ جائے

ملہ تاکہ : ایسے کہ اگر

ایمان تو برائے نام ہے جس

کی کوئی حقیقت نہیں ہے

اور تو جس نام نہند ہو

کا معنی ہو : ایمان جنگ

و میں جنگ کی جگہ نہیں

میں کو کوئی غمازہ میں یہاں

کی جگہ کہتے ہیں : حکایت

جس قصہ سے یہ بتا ہے کہ

جسکے میں ایسے ہی کا فر

ان کے ایمان کے نام نہند ہو

حکایت اُس مُؤذن زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس نقی آواز والے مؤذن کی حکایت جس نے ناز کے لئے کفرستان میں آواز

برای نماز و مرد کافر اور اہدیرہ باداد

دی اور ایک کافر شخص نے اُس کی بہت سے تھپے دیئے

شب ہم شب میدرید کے خلق خود

وہ ہمیشہ بدی ملت اپنا حق ہمارا تھا

در صداع اقتا از نے خاص نام

اُس کی وجہ سے مرام و دھرم بدیرہم ہوتا ہے

مرد و زن را آواز اواندر عذاب

مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں ہے

بہر دفع ز حمت تصدیق را

بدیرہم ادا عیب کو رٹ کر کے کہتے

آچہا داوند و گفتند لے فلاں

اچھا داوند اُس اور انھوں نے کہا لے فلاں !

بس کرم کردی شب روز لے کیا

لے جناب آچہ لے دن اور رات لے کر کرم کیا

خوابے فت از کانوں ہم مدتے

اب ہم مدت کے لئے ہماری نیند اڑ گئی ہے

در عوض ما ہمتے ہمراہ کن

اُس کے بدلے میں باطنی قرب فرمائیے

آچہ بتدش درواں با قافلہ

اُس نے نقی کے لئے آواز کیا کہ رہا گیا

منزل اندر موضع کافرستان

کفرستان کے مقام پر ہزار

در میان کافرستان بانگ زد

کفرستان میں آواز دی

کہ خود جنگ و عداوت ہا دراز

وہ نہ جنگ اور نہ دشمنیاں ہر باہنگی

ایک مؤذن داشت بس آواز بد

ایک مؤذن کی بُری آواز تھی

خواب خوش بر مرداں کرہ حرام

اُس نے انسانوں پر خوش نیند حرام کر دی

کو دکان ترساں از دور و جا خوا

بچے بیرون میں اُس سے نہلتے تھے

مجمع گشتند مر تو زیغ را

وہ لوگ چند جمع کر لے کھینچے اٹھتے ہوئے

پس طلب کردند اور ادر زل

انھوں نے اُس کو قتل طلب کیا

از اذانت جملہ آسودیم ما

ہم سب نے جبری اذان سے راحت پائی

چوں رسید از تو بہر یک دوتے

چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو رات میں نیند آئی

بہر آسائش زباں کوتاہ کن

آسام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے

قافلہ می شد یکعبہ از وک

شدت شوق کی وجہ سے ایک قافلہ اکبر کر رہا ہوا

شبکہم کردند اہل کارواں

مسافر والوں نے رات کے وقت کیا

واں مؤذن عاشق آواز خود

اُس اپنی آواز کے عاشق ہو گئے

چند گفتند شش گویا بانگ نماز

بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا ناز کی اذان نہ

لے خلق خود چنگاں کا

اپنی خلق پر ممانی پر عقیدہ تھا

رات میں غافلہ ہوا ذکر

آواز بد کرنا ہر گھنٹہ

بدیرہم جاتے خواب سولے

کا ہوتا۔ تقریباً چھ سو

تقریباً دو سو تھیں جن کا

کروا چکے تھے

لے اہل ہر گھنٹہ

طیلاً کہا۔ رات میں غافلہ

بیاد کی دولت۔ خواب

اب اس رات کی خوشی

ہم رات بھر نہیں سو سکتے

ہیں۔ رات کو جی بولتے

ہم تجھے دے رہے ہیں

کے بدلے میں ہمارے

دل سے وہ نہیں کرنا

لے ذکر شدت شوق

کا کہ میں جاہل نہ تھا

کافرستان۔ وہاں کے

باندے سب کافر تھے

آج کل وہ اذان دی جتے

گفتگوں۔ ساتھیوں نے

اُس کو کافرستان میں

دینے سے روکا اور کہا کہ

ذاتی دھم کے بجائے

لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے

اذان دی۔

اوتیزہ کر دوس بے احتراز
 اس نے جھگڑا کیا اور بہت لڑائی سے
 خلق خائف شد ز فتنہ عامہ
 یہ فتنے سے رنگ نور گئے
 شمع و حلاوت کے جامہ لطیف
 شمع اور طرا اور ایک صبر ہاس
 پُرس و پُرسا کیں موزن کو کجاست
 پوچھتے ہوئے کہ یہ موزن کہاں ہے؟
 ہیں چہ راحت بود ز آل و از زشت
 ایں، ایں ہمدی آواز سے کیا راحت لی؟
 دخترے دارم لطیف بس سنی
 میرے ایک لڑکے کے پاس اور بہت عزیزیت
 بیچ ایس سودا میرفت از سرش
 یہ جنون اس کے سرے کہیں نہ کی نہیں ہوتا تھا
 در دل او مہر ایماں رستہ بود
 اس کے دل میں ایمان کی رستہ پید ہوئی تھی
 در عذاب و درد و شکنجہ بدم
 میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا
 بیچ چارہ می نداشتم در آن
 میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھا رہا تھا
 گفت دختر چیست ایں کرومانگ
 لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈرواؤں آواز کی ہے؟
 من ہممہ امیں چینیں و از زشت
 میں نے تمام عمر اس طرح کی ہمدی آواز
 خواہش گفتہ کہ ایں بانگ اذان
 اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز
 بادش نامہ پیر سید از دگر
 اس کو قید نہیں آیا، اس نے دوسرے سے پوچھا

گفت در کافرتاں بانگ نماز
 کفرستان میں اذان دے دی
 خود میاں کافرے با جامہ
 ایک کانسہ کپڑے ہوئے خود آیا
 ہدیہ آورد و بیامد چوں آلف
 تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا
 کصلائی و بانگ اُوراحت نماز
 جس کی اذان کی آواز راحت بٹھانے والی ہے
 کو قتا دازوے بناگہ در کشت
 وہ اپنا تک اس سے مسند میں پہنچی
 آرزوی بود او را مومنہ
 اس کی مومن بننے کی آرزو تھی
 پندہامی داد چندیں کافرش
 بہت سے کافروں کو نصیحتیں کرتے
 پچو محمد بود اس غم من چو عود
 یہ ٹکرا بھیجی کی طرح اور بھی لڑکی کو بھیج دیتا تھا
 کہ بجنبد سلسلہ او دبدم
 کیونکہ اس کا یہ سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا
 تا فروخواند اس موزن دل اذان
 یہاں تک کہ اس موزن نے وہ اذان دی
 کہ بگو شمع آمد اس دوچار دانگ
 جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں
 بیچ نشیدم دریں دیر و کشت
 اس اندر اور بہت فائدہ میں کہیں نہیں سنی
 ہست اعلام و شعاع مومنان
 مومنوں کا اعلان اور علامت ہے
 آں دگر ہم گفت آئے اے قمر
 دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاند!

لے خلق یہ رنگ تر ہو گیا
 کے موئے خائف تھے
 کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کانسہ
 خود میں کپڑے و صودہ
 لے کر آیا ہے۔ ایک رات
 پُرس۔ اس موزن کو پوچھا
 تھا اور کہا تھا کہ موزن کی
 اذان نے بہت راحت
 پہنچائی ہے۔ میں نے بھی
 کافرے کسی نے کہا کہ اس
 ہمدی آواز سے مسند میں
 پہنچی کیا راحت لی ہے۔
 دخترے میں کافر نے کہا کہ
 میرے ایک بہت عزیزیت
 لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر
 آمادہ ہو رہی تھی۔
 بیچ۔ ہم دونوں نے ہنگ
 بہت سمجھا پیکار وہ اپنے
 ارادہ سے باز نہ آ رہی تھی۔
 پچو۔ ٹیکسی بگڑ۔ لڑکی ہلکا
 جس کی دھڑل دی جاتی ہے۔
 در عذاب۔ اس لڑکی کے ارادہ
 سے میں مصیبت میں تھا اور
 وہ اس ارادہ میں پختہ ہوئی جا رہی
 تھی۔
 بیچ۔ میں کو اس ارادہ
 سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ
 تھی حق کو اس موزن نے
 اذان دی تو لڑکی نے مصیبت
 کیا کہ یہ میاں تک آواز کیس
 بہت نے ایں ہمدی اور
 غرضاک آواز کہیں نہیں سنی۔
 خواہش۔ اس لڑکی کی بہن سے
 انکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان
 کی آواز تھی تمام۔ وہ ان کو
 وہ علامت جس سے کوئی چیز
 پہنچائی جائے اسکو بہن کی بتا

۱۴۰۰ھ و ۱۲۸۰ھ میں لکھی گئی تھی اس کے بعد لکھی گئی تھی

لے چلے یقین۔ جیسا کہ
یقین آگیا تو ابھی سے جس
کا جہو زور دیکھا اور سہو
لے لے لے لے لے لے لے لے
بازرگاہ۔ جب میں کا دل
اسلام سے برگشتہ ہو گیا میری
سببیت ختم ہوئی اصلیت
کدام سے سرکا شوق کی
آواز سے مجھے ہر طرف
فی الجہاں میں اس کے لئے تھے۔
لاہاں۔

لے چلے ہدیش۔ جب میں
کا لے لے لے لے لے لے لے لے
کہا کہ یہ تھے لے لے لے لے
پناہ دینا اور سہو
تو لے لے لے لے لے لے لے
میں زیادہ مالدار نہیں ہوں
وہ تیرا صفحہ سونے سے بھر
دیتا۔ جنت۔ جس کا لے لے
اسلام کی رحمت دینے والے
مسلمان کے ہاتھ مارا ایمان
بھی شوق کی طرح انسانوں کو
ایمان سے روکنے والا ہے۔

لے لے لے لے لے لے لے لے
میں کہا کہ بائزید کے ایمان
اور سہو کی دیکھ کر مجھے بھی
حسرت ہوتی ہے کہ ایمان
مجھے کیوں بسترہ آیا۔ چہرہ
کا لے لے لے لے لے لے لے
ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ
ایک حسرت تھی کہ لے لے
نفقہ کرتے دیکھ کر حسرت کی
تھی اور لے لے لے لے لے لے
یہ تو مرد ہمارے ساتھ
کہ لے لے لے لے لے لے لے
حسرت بائزید کے ایمان کا
لے لے لے لے لے لے لے لے

لے لے لے لے لے لے لے لے
دست تھی کہ اگر اس کا ایک
قطرہ منہ میں گر جائے تو

چو لے یقین گشتش رخ اوزر وشد
جب میں کو یقین ہو گیا قدس کا جہو زور دیکھا
بازرگاہ من ز نشویش عذاب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا
راستم اس بود از آواز او
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی
چو لے ہدیش گفت اس ہدیش
جب میں نے شکو دیکھا کہا یہ یہ قبول کر لیجئے

آپنجہ کردی با من از احسان بر
آپنے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی
گر ہمال و ملک ثروت فرمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالدار ہی میں شکو دیتا
ہست ایمان شہار ق و مجاز
شہار ایمان کمر اور بساز ہے

از مسلمان دل اوسر وشد
مسلمان سے اس کا دل افسردہ ہو گیا
دش خوش حقم دران تیغ و خنجر
گذشتہ رات بغیر زور کی انیمت خوب سویا
ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو
میں شکو میں خود لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے!
کہ مرا گشتی مجیر و دستگیر
کیونکہ آپ میرے گمراہ دینے والے اور دستگیر ہیں
بندہ تو گشتہ ام من مستر
میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں
من دہانت را پر از زر کرنے
میں سونے سے آپ کا شہر بھر دیتا
راہزن ہچوں کہ آں بانگ نماز
اسی طرح کا ذکر ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان را بیان

ایمان کے بارے میں جو فکر مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

چند حسرت در دل و جانم رسید
میرے دل اور جان میں بہت سے حسرت آئی ہیں
گفت آدہ چیت این مل فرید
بول، آہ کیسا بیکتا تُو ہے
بر کس ما میریند اس شوہراں
تو یہ شوہر ہماری سسرالہ پر گئے ہیں
آفرینہا بر چنین شیر فرید
ایسے بیکتا شیر کو آفسر ہے

بحر اند قطره اش غرق شود
میں کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے
کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا
کہ جس ذرہ میں جھلک نہاں ہو جائے

لیکے از ایمان و صدق بائزید
لیکن بائزید کے ایمان اور سچائی سے
ہیچو آں زن کو جماع خربدید
اس عورت کی طرح جس نے گمے کی نفقہ دہی
گر جماع این سبکاید از خراں
اگر نفقہ دہی ہے، جو گمے کرتے ہیں
داد جملہ داد ایمان بائزید
بائزید نے ایمان کا پورا حق ادا کر لیا

قطرہ زایمانش در بحر آرد
ان کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے
ہیچو آتش ذرہ در بیشہ ہما
جیسا کہ ایک ذرہ جھلکوں میں

چوں خیالے در دل شہ پایہ
 مہیا کہ ایک خیال شکر دالے بادشاہ کے دنیا
 ایک ستارہ در محمد زونم
 ایک ستارہ مہر میں رونما ہوا
 ایک ستارہ در محمد سرب
 ایک ستارہ مہر میں ہمیشہ
 آنکہ ایسا یافت رفت اندر اہا
 جس نے ایمان حاصل کر یا وہ امن میں بھی
 کفر صرف اولیں بارے نہاند
 اب پہلوں کا ماحول کفر نہاند
 این بھیل آب روغن کر نیست
 زہر جسم میں جلنے والی چیز کے حصہ کہ نہیں ہے
 زہر نمود جزب ز چیز منجسم
 زہر جسم میں جلنے والی چیز کے حصہ کہ نہیں ہے
 گفتن زہر مرائے داں خفی
 زہر کہنے کا مقصد ہمیشہ ہوتا ہے
 آفتاب نیر ایمان شیخ
 شیخ کے ایمان کا روشن سورہ
 جملہستی گنج گیر داتا شرے
 تمام ہمت حصہ داتا شرے کے لئے
 اویکے جاں دارد از نور منیر
 وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جاں رکھتا ہے
 اے عبا نیست اویا آل بگو
 تعجب ہے : وہ ہے یا وہ ہے ، بنا
 گردے اینست ابرار چیت کیان
 اگر وہ ہے : یہاں : وہ کیا ہے ؟
 درنے آنست این دن اودوست
 اور اگر وہ ہے تو اسے دوست : یہاں کیا ہے ؟

میکند در جنگ خصماں راتباہ
 جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے
 تاخاستد کفر ہر گہر و جہود
 یہاں تک کہ ہر گہر اور جہود کو فنا ہو گیا
 تاخاستد کفر خما شرق وغرب
 یہاں تک کہ شرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا
 کفر ہائے باقیان شد در گناں
 بقیہ کا کفر شکوک ہو گیا
 یا مسلمان و یا یمنی نہاند
 یا مسلمان اور یا یمنی نہاند
 این شلہا کفو زہ نور نیست
 یہ شلہا نور کے زہر کے برابر نہیں ہیں
 زہر بود شارق لای تقسیم
 زہر روشن تقسیم ہونے والا نہیں ہوتا ہے
 محرم دریا نہ این دم کفی
 تو اس وقت دریا کا راز انہیں پتہ نہ ہو گیا ہے
 گر نماید رخ ز شرق جان شیخ
 اگر شیخ کی جان کی مشرق سے نہ نہا ہو جائے
 جملہ بالا خلد گرد اخضرے
 تمام بالائی حق سر سبز جنت بن جائے
 اویکے تن دارد از خاک حقیر
 وہ حقیر بنی ہو ایک جسم رکھتا ہے
 کہ باندم در شکل و جہو
 کیونکہ میں اس شکل اور جہو میں بڑ گیا ہوں
 پر شدہ از نور او مفت آسمان
 کہ جس کے زہر سے ساقی آسمان پر نہا ہوں
 اے عجب نے یوں کد میں سونگیت
 اے تعجب : ان روزوں میں سے وہ کون کد لیا ؟

سمند کو ڈوبے ، آجہاں
 کے اہواں کا قہر سمند پر ہے
 طوطی ہادی ہر جاے جس
 طرح آگ کا ایک ذرہ جھلکا
 ہر ہادی ہر جاے جس
 کو طوطی کا کو نادر ہے چلے
 یا جس طرح شاہ کا ایک صلہ
 خیال دشمنوں میں جہاں ہوا
 دیتا ہے ۔
 لے ایک ستارہ ہفتونک
 نائید کے لئے خدائی نائید کا
 ایک ستارہ خدا ہر جاے جس
 سے سب کانروں کا کفر فنا
 ہو گیا ، آنکو سب کانروں کا
 کفر اس طرح فنا ہو گیا کہ
 تو مسلمان ہی ہوئے ، آنکو
 کے مسلمانوں میں شک ہو گئے
 اور خاص کر اہل بیت کیا
 اگر مسلمان ہیں نہ ہونے کوئی
 بن مسلمان کا کفر نہ گئے
 ان کی بیکہ ہونے یا نہ ہونے کے
 ایمان کے زہر کے خلاف ہیں
 دیا ہی جسے تعلقت ہے
 اور وہ جس زہر کے کسب
 میں ہیں ، جسے کسب
 کر ہی بیکہ کر شک کر لیا
 لے حق شیخ کے نور کو حق
 سے تعبیر دیا جسے بیکہ لے
 ہی کہ تعبیر مناسب نہیں ہے
 ہر جسم جسے اختیار کر لیا ہو
 روشن و شمسیت ہر جسم
 نہ ہونے کی بجائے تر جاگ ہے
 حق روشن چوں زمین کا بیت
 حق نور ہے اس کے لئے
 لے اے عجب : ایہم ہوا
 جس کے شیخ جسم کہیں اربع
 کو ایست : میں شیخ اگر جسم
 ہے بیت آں : تو روشن کیا
 ہے : آنست : میں شیخ روح
 ہے ۔

حکایت آن زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گریہ خورد
 اس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت جی کھا جی شوہر
 شوہر گریہ را بہتر از و بر کشید گریہ نیم من برآمد گفت
 نے جی کو ترازو میں رکھا، جی آدھا من نکلی، شوہر نے اس سے
 زن گوشت نیم من بود و افزوں اگر اس گوشت بست
 کھائے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو
 گریہ کو و اگر اس گریہ بست گوشت کو
 جی کہاں ہے! اگر جی ہے تو گوشت کہاں ہے!

سخت طناز و پلید و زہنے
 سخت خمرے ادا اور نا پاک اور نیری
 مرد مضطر بود اندر تن و دن
 شوہر بچ رہنے سے عاجز آ گیا تھا
 سوی خانہ باد و صد جہد طویل
 گھر، دوسرے طویل مشقتوں کے ساتھ
 مراد گفت دفع ناصواب
 شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا
 پیش مہاں لوت می باید کشید
 مہاں کے سامنے لذت کھانا رکھنا چاہیے
 گوشت دیگر خرگرت باید ترا
 اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

گریہ را من بر کشم اندر عیار
 میں جی کا وزن کروں گا
 پس بگفت آن مرد کے محال لا
 تو جس شوہر نے کہا اے جی کو عورت!
 گریہ ہم کشش اوقیہ رست جیلداں
 اے جیلاں! جی میں جی اوقیہ ہے
 ہست گریہ نیم من ہم لے ستیر
 اے پردہ نشین! جی میں نصف من ہے

بود مردے کد خدا اور اڑنے
 ایک گھروالے مزدک ایک بیوی جی
 ہر جہ آورے تلف کردیش زن
 وہ جو کچھ لاتا بیوی اسکو برباد کر دیتی
 بہر مہاں گوشت آوردن میل
 وہ ہاں بچوں والا، مہاں کے لئے گوشت لایا
 زن بخوردش با شراب بالکباب
 بیوی نے اس کو شراب کباب کھاتا کھایا
 مرد گفتش گوشت کو مہاں سید
 شوہر نے اس سے کہا گوشت کہاں ہے مہاں کیا
 گفتن کس گریہ خوردن گوشت را
 بیوی نے کہا جی وہ گوشت کھا جی

گفت اے ایک ترازو را بنار
 اس نے کہا، او فکر! ترازو لا
 بر کشیدش بود گریہ نیم من
 اس نے اسکو دیا، جی آدھا من تھی
 گوشت بدش اوقیہ افزوں ز لہا
 گوشت جی اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا
 گوشت نیم من بود و افزوں یک ستیر
 گوشت نصف من سے ایک ستیر بڑھا ہوا تھا

کے حکایت جس میں شوہر
 کے بارے میں جی دانی ہے کاکر
 وہ ہم ہے تو روح کو کیا کہیں
 اگر روح ہے تو جسم کو کیا
 کہیں جس طرح اس شوہر کو
 جی دانی تھی کہ ترازو میں جو کچھ
 ہے اگر وہ جی ہے تو گوشت
 کہاں ہے اور اگر گوشت ہو
 تو جی کہاں جی۔

کے کہ خدا صاحب غلام
 مرد میں شوہر بچ رہنے
 رہنے عاجز آ گیا تھا ناصواب
 بال بچوں و صد جہد ناصواب
 غلط جواب دیا۔ عورت کھا
 گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو
 جواب دیا۔

لے ایک نیم من رو
 دل کا ہر تپے دل تو میر
 کہوتا ہے تو من ایک بیوی
 اور نیم من آدھ بیوی ہوا
 جیلاں! آدھ۔ پائیس نیم
 کا ہوتا ہے اور ایک درہم
 ساڑھے تین لاشے کا ہوتا ہے
 آدھ۔ آدھ۔ جی آدھا من
 شیر چلے صرع کے خلاف
 میں استار کے سنی میں ہے
 استار ایک دم دین کو
 کہتے جی دوسرے صرع میں
 پردہ نشین کے سنی میں ہے۔

ایں اگر گریہ است پس آں گوشت کُھ
 اگر یہ پانی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟
 بایزید آریں بوداں روح چیت
 بایزید اگر یہ ہے وہ روح کیا ہے؟
 حیرت اند حیرتست لے یا رمن
 لے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے
 ہر دو اوباشد ویک اے ریع و ریع
 وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کیفیت میں
 حکمت ایں ضد اربا ہم بے بست
 کتب (مذاہبی) نے ان دونوں کو اپنی اپنی
 روح بے قالب متنازعہ کار کر دیا
 مدح بغیر جسم کون کام نہیں کر سکتی ہے
 قالب بے جاں کم از خاکست دوست
 لے دوست! بے روح جسم حق سے بھی کہے
 قالب بے جاں نمی آید بکار
 بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا
 قالبیت پیدا و انجان پس نہاں
 تیرا جسم ظاہر ہے اور روح بہت پوشیدہ ہے
 خاک را بر سر زنی سرفش کند
 خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو توڑے گی
 گر تو میخوای کہ سر را بشکنی
 اگر تو چاہتا ہے سر کو توڑ دے
 چون شکستی سر رو آتش ہل
 جب تو نے سر توڑ دیا اس کا پانی میں کیلڑ چلا جائے گا
 حکمت کے بود حق را ز ازدواج
 جی نہیں لے، اللہ اقلے کی جو حکمت جی
 باشد آنکہ ازدواجیات دیگر
 دہاں دوسرے لاؤ ہوں گے

ورنہ دایں گوشت بنما گریہ تو
 اور اگر یہ گوشت ہے تو تو بقیہ کو کھا
 ورنے آں وحشت ایں تصویریت
 اگر وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟
 ایں نہ کار تست نے ہم کار رن
 یہ نہ تھکا کام ہے، نہ میرا کام ہے
 دانہ باشد اصل اں کہ بہت فرع
 دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے
 لے قصا ایں گرد راں با گرد
 لے قصائی! یہ مان کا گردہ گردن سے ثابت ہے
 قالب سجاں فسر وہ بود و سر د
 بے روح جسم، شمشیر اہوا اور عقدا جو تلے
 روح چون مغرست قالب مجھوت
 مدح گرمی کی طرح ہے اللہ جگہ کیلڑ ہے
 سعی کن جانے بدست آئے عیا
 اے کمرے! کوکبش سے جاں مائل کر لے
 راست قندزیں ہر و اسباب جہا
 دنیا کے کام ان دونوں سے درست ہوئے ہیں
 آب را بر بر زنی سرفش کند
 تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو توڑے گا
 آب را و خاک را بر تو ہم زنی
 پانی اور مٹی کو آپس میں ملائے
 خاک سوی خاک آید رو فصل
 جسدان کے رن مٹی کی کباب آجائے
 گشت اصل از نیاز و از لجاج
 وہ عاجزی اور سرکش سے حاسن ہو گئی
 لا تسمع اذنک ولا عینک بصیر
 جن کو ذکاوت سے سنا نہ آئے نہ دیکھا

۲۵ آیت۔ جو کہ قرآن ہے
 اگر پانی ہے تو گوشت کہاں
 کیا اور اگر گوشت ہے تو پانی
 کہاں مٹی اس لئے کہ تو
 ایک چکر اڑن ہے۔ آیت ۲۶
 اگر ہم باہر سے جسم کو تیار
 دیں قصداً تو کیا کہیں اور اگر
 مدح کو باہر سے کہیں تو جسم کو
 کیا کہیں۔ تہذیب جسم اور مدح
 کے مجموعہ کو باہر سے کہیں گے
 ترجمہ۔ پیداوار، قاتلہ۔ مدح
 بمنزلہ قاتلہ کے اور جسم بمنزلہ
 بھوسے کے ہے
 ۲۷ حکمت۔ اذ غافلے نے
 روح اور جسم کو باہر سے
 کیلڑے گا وہ بے مدح ہے۔ مدح
 مدح جسم کے بغیر بیکار ہے
 جسم روح کے بغیر رومہ ہے
 قالب جسم روح کا قالب ہے
 روح مغرستہ اند جسم میں
 جھلکے ہے۔ سچائی۔ انسان کو
 روح مائل کرنی چاہیے تاکہ
 جسم ظاہر سے مدح مائل ہے
 دونوں ہی سے دنیا کا نظام ملے
 ۲۸ خاک۔ آئینہ شمس سے
 منعقد برآری ہوتی ہے فخر
 خاک سر نہ پھوڑے گی اس
 ہی پانی کی آئینہ شمس کے دیو
 جانور سر پھوڑ دیگی۔ جو دیو
 سینہ میں۔ تہذیب نفس یعنی
 جسم روح جسم سے تیار ہوگی
 تڑپاں کی جگہ ہے۔ اذ غافلہ
 افضل کائنات یعنی غافلہ
 جراتی کاں سرفش ہے۔ تہذیب
 یعنی مدح اور ہر باہر سے مدح
 جو دنیا میں لگے گی ایک حکمت
 یہ ہے کہ نیاز و لجاج اور غرور
 کا امتیاز ہو جائے۔
 ۲۹ بقدر فکر عالم کثرت
 جہاں مدح و جہاں نہ

کان لٹتا ہے دیکھ نے
 دیکھا ہے گر لٹکے لگے
 کان اس کی حقیقت سن نے
 کرنا ہر جائے باطنی قریب
 بیامت ہائی سہ کھڑک
 کان اسی طرح مٹا ہو جائے
 جس طرح ہنسا، بخ سوس
 سے نما ہو جاتا ہے جرف
 برائی تاکہ میں جائے میں
 زخم ہر کسان سے گئی ہیں
 ایک دہائی کے گاہوں کی طرح
 کی چیز ہے اس کی ہر کھچ
 اس ایک گاہی ہر راز
 کی طرح ہے اس کی ہر کھچ
 بے خوف ہر کسان سے گئی ہیں
 ہیں زخم ہر کسان سے گئی ہیں
 ہائی کی طرح ہر کسان سے گئی ہیں
 زخم کی طرح ہر کسان سے گئی ہیں
 گئے ہیں ہر کسان سے گئی ہیں
 بخ سے ہر کسان سے گئی ہیں
 ہائی کی طرح ہر کسان سے گئی ہیں
 زخم کی طرح ہر کسان سے گئی ہیں

گر شنیدے اذن کے ماند اذن
 اگر کان سنتا، کان کب رہتا
 گر بندیدے برف تر خورشید را
 اگر برف اور بخ، سورج کو دیکھ لیتا
 آب گشتے بے عروق ویکہ
 بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بہن جاتا
 پس شدے دریاں جان ہر
 پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا
 وال تھے بفسرہ درخورد ماندہ
 بفسرے ہوئے مانوسہ بخ نے
 لیس یا لیس لیس زولف جسمہ
 اس کا ہم نہ جنت کرتا ہے نہ جنت کیا جاتا
 نیست ضائع زوشوق زہ جگر
 نہ بکار نہیں ہے اس سے جگر ماند ہوتا ہے

یا کجا کردے دگر ضبط سخن
 یا پھر دوسری بات کہاں مضبوط رکھتا
 ازینچی برداشتی امید را
 تیغ یخ نے اس پر ہٹا لیتا
 کہ ز لطف از باد می گشتے زہ
 جو ہوا کی لطافت سے زہ (کی طرح) بجاتا
 ہر درخت سے از قدوش نیکی منت
 اس کی آمد سے ہر درخت نیکی منت ہر جاتا
 لا ماساے باد و خست از خواندہ
 نہ چھوڑ دھڑکن پر پردہ دیا ہے
 لیس الا شخ نفیس قسمہ
 اس کا حضور اے نفیس کے نکل کے کہ نہیں ہے
 یک نبود یک سلطان خضر
 لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا کام نہیں ہے

کہتا ہے مجھے نہ جنتا ہیں۔ نہ عینات کا جو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ غلط قرار دیتا ہے۔ بخ تر نہیں
 یعنی برف اور بخ درخون کو نام نہ نہیں پہنچتا ہے۔ نیست ضائع یعنی کوئی نقص ہر برف اور بخ کو یکساں
 ہے اس سے قطع کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں نازکی پیدا ہوتی ہے۔ مختصر سبزی۔

شرح

اوپر بیان تھا کہ ایاز کی غلامی پر احرار کو رشک ہوتا ہے۔ اب مولانا
 اس مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ جس طرح ایاز حقیقی بندہ تھا۔ اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ احرار کو اس کی بندگی پر
 رشک ہوتا تھا۔ اور وہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی چاہتے تھے۔ یوں ہی مومن اور حق سبحانہ
 کا عید حقیقی وہ ہے جس کی ہر بھی اور بری حالت میں یہ حالت ہو کہ کفار جو کہ حق سبحانہ کے
 نافرمان بندہ ہیں ان کو بھی۔۔۔ ان کے ایمان اور ان کی بندگی پر رشک آئے اور ان کو اس کی
 آرزو ہو۔ شاید تم کہو کہ ایسا کون ہو سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ استبعاد صحیح

نہیں۔ کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے زمانہ میں ایک کافر تھا اس کسی نیک بخت مسلمان نے کہا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور اس ذریعہ سے تم نجات اُخروی اور شرف عند اللہ حاصل کرو۔ اس نے جواب دیا کہ جناب اگر ایمان اور اسلام اسے کہتے ہیں۔ جو بایزید کو حاصل ہے تو واقعی بات یہ ہے کہ اسلام اچھی چیز ہے اور مجھے مسلمان ہو جانا چاہیے لیکن میں اپنے اندر اس کی طاقت نہیں دیکھتا۔ کیونکہ وہ ہمارے مساعی سے بالاتر ہے۔ لہذا میں معذور ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں مسلمان نہیں لیکن مجھے ان کے ایمان کا اعتقاد ہے اور میں اس کی تصدیق رکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں وہ سبے فائق ہے۔ اور نہایت پاکیزہ اور بارونق اور باشان و شوکت ہے۔ اور میں دل سے ان کے ایمان کی تصدیق کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کا دین نہایت سچا ہے۔ گو تیرے منہ پر مضبوط مہر ہے اور میں زبان سے اس دین کی حقانیت کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور اگر ایمان یہ ہے جو تم کو حاصل ہے اور جس کو تم ایمان کہتے ہو۔ سو جناب مجھے اس ایمان کی خواہش ہے اور نہ اس کی طرف رغبت۔ آپ مجھے معاف کیجئے۔

سو صاحبو ایمان اسے کہتے ہیں جس کو کافر بھی تسلیم کر لیں کہ یہ ایمان بجا داس کے آرزو مند ہوں نہ کہ تمہارا ایمان۔ تمہارے ایمان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو ایمان کی طرف بہت کچھ میلان ہو تو تمہارے ایمان کو دیکھ کر اس کا دل بھی بجھ جائیگا۔ اس کی کو رغبت پیدا ہونا تو درکنار۔ کیونکہ وہ تمہارے اندر صورت ایمان نو پائے گا مگر حقیقت نہ پائے گا۔ لہذا وہ اس لفظ کو بے معنی اور برعکس نہ نہ نام زنگی کافر کا مصداق سمجھے گا۔ اور ایسا پائیگا جیسا کہ سیابان (مقام خالی عن فوز المرام) کو مفازہ (محل فوز) کہا جاتا ہے۔ لہذا جب وہ تمہارے ایمان پر نظر کرے گا۔ تو اس کی ایمان لانے کے شوق کا جوش فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اب ہم نہیں اس کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں۔ تم اس کو سنو اور اس کی صورت کو چھوڑ کر معنی اور مقصود کو لے لو۔

ایک مؤذن کمریہ الصوت تھا وہ رات کو تمام رات چلاتا رہتا تھا۔ اس شخص لوگوں پر سونا حرام کر دیا تھا۔ اور اس کی آواز سے تمام لوگوں کے سر میں درد رہنے لگا تھا۔ بچوں

کی یہ حالت تھی کہ رات کو بستر پر پڑے ہوئے ڈھلتے تھے اور مرد اور عورتیں سب اس
 ہاتھوں مصیبت میں تھیں۔ آخر وہ لوگ چندہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ تاکہ اس زحمت اور بھاری
 کو دور کیا جائے اور انہوں نے چندہ کر لیا۔ جب ایک معقول رقم اکٹھی ہو گئی تو انہوں نے
 اس مؤذن کو بلایا اور اس کو وہ روپے دیدے اور کہا کہ جناب! آپ کی اذان سے ہم سیر
 ہو گئے ہیں۔ آپ نے رات دن ہم پر بہت کرم کیا ہے۔ پس جبکہ آپ کی جانب سے
 ہم سب کو یہ دولت ملی ہے کہ ہماری نیند جاتی رہی۔ تو اب گزارش ہے کہ آپ براہ مہربانی
 کچھ دنوں کے لیے زبان کو بند رکھئے۔ تاکہ ہم کو کسی قدر راحت نصیب ہو۔ اور اس کے
 عوض میں ہم سے یہ روپے لیجئے۔ اور ہمارے لیے یہ دعا کرتے بیجئے۔ یہ سنکر اس نے
 روپے لے لئے اور خاموش ہو رہا۔ اتفاقاً ایک قافلہ حج کے لیے کعبہ کو جا رہا تھا وہ
 بھی اس قافلہ کے ہمراہ چل دیا۔ رات کے وقت اس قافلہ نے کافروں کے ایک شہر میں
 قیام کیا۔ اس مؤذن نے جو کہ اپنی آواز کا عاشق تھا وہاں اذان دینی شروع کی لوگوں نے
 اس سے بہت کچھ کہا کہ میاں یہاں اذان نہ کہو خواہ مخواہ جنگ بدل رہا ہو جائے گی اور طول
 طویل دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہ سنکر وہ لڑنے لگا اور بے کھٹکے اذان کہہ
 دی۔ لوگوں کو ڈر ہوا کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو لیکن شور و شر کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ ایک کافر
 کپڑے وغیرہ لیے ہوئے آیا وہ شیخ اور کچھ شیرینی اور کچھ عمدہ کپڑے ہدیہ لے کر دوستانہ
 پوچھتا ہوا آیا کہ صاحبو ذرا یہ بتلا دو کہ وہ مؤذن کہاں ہے جس کی آواز سے ہمیں یہ
 راحت پہنچی۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ جناب! اس بھدی آواز سے کون سی راحت ہوگی
 جو اس بُت خانہ میں پہنچی ہوگی۔ یعنی نہ تو اس کی آواز ہی اچھی ہے جس سے کسی کو راحت
 ہو اور نہ یہاں کے لوگ ہی ایسے ہیں جن کو اللہ کے نام سے راحت ہو۔ پھر وہ کیا راحت
 ہے جو تم کو پہنچی اس شخص جواب دیا کہ میرے ایک لڑکی ہے جو نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی
 ہے۔ اس کو مسلمان ہونے کی خواہش تھی اور یہ خیال کسی طرح اس کے دل سے نکلتا
 تھا۔ لوگ اس کو بہت کچھ سمجھاتے تھے مگر وہ کسی طرح نہ مانتی تھی کیونکہ اس کے دل میں
 ایمان کی محبت پیدا ہو چکی تھی اس کا مجھے نہایت رنج تھا اور یہ غم گویا کہ میرے لیے

انگلیٹھی تھا اور میں اس کے لیے عود - پس میں - بہت کچھ تکلیف اور مصیبت میں تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ اس کے خیالات میں یوگا فیوٹا ترقی ہوتی جاتی ہے اور مجھے اس کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ تا آنکہ اس مؤذن نے اذان کہی اس کو اس لڑکی نے سنا۔ اور کہا کہ یہ مکروہ آواز کیسی ہے جس کی کچھ جھنک میرے کانوں میں پڑی ہے میں نے تو تمام عمر ایسی مکروہ آواز اپنے بت خانہ میں نہیں سنی اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز مسلمانوں کے دین کا طریقہ ہے اور اس کے وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتے ہیں اس کو اس کہنے کا یقین نہ آیا۔ اسلئے اس نے کسی اور سے پوچھا اس نے کہا میرے چاند! یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب کہ اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسلام کی طرف سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ اس طرح مجھے اس پریشانی اور تکلیف سے نجات ہوئی اور رات میں خوب چین سے سویا۔ یہ وہ راحت تھی جو مجھے اس کی آواز سے پہنچی اور اسلئے میں اس کے لیے ہدیہ لایا ہوں تم بتاؤ کہ وہ کہاں ہے آخر کار لوگوں نے اسے بتلا دیا ہے کہ وہ حضرت یہ ہیں۔

جب اس نے دیکھا تو کہا کہ جناب! یہ ہدیہ قبول فرمائیے کیونکہ آپ نے مجھے اس غم سے پناہ دی ہے اور اس مصیبت میں میری دستگیری فرمائی ہے آپ نے جو مجھ پر احسان اور مہربانی کی ہے اس میں ہمیشہ کے لیے آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ اگر میں مال اور ملک اور دولت میں یکٹا ہوتا تو تمہارا منہ اشرفیوں سے بھر دیتا۔ مگر کیا کیجئے کہ غریب ہوں۔ اور اسلئے اس کی زیادہ خدمت نہیں کر سکتا۔ پس صاحبو! جس طرح اس مؤذن کی اذان اس لڑکی کے لئے راہزن ہو گئی تھی یوں ہی تمہارا ایمان بھی کفار کے لیے راہزن ہے کیونکہ وہ ایک دھوکا اور مجازاً ایمان ہے نہ کہ اصلی اور حقیقی۔

خیر تو اس کا فتنہ کہا کہ مجھے تمہارے ایمان کی طرف تو میلان نہیں ہے ہاں بایزیدؒ کے ایمان اور ان کی سچائی سے میرے دل و جان میں یہ آرزو ہے کہ ایسا ایمان مجھے حاصل ہو جائے اس کافر کا یہ کہنا اس عورت کے مقولہ کے

مشابہہ تھا جس نے گدھے کو جماع کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ ارے واہ کیا کہنا ہے اس یکتا نر کا۔ اگر جماع یہ ہے جو گدھے کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ہمارے شوہر ہم سے جماع نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے فرج پر جگتے ہیں۔

الفصلہ میں کہتا ہوں کہ بایں یہ ایمان کا کما حقہ حق ادا کر دیا شاہ اش ہے اس یکتا شیر خدا کو۔ ان کے ایمان کا اگر ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر اس قطرہ میں غرق ہو جائے۔ جیسے کہ آگ کی ایک چنگاری بن میں جا پڑتی ہے تو سارا بن بھسم ہو جاتا ہے۔ یا جیسا کہ بادشاہ یا فوج کے دل میں ایک خیال آتا ہے۔ تو وہ خیل جگ میں دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

دیکھو! آفتاب ایمان کا ایک ستارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر رونما ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کفار کا کفر فنا ہو گیا۔

(فائدہ: اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایمان نعوذ باللہ کامل نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم کمال سے کیا مراد ہے آیا یہ کہ دوسری مخلوق انسان یا جنات یا ملائکہ سے کم تھا۔ تو یہ مصنون نہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ نہ واقع میں ایسا تھا۔ بلکہ آپ کا ایمان تمام مخلوق کے ایمان سے اکمل تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ گو آپ کا نور ایمان تمام مخلوق کے نور ایمان سے بڑھا ہوا تھا مگر وہ مکمل نور ایمان کا ایک قلیل حصہ تھا تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ نور ایمان کے مراتب غیر متناہی ہیں۔ اور جو نور آپ کو حاصل تھا وہ اس کا ایک خاص مرتبہ تھا جس کے اوپر مراتب غیر متناہیہ ہیں۔

اور اس آفتاب کا ایک ستارہ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں واقع ہوا تھا اتنا بڑھا تھا جس کے تمام مشرق اور مغرب کی ظلمت کفر فنا ہو گئی تھی کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کا کفر تو فنا ہی ہو گیا تھا اور وہ تو اس مامون ہی ہو گئے تھے رہ گئے اور لوگ سو ان کے کفر بھی تذبذب میں آ گئے

تھے کیونکہ کم سے کم حقیقت اسلام کا شبہ تو ہر ایک کو پیدا ہو ہی گیا تھا۔
 الغرض: وہ پہلا کفر محض باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ یا اسلام گیا
 تھا یا یہ کھٹکا کہ شاید اسلام ہی حق ہو جائے گیر ہو گیا تھا۔ ہماری تشبیہات سے
 کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نورِ ایمان کی مثالیں ہیں۔ نہیں بلکہ تمثیلات اور تشبیہات
 ہیں۔ اور محض تقریب فہم کے لیے یہ تکلف کیا گیا ہے اور کبھی اس کو آگ سے
 تشبیہ دی گئی ہے۔ کبھی پانی سے اور کبھی خیال سے اور کبھی آفتاب اور ستارہ
 یہ اشیاء نورِ ایمان کے تو کیا برابر ہوتیں۔ یہ تو اس کے ذرہ کے برابر بھی نہیں۔

اور ہم نے جو اس کے لیے ذرہ قرار دیا ہے یہ بھی محض تقریب فہم کے لیے
 ہے ورنہ ذرہ تو جس کے لیے ہوتا ہے جو کہ قابل انقسام ہے۔ اور ناقابل انقسام
 شے کے لیے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ اور نورِ ایمان ناقابل انقسام ہے تو اس کے
 لئے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ پس ذرہ نورِ ایمان سے ہمارے مراد اس کا ایک
 ضعیف اور خفی مرتبہ ہے مگر تو پچھلیوں کی طرح بحرِ معرفت کا محرم راز نہیں
 بلکہ اس کے لیے بمنزلہ خشن خاشاک کے ہے اس لئے ان تمثیلات کی ضرورت
 پڑتی ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب ہم پھر حالتِ شیخ بایزید رحمۃ اللہ
 علیہ کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان اتنا کامل ہے کہ اگر وہ آفتاب
 روشن (ایمانِ شیخ) مشرقِ جانِ شیخ سے طالع ہو اور عالم پر اپنا اثر ڈالے تو تمام
 عالم سفلی تحت الشریٰ تک گنجِ معرفت سے مملو ہو جائے اور تمام علوم علوی باری
 کی ایک سرسبز جنت بن جائے۔ اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک نورِ روشن کی
 بنی ہوئی روح۔ اور ایک ناچیز مٹی کا بنا ہوا جسم۔

یہ شیخ کی تعریف کرتا ہوں مگر میں حیران ہوں کہ بایزید کون ہے آیا روح
 یا جسم: اور میں اس اشکال اور اس عمل کی فکر میں پڑ گیا ہوں۔ اچھا تم بتلاؤ
 کہ بایزید کون ہے اگر وہ جسم ہے تو پھر روح کیا چیز ہے جس کے نور نے

ہفت آسمان کو پُر کر دیا ہے اور اگر وہ روح ہے تو پھر جسم کیا ہے۔

غرض کہ میں حیران ہوں کہ ان دونوں میں سے بایزید کون ہے اور یہ میرا سوال ایسا ہے جیسا ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کی شادی ہو چکی تھی اور اسکی بیوی نہایت سخرہ باز اور گندی اور غایت گہر تھی۔ چنانچہ وہ جو کچھ لاتا وہ اسے ضائع کر دیتی تھی اور وہ شخص مجبوراً اکثر ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عمالدار شخص ایک مہمان کے لیے بڑی کوشش سے گھر میں کھشت لایا اور کہا کہ اسے پکا دینا عورت نے اسے شراب کباب میں اڑا دیا جب مرد آیا اور گوشت مانگا تو اسٹیک ایک غلط جواب دیدیا۔ یعنی جب اسٹیک کہا کہ مہمان آگیا ہے لاؤ وہ گوشت کہاں ہے کیونکہ اب ضرورت ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا لے جایا جائے تو عورت نے ایک بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ گوشت تو یہ بلی کھا گئی اگر ضرورت ہو تو اور گوشت لے آؤ۔ اسٹیک غلام کو حکم دیا کہ ذرا ترازو لاتا۔ میں بلی کو تولوں وہ ترازو لے آیا اور بلی کو تولا۔ تو بلی آدھ سیر کی اتری۔ اس پر اسٹیک کہا کہ لے مکار عورت اگر گوشت چھوڑ دیتی ہے بلکہ اسٹیک زیادہ تھا اور بلی صرف چھوڑ دیتی ہے اور گوشت ایک استار اوپر آدھ سیر تھا۔ اور بلی صرف آدھ سیر ہے اب اگر یہ بلی ہے تو بتلا گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو بلی دکھا کہاں ہے۔ پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر بایزید جسم ہے تو بتلاؤ روح کیا ہے اور اگر بایزید روح ہے تو یہ پیکر جسمانی کون ہے۔

غرض کہ یہ سخت حیرت کا مقام ہے اور اس عقدہ کو حل کرنا نہ تمہارا کام ہے نہ میرا کام۔ بلکہ یہ کام حق سبحانہ کا ہے جو کہ حقائق اشیاء کو جانتے ہیں پورے طور پر تو اسکو وہی حل کر سکتے ہیں مگر جس قدر بھی علم عطا کیا گیا ہے اسکی موافق میں بھی کچھ کہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بایزید دونوں کا مجموعہ ہے مگر فرق اتنا ہے کہ روح جزو و مقصود ہے اور جسم جزو و غیر مقصود۔ جیسا کہ پیلاواہ اور کھیتی میں دانہ مقصود ہوتا ہے اور چھوڑے تابع۔ یہی بات کہ روح اور جسم اپنے صفات کے لحاظ سے متضاد ہیں تو انکو

یکجا کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اجتماع میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ حکمت ان کے تعلق باہمی کو مقتضی ہوتی ہے۔

شرح اس حکمت کی یہ ہے کہ روح بدوں جسم کام نہیں کر سکتی اور جسم بے جان جماد محض ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ان دونوں کو یکجا جمع کیا جائے تاکہ اعمال کا وجود ہو سکے اور امتحان مقصور ہو۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ دیکھو! قالب جان مٹی سے بھی بدتر ہے اور روح اس کے لیے بمنزلہ مغز کے ہے اور بمنزلہ پوست کے۔ اور جس جسم میں جان نہ ہو وہ کسی کام کا ہی نہیں پس سے تم کو شش کر کے جان حاصل کرو (فائدہ: مقصود یہ ہے کہ تمہاری جان غلبہ صفات جسمانیہ و نفسانیہ کے سبب حکم میں جسم کے ہو گئے ہے اسلئے اب تم بمنزلہ جسم کی جان کے ہو پس تم اوصاف جسمانیہ کو مغلوب کر کے صفات روحانیہ کو غالب کرو۔ تاکہ تم جاندار اور زندہ کہلا سکو۔

خیر یہ مضمون تو استطردی تھا۔ اب سنو! کہ حق سبحانہ نے باقتضای حکمت تمہارے اندر روح اور جسم دونوں کو جمع کر دیا ہے اور جسم تمہارا ظاہر ہے مگر روح نہایت مخفی اس کے دین و دنیا کے کام درست ہو گئے اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر یہ کام نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ نہ ان کاموں کا سرانجام صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم سے اسلئے روح اور جسم کی ایسی مثال ہے جیسے پانی اور مٹی کی۔ کہ اگر تم صرف خاک کو سر پر مارو۔ تو اس کے سر نہ چھوٹے گا اور اگر صرف پانی کو پہلو پر مارو تو اس کے پہلو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ اگر تم سر کو پھوڑنا چاہتے ہو تو پانی اور مٹی کو ملا لو۔ اس کے سر ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر تم چاہو۔ کہ کام کرو۔ تو یہ نہ صرف روح سے ہو سکتا ہے نہ صرف جسم۔ بلکہ اس کے لیے ضرورت ہے دونوں کے ملائے کی۔ تاکہ اعمال مقصور ہو سکیں اب سنو! کہ جب تم پانی اور مٹی کو ملا کر سر پھوڑ دو گے تو اس وقت اس کے اجزاء جدا ہو جائیں گے اور پانی اپنے کمرہ میں چلا جائے گا اور مٹی اپنے کمرہ میں پہنچ جائے گی۔ یوں ہی جب اعمال مقدرہ ختم ہو جائیں گے اس وقت روح اور جسم میں افتراق ہو جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے مسکن کی طرف لوٹ جائیگا

کیونکہ جو حکمت حق سبحانہ کے طاب میں تھی وہ حاصل ہو گئی ہیں اور جس کمالات اور معمولی منافع لوگوں کو پہنچتے ہیں اسلئے بیکار ان کا وجود بھی نہیں ہے۔



لے لے آیا زباناں سے
ہر یاد کے تندرک بسان
رجا کیا ہے جسے شراب
لا کر ہر طرف آیا جس میں
نفاذی اور نہایت کمال
خدا

نیت ہر بُرجے عبور کس پسند
ہر بُرجے اس کے ہر کما پسند یہ نہیں ہے
ہر صفا را کے گزینہ صفوت
تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کر لے؟

لے لے آیا زباناں سے تو کس بلند
اے آیا! تیرا ستارہ بہت بلند ہے
ہر و ف را کے پسند و تمنا
تیری بہت بردنا کو کب پسند کرتی ہے؟

شرح یہ اشعار حسرت آزادگان شدہ بندگی الخ سے مرتب ہیں جو کہ بذیل سرخی فرمودن شاہ باایاز۔ بار دیگر الخ واقع ہے اور تمسک

تعریف محمود کا۔ اور حل اشعار یہ ہے کہ آیا ز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے جو اپنے عبور کے لیے ہر بُرج کو پسند نہیں کرتا یعنی تو اور لوگوں سے بہت ممتاز ہے اور تیرا طالع ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ نہیں ہے جو اوروں کے لیے طالع ہیں بلکہ وہ ان سے بہت اونچا ہے اور وہ ایسے ویسے برجوں میں گزرنا بھی پسند نہیں۔ بلکہ اس کے عبور کے لیے کوئی اور بھی بُرج ہیں جو بُرج متعارفہ سے جداگانہ ہے (خلاصہ یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف خلیفہ و خلیفہ میں دوسرے لوگوں سے نہایت ممتاز ہے اسلئے کہ گویا کہ تیرا طالع ولادت ہی کچھ اور ہے اور وہ نہیں جو اوروں کا ہوتا ہے۔) تیری ہمت عالی ہر و ف کو کب پسند کرتی ہے اور تیرا انتخاب ہر صفا کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لیے خاص وفا اور خاص صفا کی ضرورت ہے اور تیری مثال ایسی ہے جیسے اس زاہد کی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ جس میں شراب حلال تھی۔ لیکن وہ باوجود حکمت کے شراب خواری کو پسند نہ کرتا تھا۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت ایں امیر کے غلام راگفت مے بیار غلام رفت و بگو
 ایں امیر کی حکایت جس نے صاحب کے شہاب ہے آ غلام اور شہاب
 مے آورد در راه زاهدے بود امیر معروف کرد اشکے بزد و بگو
 کی نیلا لا داتا راجہ ایک زاهد خاص نے جہان سلیم کیا پشور داتا
 را بشکست امیر بشنید قصد ہلاک و گوشمال زاهد کرد زاهد
 اور غصہ کیا توڑ دیا، امیر نے شتا نادر کو کہل کر لے اور مڑا دینے کا ارادہ کیا
 گر سخت ایں قضیہ در عہد عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز
 زاهد جاگ تھا، یہ سارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک
 مے حرام نشدہ بود لیکن زاهد تقدیرے میکرد و از لذت
 شراب حرام نہ ہونے کی وجہ سے لاپرواہ تھا اور مزے لہانے اور
 و تنعم منع می کرد
 بیش اہستی سے دلت تھا

حکایت جمہلے ادا
 غلام اور داتا عام غلام اور
 دلتے برتر خاص حکایت
 یہ جاتا ہے کہ حضرت ہنوز
 کی برسر کار ہی میں ہی جہان
 ہے۔
 لے تقدیر جہان داتا
 حکم پیش پرستی تے اور۔
 شراب کو محرم رکھنے والا۔
 کہتے تھے جہاں داتا
 سن ملتا اور داتا۔
 لے راہ داتا راستہ لاند
 اور بیانی حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کی حکایت کا
 جہان میں وہ بھی اس طرح کا
 امیر اور داتا خاص حکایت
 تھا۔

لے آہ۔ وہ لوگ دیندار
 تھے اور شراب استعمال کرتے
 تھے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام میں شراب حلال تھی۔
 مالکین جس کا جانتا تھا
 ہر مقام۔ شراب۔ آہ۔
 لہذا ان کو گناہ میں نے خدا
 رک کر کے جہاں کو جانتا تھا
 کر لے ہر جہاں میں کی جہاں
 ہے۔ غلام میں اور داتا
 غلام کی خدمت میں رہتے

بود امیرے خوشدے مے بارہ
 ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا
 مشفقے مسکین لوالے عادلے
 مہربان، غریب پرور، منصف تھا
 شاہ مردان و امیر المومنین
 بہادوں کا شاہ، شہنشاہ کا امیر تھا
 دور عیسیٰ بود و ایام مسیح
 حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیح کا زمانہ تھا
 آمدش مہاں بنا گا ہاں شے
 ایک رات پہانک میں کے پاس مہاں آیا

بادۂ بیالیست شاں در نظم حال
 اُن کو حالت کی بات کہ لے شہاب و شہاب
 بادۂ شاں کم بود و گفتاے غلام
 اُن کی شہاب کہ تم اور اس نے کہا اے ہم
 از فلان را بہ کہ دار و جہر خاص
 فلان را بہ کہ جس سے کہی کی جہاں شہاب
 ہر وقت شہاب ہاتھ اور داتا
 روستہ پر گن بم آورد غلام
 جہاں شہاب، ہاتھ سے پاس شہاب لے آ
 تاز خاص و عام یا بد جان خاص
 تاکہ عام و خاص سے جان کو جہاں را حاصل ہو

چوں ہر یہ گشت آنجا فرق نیست

جب ہر یہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے
 این چنین بادہ می برداں غلام
 وہ غم میں طبع کی شراب لے مارا تھا
 پیش آمد زائدے غم دیدہ
 ایک غم کا مارا زائدے سامنے آ گیا
 تن ز آتشہای دل بگداختہ
 جسم ہول کی آگ سے جس میں تھا
 گوشتش مال محنت بے زینہا
 بے پناہ مشقت کی کوشاں کی وجہ سے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد
 وہ ہر وقت مجاہدے میں تھک رہا تھا
 سال و مہ و روزاں خون آمیختہ
 سالوں اور مہینوں کا کہ اور خون میں آمیختا تھا
 دید در شب یک غلام نیک بے
 اس نے ایک نیک محنت غم کراٹھی دیکھا
 گفت اہد در مہو با چیست آن
 راہ نے کہا بھلیوں میں کیا ہے؟

گفت ایں آن فلاں میرا ہل
 اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی لکھت ہے
 طالب یزداں دانگ عیش و نوش
 خدا کا طلبگار اور میرے عیش اور ہنسا
 ہوش تو بے نے چنین پر مردہ است
 تیرا ہوش بے شراب کے ایسا نہ تھا میرا ہے
 تاجہ باشد ہوش تو نہ نگاہم سکر
 پھر نف کے وقت تھے ہوش کہاں ہوگا؟

نیست فرقے کا نہ آنجا فرق نیست

کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں فرق نہ ہو گیا ہو
 سوئی قصر آں امیر نیک نام
 ایک نام امیر کے محل کی جانب
 خشک مغربے در بلا پیچیدہ
 جس کا داغ خشک ہو گیا تھا محبت میں پھنسا ہوا تھا
 خانہ از غمیر خدا پر داختہ
 اس نے دل کو خدا کے سروے خالی کر دیا تھا
 داغہا بردا غمہا چن میں ہزار
 ماگوں پر داغ کئی مہزار تھے

روز و شب حفسد اور اجتہاد
 وہ دن رات مجاہدے سے چٹا رہتا تھا
 صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
 اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی
 در شبش آوز میں میگردے
 وہ اپنی جلدی میں زمین لے کر گھومتا تھا
 گفت بادہ گفت کن کیست کن
 اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟

گفت طالب اینچیں باشد گل
 اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟
 بادہ شیطان وانگہ تیز ہوش
 شیطان شراب اور پھر ہوش کی تیز ہے؟
 ہوشہا باید براں ہوشیست
 تیرے ہوش سے بہت ہے ہوش ہوش کا ہوش
 لے جو مرغے کشہ حید دام سکر
 لے وہ جو چہنہ کی طرف نصف کے چل میں ہے



کیسے کا زلیہ ہوتا ہے جب
 ہر یہ تیار ہوا کہے تو کشت
 اور زلیہ میں اقیانوس نہیں رہتا
 فرق جب دونوں کا فرق نہ ہوتا
 ہوتا ہے۔

۱۵۰ آج نہیں۔ وہ غم ان
 اور صاف کی شراب امیر کے
 محل کی طرف لے کر بلا پیچیدہ
 میں میں پر غصے کی کیفیت
 طاری تھی خشک مغربہ جا رہا
 کی کثرت سے اس کا داغ
 خشک ہو گیا تھا۔ اس
 زائدہ جسم حق کی آگ سے
 بچیں گیا تھا اور اس کے دل
 میں صرف حق خالی کا خیال
 تھا۔

۱۵۰ کوشاں۔ مجاہد کی
 بے پناہ مشقت نے اس کے
 دل پر ہزاروں داغ ڈال دیے
 تھے۔ کونہ میں کاشف
 شب روز مجاہد تھا بے شب
 میں اس کو بڑے جلا اور میں
 صبر و حلم کی طاقت نہ رہی تھی
 تیرے اس نے دیکھا غم میں گواہ

۱۵۰ گفت ایں۔ غلام نے
 زائدہ کے مجاہد کہا کہ یہ
 طلب امیر کے حکم ہے مجاہد
 لے گا کہ طالب حق کے ہم
 ہوتے ہیں اس کو تو زلیہ
 سے پہنچا دیتے شیطان فخر
 بنا کر ہوش کہاں رہتا ہے۔
 ہوش انسان بے شراب کے
 میں فاض ہے جگہ کے میکانی
 ہوش رکاوٹ تو ہے فخر میں
 کیا ہوش نہ سلا ہے فخر میں
 تو ایسا ہی پختا ہے جو روح
 بندہ مال میں۔

حکایت ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود و برادرش شیخ الاسلام
 ضیاء بلخ کا تعلق جو دراز تھے اور ان کے بھائی شیخ الاسلام
 تاج بلخ بغایت کوتاہ بالا بود و اس شیخ الاسلام از
 تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور شیخ الاسلام اپنے
 برادرش تنگ داشت و نوے ضیاء در آمد بدرس او و ہمہ
 بھائی سے زلت محسوس کرتے تھے ایک دفع ضیاء ان کے درس میں پہنچ گئے
 صد و بیس حاضر ہوئے بدرس او ضیاء خدمتے کرد و بگفت
 شیخ الاسلام کے تمام مجدد ان کے درس میں حاضر تھے، ضیاء نے ماضی دی اور چلنے
 شیخ الاسلام نیم قیام کرد و سرسری ضیاء گفت آ رہے
 شیخ الاسلام معمولاً طور پر آ رہے کہوے ہوئے ضیاء نے کہا بیشک آپ
 سخت درازی پارہ در و دراز خود
 بہت لمبے ہیں کراپنے میں سے ایک حق پڑایا

۱۰۰ حکایت - یہ بتایا کہ
 انسان خود ہی ہوش ہے
 غروب ہی کر تو اور جگہ
 اس حکایت سے ہمیں یہ بتایا
 ہے کہ شیخ الاسلام کا عہد
 چھوٹا تھا نہ کہ کوئے پرلے
 برادر چھوٹا ہو گیا۔
 ۱۰۱ حکایت - شیخ الاسلام غلام
 مزاج، حاد، برادر، حق پرست
 عزت و مالک حاد
 فرج - پرند کا بچہ۔

آں ضیائی بلخ خوش الہام بود
 ضیاء بلخ خوش طبع تھے
 از برای علم خلقے پیش او
 علم کی وجہ سے لوگ ان کے سامنے
 تاج شیخ اسلام دار الملک بلخ
 دار الملک بلخ کے شیخ الاسلام تاج
 گرچہ فاضل بود و دل و ذوق
 اگرچہ فاضل تھے اور دیکھتے اور سننے والے
 اوئے کوتہ ضیاء بے حد دراز
 وہ بہت چھوٹے تھے ضیاء بہت لمبے
 زیں برادر عار و ننگش آمدے
 ان بھائی سے، ان کا عار اور زنت آنی
 روز محفل اندر آمد آں ضیاء
 مجلس کے دن ضیاء اندر آئے
 کرد شیخ اسلام از کبر تمام
 شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کہا
 پس ضیاء چون دید کبر اندر سرش
 جب ضیاء نے ان کے سر میں غرور دیکھا
 وادراں تاج شیخ اسلام بود
 تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
 گشتہ دائم در لازم درس جو
 ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کو کب
 بود کوتہ قد و کوچک مجموع فرخ
 بہت قد اور چھوٹے کی طرح چھوٹے تھے
 ایں ضیاء اندر ظرافت بد فتنوں
 یہ ضیاء مذاق میں بڑے ہنسے تھے
 بود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
 شیخ الاسلام میں سینکڑوں کبر اور ناز تھے
 آں ضیاء ہم و اعظیٰ بد باہرے
 وہ ضیاء بھی باجائیت و اعظیٰ بد باہرے
 بارگہ پیر قاضیان و اصفیا
 دربار قاضیوں اور منتخب دین سے ہوا کرتا تھا
 ایں برادر را چہنیں نصف القیام
 اس بھائی کے لئے، یہ ہی آدھا قیام
 انفعالے وادحالے در غورش
 ان کے صاحب لڑنا ان کو شرمندہ کیا

۱۰۲ حکایت - شیخ الاسلام
 اگرچہ بڑے صاحب علم تھے
 لیکن ضیاء غرض نہیں میں
 ان سے بڑے ہوتے تھے۔
 آں ضیاء ضیاء باجائیت و
 واعظیٰ تھے، شیخ الاسلام کا
 ان کی بھائی بدی سے زلت
 محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔
 اختیار - برگزیدہ۔
 ۱۰۳ حکایت - قیام - نیم قیام
 کے لئے آدھے کوئے جوئے
 پس ضیاء چون دید کبر اندر سرش
 کہ وہ ضیاء نے کبر سے ہنسے
 روزانہ کو شرمندہ کیا۔

گفت اے بس درازی بہر ہنر
اند کے زاں قد سرت ہم ہدزد
انہوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت بے ہنر ہو، نہ کہیجئے
ہے سر دے تھے ہی خود سا بجا اب

رجوع بحکایت زاید باغسلام امیر

ہر کے غم کے ساتھ کمال حکایت کی طرف راہیں

پیش ترا خود ہوش کو و عقل کو
ہر نے مد ہوش کہاں اور میں کہاں ہے؟
روت بس نیاست نیل ہم بخش
تیرا ہر بہت نہیں ہے، نیل ہی مالے
درو نورے کے درآمدے غوی
اے گراہ: تیرے اندر فرہی کہ آیا ہے؟
سایہ در روزت جستن قاعدہ
سایہ عاشق کرنے کا قاعدہ، اون میں ہے
گر حلال آمدے تویت عوام
اگر وہ ہر اب، عوام کی غمراہ کیے حال ہے

ماشقاں را بادہ بخون دل بود
ماشقاں کی مشرب، خون دل ہوتا ہے
دو جنیں راہ و سیاہان مخوف
اپنے ماننے اور غمراہ جگہ میں
خاک در چشم قلا و دوزاں زنی
ترا ہٹانوں کی آگہ میں، محل جوکت ہے
نان جو حقا حرام ست فوس
خاک روئی، بھی حرام اور باغی، باغی ہے
دشمن راہ خدا را خوار وار
اٹھ اٹھنے، کے ماتہ کے دشمن کو نہیں کر
دزد را تو دست بریدن پسند
تیرے کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر
گرنہ بندی دست او دست تو
اگر تو اپنے ہاتھ دے، تو میرے ہاتھ نہ دے

چشم شاں بر راہ ویر منسل بود
آن کی نگاہ، راہ اور منسل پر رہی ہے
لے قلا و دوز خرد با صد کسوف
اور لے خوں کے رہنا سیکڑن میں ہو
کارواں را ہالک و گرہ کنی
ماند کر تباہ، اور گراہ کرتا ہے
نفس را در پیش نہ نان ہوس
نفس کے سامنے، جسوس کی مدلی رکھ
دزد را منبر منہ بردار وار
چور کے لئے منبر نہ بکھا، سدا پر خفا
از زیدین عاجزی و تش بہ بند
اگر تو کاٹنے سے عاجز ہے، انکے ہاتھ کاٹ
گر تو پایش نشکنی پایش گشت
اگر تو اپنی پاؤں دھوئے، تو میرے پاؤں نہ دھو

فروری میں روگ کو مستعد ہوا کر
خدا دھول کر لے گئے۔
چھوڑت۔ غمراہ کیا۔
سچے میں ڈرا۔ زار کے اندر
درد جسم کا ہے۔ اکتے۔
خسبہ ہر کے ہر لہر سے
پالنے کے لئے ہر ریل
کا دیا آگاہ اب اگر کوئی
دوست نہیں لگے تو اس
کا مزہ خال ہے۔ مینے۔
پیش کی چیز، غمراہ۔
اگر ہم عوام کی قربت کیے
حال ہے، لیکن نفس کی لذت
کے لئے حال میں ہر چیز
کے لئے ہر چیز ہوتی ہے۔
لے ماقص۔ ماضی غلب
کی بدلتے غمراہ دل پیچے ہیں
اور وہ راہ و دوزخ کی کھوس
کھوتے ہیں، ان کی کوشش
کی قسمت کہاں ہے، غمراہ
راہ و دوزخ، غمراہ
ہے، ان میں تو بہت سے
عوام کی قسمت ہے، غمراہ
جب غمراہ کے میں ہیں
تو کیا راہنما کی کھوس ہے
... حالت۔ ماضی کی غمراہ
کی راہنما کی کھوس ہے، تو قلا و
گراہ کر دے گی۔ تیرے ہر
ہر کی مدلی ہے، لیکن غمراہ
ماضی ہر چیز میں کی مدلی
کا لہجہ۔
لے دشت، غمراہ راہ و دوزخ
کا ہر ہے، ان کی ہر دوزخ
نیل، ماضی کی قسمت، ماضی
پیش، ماضی چلے گا۔ غمراہ۔
چور کا دھوا لانا ہر چیز

بہر کو اچھا نہ دیتے ہیں۔
گردہ جلدی۔ اگر تیرے چہرہ پر
آواز دھڑا اٹھ جائے تب
گردے کا۔ جڑے۔ اس کے
راحت سے کیوں دکھتا ہے
تو وہ کہہ کر غیبت آن کا
میں نے شرب کی خلیا پر چہرہ

تو عذرا نے دی ویشکر
نوشی کر شرب اور کت و تاسے
روز غیرت بیونگ شکست
میں نے غیبت سے خلیا پر چہرہ اور اندر دیا

بہر چہ گوز ہر نوشی خاک خور
کدے کہ دے نہر چہ اندر خاک بجائے
اوسو انداخت از لہد کجبت
میں نے غلام نے دوسری خلیا پر چہرہ اور اندر دیا

شرح

ایک امیر تھا جو کہ خوش دل۔ اور شراب دوست اور
مستوں اور عاجزوں کی جائے پناہ اور مشفق اور غریب نواز

اور منصف اور صاحبِ کرم اور لوگوں کو مال دینے والا اور دریا دل اور بڑا مرد
اور مسلمانوں کا حاکم اور راہنما اور واقف اسرار اور دُور بین تھا اور علی
علیہ السلام کا زمانہ تھا جو کہ مخلوق کی دل داری کر لے والا اور کسی کو دکھ نہ دینے
والے اور پسندیدہ شخص تھے۔

اتفاق سے ایک رات اس کے یہاں ایک صاحبِ مہمان ہوئے جو کہ امیر اور اس کے
ہم جنس اور اچھے مسلک کے آدمی تھے۔ ان صاحبوں کو درستی حالت کے لیے شراب
سُجھانہ کرنی تھی وہ طاعت کر چکا ہے اور جس کو مخالفت کرنی تھی وہ مخالفت کر چکا
غرض کہ یہ ترکیب تو ختم ہوئی۔ اس کے بعد روح کو عقوبت اور انعامات اللہ
کے ساتھ اور بہت سے اقبال ہونگے جن کو نہ کسی کان والے نے سنا ہے اور نہ کسی آنکھ
والے نے دیکھا ہے جبکہ وہ ہر روز کتم غیب میں مستور ہیں۔

یہاں سے مولانا مصنفوں ارشاد کی طرف انتقال کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اگر کوئی کان والا یعنی غافل ان کو یوں سن لیتا۔ جیسا کہ سننے کا حق ہے تو وہ
کان والا یعنی غافل ہی نہ رہتا۔ نیز اس وقت وہ فرط اشتغال
آخرت کے سبب کوئی لایعنی بات ہی نہ سن سکتا۔ اس لیے کہ ان امور کی ایسی مثال ہے
جیسے خورشید اور کان والے یعنی غافل کی ایسی مثال ہے جیسے برف۔ پس اگر یہ برف
دکان والا کھاتا ہے (احوالِ اخرویہ) کا مشاہدہ کر لیتا تو اس کو اپنی برفیت اور غفلت سے

امید کو منقطع کر دینا پڑتا۔ اور وہ خالص مساعی کی مانند ہو جاتا جو کہ لطفِ ہوا سے بل کھا کر
 زرہ کی مانند ہو جاتا۔ یعنی اس وقت وہ میطیع محض ہوتا محض سبحانہ کے حکم پر چلتا اور
 خودی میں مجبوس نہ رہتا۔ اور اسکی بعد وہ آبِ حیات بن جاتا اور درختوں یعنی طالبوں
 کے جان کی دوا ہو جاتا۔ اور ہر درخت (طالب) اس کی آمد سے خوش قسمت ہو جاتا
 وہ خود کامل اور دوسروں کے لیے مکمل ہو جاتا۔ اسے وہ لوگ جو ٹھٹھڑے ہوئے برف
 کی مانند اور احوالِ آخرت سے متحیر ہیں انکی یہ حالت ہے کہ وہ خودی میں مجبوس
 ہیں اور درختوں کے ساتھ میل نہیں کھاتے یعنی دوسروں کو ان سے فائدہ نہیں پہنچاتا۔
 اور نہ تو وہ خود کسی سے میل کھاتے ہیں اور نہ ان سے کوئی میل کھاتا ہے۔ بلکہ ان کے
 حصہ میں بخل آگیا ہے کہ وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ لیکن تاہم وہ بیکار
 نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح برف سے کچھ ٹھنڈا ہوتا ہے یوں ہی ان سے بھی کچھ کچھ
 فائدہ دوسروں کو ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ سبزہ کے بادشاہ یعنی حق سبحانہ کا قاصد
 نہیں بن سکتے اور حق سبحانہ کے فیوض کو سبزہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی وہ شیخ بن
 کر طالبین کی تربیت روحانی نہیں کر سکتے جو کہ صفت ہے کاملین کی۔ ہاں ان سے
 دیکھ کر محض۔ کیونکہ اس زمانہ میں شرابِ حلال تھی۔ اسکی پاس شراب نہ تھی اسلئے
 آقا نے کہا کہ اے غلام جا۔ اور فلاں راہب کے پاس جو کہ خاص شراب رکھتا ہے
 گھر اچھر کے ہمارے لیے شراب لے آ۔ تاکہ خاص عام کے خیالات سے ہماری جان
 کو نجات ہو جائے اور ہم اسکو پی کر مست اور بے خود ہو جائیں۔
 یہاں سے مولانا شرابِ معروف سے شرابِ عشق الہی کی طرف انتقال فرماتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ تارک الدنیا لوگوں کی جامِ محبت کا ایک گھونٹ وہ کام کرتا ہے
 جو کہ ہزاروں گھڑے اور غم کرتے ہیں۔ اور ان کے اندر وہ شرابِ یونہی باطنی
 دولت ہے جیسے کبیل میں سلطنت ہو تم ان کی ظاہری جستگی اور اس کی پھیٹی ٹوٹی
 گڈری کو نہ دیکھنا۔ اسلئے کہ یہ ان کے کمالِ باطنی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ

ہے کہ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا کرتے ہیں تاکہ چوروں اور ڈکیتوں سے محفوظ رہے اور نظر بد سے حفاظت کے لیے وہ بظاہر قابل رد ہوتا ہے اور صرف باہر سے وہ ہمیشہ قیمت مال دوداؤد ہوتا ہے اور اندر سے نہایت عمدہ ہوتا ہے۔
 سین خزانہ اور جواہرات لوگ گھروں میں نہیں رکھتے۔ بلکہ دیوانوں میں رکھتے ہیں۔ جہاں کسی کو ان کے وجود کا شبہ بھی نہ ہو۔ یونہی دولت باطنی بھی حستہ حلوں کو دی جاتی ہے تاکہ بیگانوں کی نظر بد سے محفوظ رہے۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کی دولت باطنی ویرانہ یعنی ان کے جسم خاکی میں ستور ہستی اسلئے ان کی مٹی نے ابلیس ملعون کی آنکھ بند کر دی اور وہ اس دولت کو نہ دیکھ سکا۔ اور مٹی پر حقارت سے نظر کرتا تھا۔ مگر ان کی جان بزبان حال کہہ رہی تھی کہ یہ میری مٹی میرے لیے اس خزانہ تک پہنچنے سے مانع ہے اور تو اپنی محرومی و شقاوت کے سبب اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

خیں یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو غلام نے آقا کا حکم سنکر دو گھڑے لیے اور تیز رفتاری کے ساتھ گیا اور راہبوں کے دیر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اسٹل رو بہ ان کے حوالہ کیا اور سونے کی شلی روشن شراب شراب خرید لی اور اس طرح اسے گویا کہ پتھر دے کر موتی خرید لیے یعنی شرابے لی جس کی یہ شان ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چڑھتی اور ساقی کے سر پر تاج زرکھتی ہے۔ اور جو کہ بہت سے فتنہ اور شور و شغب پیدا کرتی اور غلاموں اور بادشاہوں کو یک رنگ کر دیتی ہے۔ اور جس ان کی پڑیاں نکال کر ان کی جانیں ایک ہو جاتی ہیں یعنی ان کے امتیازات مٹ کر اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جس تحت اور تختہ دونوں یکساں ہو جاتے ہیں اور جو لوگ بھلے تیل اور پانی کی طرح آپس میں نکلنے والے تھے ان کی حالت مستی میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جان کی جسم میں اور جس طرح ہر سہ میں گیہوں اور گوشت ایک دوسرے میں فنا ہو جاتے ہیں یوں ہی ۵

سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی تفوق اور فرق باقی نہیں رہتا۔
 کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب گوشت اور گیہوں ہر ایسے بن جاتے ہیں تو پھر گیہوں
 اور گوشت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور اس وقت کوئی امتیاز ایسا نہیں رہتا جو کہ
 مٹ نہ گیا ہو۔ غرض کہ وہ غلام ایسی شراب اس امیر کی دولت سرا کی طرف
 لئے جاتا تھا۔ اتفاق سے رستہ میں ایک زاہد مل گیا جو کہ محزون اور خشک مغز۔ اور
 مصیبت عشق میں مبتلا تھا اس کا جسم دل کی آگ سے گھل گیا تھا اور اس کا خانہ دل
 غیر خدا کی محبت سے خالی ہو چکا تھا۔ عشق کی بے پناہ مصیبت اس کی گوشالی کر رہی تھی
 اور اس کی دل پر اوپر تلے ہزاروں داغ تھے۔ وہ مجاہدہ دریا صنت میں ہر وقت اپنے
 اندر محبت کی ایک نئی خلش پاتا تھا۔ اور رات دن ریاضت کو لپٹا ہوا تھا۔ تمام
 سال اور تمام مہینہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت تو اس کا صبر اور
 تحمل بالکل ہی فنا ہو جاتا تھا کیونکہ وہ وقت بالکل یکسوئی کا ہوتا ہے اور اس
 وقت خیال یار پوری طور پر اپنا کام کرتا ہے اسلئے رات کے وقت ایک غلام کو
 دیکھا کہ وہ اپنی جلدی میں زمین کو طے کرتا تھا یعنی تیز جا رہا تھا اس پر زاہد نے اسے
 ٹوکا اور کہا کہ گھڑوں میں کیا ہے اسلئے جواب دیا کہ شراب! اس پر اس نے پوچھا کہ
 کس کی ہے اسلئے کہا کہ فلاں صاحب کی ہے جو کہ بڑے عالی رتبہ امیر ہیں اس پر
 اس زاہد نے کہا کہ کیا طالب خدا کا یہ کام ہوتا ہے؟ طالب خدا ہو کر تعیش و شراب لے؟
 اور شیطان کی شراب پی کر عقل تیز ہو؟ ناممکن ہے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے جانور
 کی طرح نشہ کے حال میں گرفتار جبکہ شراب کے بغیر تیری عقل اس قدر پرمردہ ہے کہ..
 اس میں اور بہت سی عقلوں کے ملانے کی ضرورت ہے۔ تو نشہ کے وقت تیری
 عقل کی کیا حالت ہوگی پس تھے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ تو شراب کا شغل کرے
 اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آئی وہ یہ ہے

کہ ضیائے بلخ نہایت خوش الہام شخص تھے اور ان کے سائے تاج
 شیخ الاسلام تحصیل علم کے لیے بہت سے لوگ ان کے یہاں حاضر خدمت رہتے تھے

نصف قیام کیا جسک وہ قیام اور بھی کالعدم ہو گیا۔ بس اس قد کے ساتھ اتنا قیام نامناسب تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ارے عقل کے دشمن! تجھے ہوش اور عقل ہی کہاں ہے کہ تو شراب پئے۔ تیرا منہ خوب صورت بھی تو بہت ہے اس پر کالا... پٹکا بھی لگالے۔ تیری یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کیونکہ جلسیوں کے چہرہ پر کالا پٹکا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ موجب تمسخر ہوتا ہے۔

MA

ہوگا تو تیرے اندر نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ خیر اگر عقل وافر ہو اور ایسی حالت میں شراب پی لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ دن کے وقت سایہ تلاش کرتے ہیں مگر تو بے عقلی کی حالت میں شراب پیتا اور گویا کہ شب ابر میں سایہ ڈھونڈتا ہے۔ کس قدر حماقت کی بات ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ شراب حرام ہے نہیں بلکہ وہ حلال ہے لیکن اگر عوام کے لیے حلال ہو تو طابان خدا کے لیے حرام ہی ہوگی۔ (فائدہ: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت نے اس کی تفصیل کی ہے کہ عوام کے لیے حلال اور خاص کے لیے حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گو شریعت نے اسے مطلقاً حلال کیا ہے مگر خواص کو چاہیے کہ باوجود اعتقاد حلت کے اس کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو حرام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور اس کو نہایت سختی اور انتہام کے ساتھ ترک کریں کیونکہ وہ عقل کو کھو کر حق سبحانہ سے غافل کرنے والی چیز ہے) عاشقوں کی شراب تو خونِ دل ہوتا ہے اور ان کی نظر تو بجائے ساغ کے راہ اور منزل محبوب پر ہوتی ہے ایسے رستہ اور اس قدر خوف ناک سامان یعنی راہ آخرت میں اور ایسی ناقص عقل ہونا اور اس پر طرہ یہ کہ تو اس ناقص رہنمائی آنکھ میں اور خاک جھونکتا ہے اور قافلہ کو بالکل ہی تباہ اور اس کو لاواست سے گمراہ کرنا ہے۔ یہ امر نہایت ہی نازیبا ہے اسے شراب تو بڑی چیز ہے۔ میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کی رٹی کھانا حرام اور

قابل افسوس ہے نفکے سامنے تو مجھ سے کی رڈٹی رکھنی چاہیے اور اس دشمن راہِ خدا کو خوب ذلیل کرنا چاہیے کیونکہ چور کے لیے منبر مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو تو سولی پر چڑھانا چاہیے اور چور کا تو ہاتھ کاٹنا پسند ہونا چاہیے اور اس کو کاٹنا چاہیے لیکن اگر تو اس کا ہاتھ نہ کاٹ سکے تو کم از کم اس کے ہاتھ باندھ دینے چاہئیں کیونکہ اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا تو وہ تیرے ہاتھ باندھ دیگا اور اگر تو اس کے پاؤں نہ توڑے گا تو وہ تیرے پاؤں توڑ دے گا پس اپنے ہاتھ پاؤں

بچانے کے لیے اسکے ماتھ باندھنا اور پاؤں توڑنا لازم قرار پایا۔
 بھلے مانس اتو دشمن کو شراب پلاتا اور گنے کھلاتا ہے یہ کیوں! ارے اس
 کہہ کہ کیسے شراب اور کیسے گنے۔ زہر پی اور خاک کھا۔ یہ کہہ کر اسٹل جوش غیت
 سے گھرے میں پتھر مارا۔ اور وہ ٹوٹ گیا اس پر غلام گھڑا پھینک کر بھاگ گیا۔ اور
 اس طرح زاہد کے قبضہ سے نکل گیا۔

زفتن امیر ختم آلودہ برای گوشمال زاہد

ایسے وقت میں ہمارے زاہد کو سزا دینے کے لئے آیا

زفتن پیش میر و گفتش بادہ کو
 (غلام) اچھا ہے بیٹا اچھا ہے کھا شراب کہاں؟
 میر حوالتش شد و بر جنت راست
 امیر آگ بیجا ہو گیا اور سیدھا آفتاب
 تا بدیں گز ز گراں کو کم سرش
 تا کہیں اس بھاری گزشت اس کا سر توڑ دوں
 طالب معروفی ست و شہسری
 نام گیری اور شہسرت کا طالب ہے
 تا بجز نے خوش تن پیدا کند
 تا کہ کسی دھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے
 کہ تسلس می کنند باین و آن
 کہ ہما سلسا سے ملتا رہ کر رہے
 واروی دیوانہ است و فتنہ کاؤ
 دیوانہ کی دوا میں کاؤ تھاس ہے
 بے لت خربند گاں خروں کو
 گھما کہہ اس کی مار کے بغیر کب پتا ہے؟
 نیم شب آمد بزا ہدیم ست
 زاہد کے پاس آدھی رات کو آدھری گئی میں بیٹھا

زفتن۔ غلام ہوا ہوا
 امیر کے پاس پہنچا اور اس نے
 اس کو ملتا تھا اور ملتا تھا
 تانیہ داں۔

ملہ آتجہ امیر نے فتنہ سے
 کہا وہ زاہد خود گتا ہے اس
 کو آتجہ بلورف سے کہا
 واسطہ اور معلوم فتنہ کا
 طالب ہے۔ جاگتہ ہر جہت کا
 آتجہ اس کا ہر طرف درویش
 کر کہتا ہے فتنہ کا فتنہ کا
 کہنے والا ہے جو وہ سب کا
 فتنہ ہے کہ اس کا فتنہ بنا
 یا جاتا تھا۔ جتنے گتہ گوا
 لائق کے بغیر کب پتا ہے۔
 ملہ تیر امیر فتنہ میں
 ہر دھاتہ توڑیں تا زاید۔

خواستن مرزاد را ز چشم
مفتد سے راجہ کو ارغاسا پا
مرزاد ہدی شنود از میراں
راجہ اب ان را بر سے دہشہ رواقا
گفت در روز گفتن ز شتی مرد
بروہ ان کی بڑاں شتہ ورنسہ
روی باید آئینہ دارا آمین
آئینہ جیسا رہے کائناتہ پانچے

مرزاد گشتہ نہاں زیر شمش
راجہ ان کی آن کے بچے چنب می
زیر شمش اس زن تاباں نہاں
زنی بچے ماوں کی اُن کے بچے جیسا ہوا
آئینہ تانکہ رو را سخت کرد
آئینہ کر سکتا ہے میں نے شتہ کو سخت کر لیا ہے
تات گوید روی زشت خود ہیں
تا کہ تجھ سے بچے گا اپنا اعتبار بہرہ و دھوکہ

حکایت مات کردن و تلک سید شاہ ترند را
ایک سفر سے کی سید شاہ ترند کسات دینے کی حکایت

شاہ باو تلک می شطرنج خت
بادشاہ نے سفر سے کہتا شطرنج کی بازی کا
گفت شہ شہ واں شہ کبر آورش
اُس نے فرمایا کہا اور وہ شہ کبر بادشاہ

مات کردش از و دشمن شہ بیانت
لئے اُس شاہ بکات ہی بادشاہ کا غصہ ملنے لگا
یک ایک اس شطرنج میز بر سر
شطرنج کا ایک ایک ٹہرا اُس کے سر پر ملتا تھا

گمگیر اینک شہت اے قلعباں
کراسے دقت اے یہ جیسی شہ ہے
دست دیگر بافتن فسر نمود میر
امیر نے دوسری بازی کا نئے کو کہا
باخت دست دیگر و شہ مات شد
وُس نے دوسری بازی کی اور بادشاہ کو کچل گئی
بر جمید اس و تلک در گنج رفت
وہ مسخرا کرنا اور گرسہ میں چلا گیا
زیر بالشہا و زیر شمش مند
نیکوں کے بچے اور بچے نندوں کے بچے
گفت شہ ہے چہ کردی ہیست
بادشاہ نے کہا بائیں ہیں تم نے کیا کیا کیا ہے
کے تو ان حق گفت مجزیر فلما
حق دات امان کے بچے کے ملارہ کب بھی مانگتے ہیں

ضبر کرداں و تلک گفت اللال
اُس سفر نے صبر کیا اور پہنا ہوا
اوجناں لڑزاں کہ عور از ز مہریر
وہ اس طرح کا نیا ہے کہ شہ کا نئے سے
وقت شہ و گفتن و میقات شد
شہ نے کہنے کا وقت اور جگہ آگئی
شش نہر بخود فلکند ازیم گفت
نور خوت سے بچہ مندے اپنے توڑناں لے
خفت نہاں تاز زخم شہ رہد
چمپ کر پٹ گیا تا کہ بادشاہ کی مار سے نہات پکا
گفت شہ شہ شہ اے شاہ گزیر
ہوا اے منتجب شاہ اے شہ شہ شہ
پاچو تو خشم اور آتش سما
آپ بچے فیصلے آگ کے اندر دے کے مانتے

زیر شمش۔ راجہ بھاگ کر اُن
کی دیش بٹنے ماوں کی کفن
میں چمپ گیا اور ماں میں
کی مری میں بائیں ستارہ۔
گفت۔ راجہ نے اپنے دل
میں کہا کہ کسی کے شہ پر بازی
کرنے کے لئے آئینہ کا سا روپ
ہو چر وہاں چاہیے۔ اگر اُن کا
کے آئینہ روپ سے بتا تھا۔
تہ حکایت۔ اس حکایت
میں یہ بتایا ہے کہ سفر سے
نے نندوں میں پٹ کر کھانا
کر شہ کا ہاں کھڑے ہوئے
جگہ کے۔ دھوکہ دیا۔
مات کردش۔ سفر سے لے کر
کوہرہ۔ دھوکہ دیا۔
مالے کی حقیر کے لئے نہ
شہ کبر بادشاہ نے
شطرنج میں شطرنج کے کچل
لے کر گیر بادشاہ سفر کے
سفر پر شطرنج کے کچل
تھا اور کہتا تھا کہ اے میری
شہ ہے۔ کھانا۔ دقت
دست دیگر دوسری بازی
خود شہ۔ وقت شہ۔ اب
سفر کے لئے شہ کہنے کا
وقت آیا۔ بر جہ۔ سفر
بھاگ کر ایک گوشہ میں پڑ
مندے اپنے اہم ہڈاں کر
پٹ گیا۔
تہ گفت شہ۔ بادشاہ نے
دراخت کیا۔ کیا حرکت ہے
گفت سفر سے کہ شہ
کہنے کے لئے نندوں میں پٹ
گیا ہوں۔ کے تو ان غصہ
آوی سے حق بات مانوں
میں کس کی بھی باتیں ہے
در زخم برداشت کرنے
پڑتے ہیں۔

ساعتی او با خدا اندر عتاب
کسی وقت وہ نما سے غافل نہ رہے
ساعتی با محبت خود اندر جدال
کسی وقت اپنے مقتدے سے ٹٹائی نہ رہے
ہر کہ مجوس ست اندیش و دیند
بر شخص بڑا درنگ میں مقتدے رہے
تا بڑوں نایاں میں تنگیں مناخ
جب تک وہ اس جنگ نما سے باہر نہ گئے
زاہدان را در غلا پیش از کشاد
وہی لئے، نااہل کو بڑے سے پہلے تباہی میں

کر شمع خود را بدر اند ششم
کیونکہ شعلہ کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ بھڑا دیا
بے مرادی ہی ایسے نیا خوش مست
وہی دنیا کی ناہمواریاں بھل جاتی ہیں

کہ نصیب ہم رنج آمد زین جناب
کہ اس رنج سے بچے ہم کا حتم ہے
کہ ہم پیراں و ما بربدہ بال
کہ سب پر نادیں ہیں ادر ہم بال نئے ہیں
گرچہ در زہد دست باشد خوش تنگ
اگر وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا
کہ شود خوش خوش و صدش فراخ
اس کی حالت میں انسان کا سینہ تنگ رہے گا
تبع و استرہ نشاید بیج داد
تعمد اور استرہ کہیں نہ دینا چاہئے

غصہ آں بے مراد بہا و غم
ان کامیوں کے غصہ اور غم سے
بامرادی شد خوشی و سرکش مست
مراد مندی، جذبات اور سرکش ہے

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہ جرا از
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے تاجر بننے کی وجہ سے اپنے آپ کو جہاں ہاجر
وحشت و دیر نمودن دیدار و نمودن جبریل علیہ السلام
سے گواہی کا ارادہ کرنا اور جبریل صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو ان پر ظاہر
خود را بوی کے کہ میعاد از کرد و لہا و سعاد و تہا و پیش مست
کہا کہ وہ لہا کے کھانے کی وجہ سے دولتیں اور سعادیں دیکھیں گے۔

مصطفیٰ را بجز جوں بفرانختے
حضرت مصطفیٰ پر جب فریق لگے گا
تا بگفتہ جبریلش ہیں مکن
حق کو ان کی جبریل جیسے فرما رہے ہیں
مصطفیٰ ساکن شد زانندان
حضرت مصطفیٰ کو مانے سے ترک جاتے
باز خود را سرنگوں از کوہ او
پھر خود کو وہ پہاڑ سے اٹھا

خوش را از کوہ می انداختے
اپنے آپ کو پہاڑ سے گرنے کا ارادہ کرتے
کہ ترا بس دولت مست از امر کن
یہ کہ ترا بس کی وجہ سے آپ کے لئے بہت تہنیں ہیں
باز بھراں آوریدے تا حقن
پھر اسباق میں مدد کرتا
میغلندے از غم و امدودہ او
خود اور رنج کی وجہ سے گمانے کا ارادہ کرتے

ساعتی وہ کسی وقت غافل نہ رہا
ساعتی کسی وقت غافل نہ رہا
اپنے آپ کو جہاں ہاجر
ہے۔ ہر کہ مجوس ست اندیش و دیند
ہے عبادہ لاہمی کریں نہ
ہو نہ مکی میں رہتا ہے تا بڑوں
جب تک خودی کے تنگی نہ
کو نہ کرے، انکو بڑوں کی
کیفیت حاصل نہ ہوگی، تنہا
بڑوں کی کیفیت حاصل نہ ہوگی
سے پہلے جن کی بات میں
براحتہ ہر ایک خود کو
کہا کہ وہ اپنا پیٹ بھڑا دیا
یہاں میں عبادہ لاہمی کریں نہ
طرح کو خیر جن کی حالت
میں اس قدر تنگ رہتا ہے
کہ وہ مرادی کے رنج میں
ساکن رہے، آپ کو ہر
کو دیتا ہے، خود ہی دنیا کی
کامی اس کا کئے ہوئے
ہے۔ بامرادی و نمودن جبریل
ہو جاتا ہے۔ آخر میں کوہ
سے جب وہی کا انتقال
ہوا تو جن کی ایک کیفیت
ہوئی، آنحضرت نے بھی اپنے
آپ کو پہاڑ سے گواہی
کا ارادہ کیا حضرت جبریل
آگے تھے تھے آپ
کو کہتے ہوئے تھے
تھے جبریل جن کی کیفیت
جو حضرت شاہد نہ رہے سے پہلے
ہوئی تھی وہ نہایت افسوس
کا ایک گوشہ شاہد ہر وقت
حاصل تھا۔ آخر میں وہی
کے حکم سے۔ جہاں ہاجر

تھے بہت ہی آغوشہ پر
 جب تک منہ شاہ کا ہوا
 نہ ہٹ جاتا اور گوہر معصوم
 جب بھی سے نہ اپنے ہیں
 کیفیت میں بہتر ترست
 انسان دنیا کی صحبت کی
 سے اپنے آپ کو ہٹا کر
 بے تخیل کی صحبت فرما
 مصائب کی جڑ ہے۔ انکس
 انہی اور بزرگ جہاد میں
 فدا ہونے میں بھی ہرگز
 کو قربت ہے مالا مال
 انسان اس سیرت پر جان
 دیکھ جائے کہ ہے۔
 لے لے نکسہ راجہ میں
 ہر تاقابل ہمارا کہ ہے
 راجہ جس کے سرور پر کہ
 گہر قرآن ہر ماہی ہے۔
 مرد حق اس راستہ پر قرآن
 ہونے سے کیوں نہ لگایں
 حاصل ہوتی ہیں مشرق میں
 حق تسلط ہے جہاں دنیا میں
 شخص کسی دیکھ نہ لگایا
 فریاد ہوتا ہے جس میں مر
 صرف کو رہتا ہے اسے بچا
 کو نہ کہ رہتا ہے کسی ستر
 کہ انسان ہے آپ کو
 میں بہتر میں نہ کہ ہے
 دوسری نہ کہ ہے وصل میں
 نہ کہ ہے تو نہ ہر مشق ہائی
 ہے مشرق میں راجہ ہائی
 مشرق کی جیت سے ہائی
 دیکھ کر راجہ حق ان دیکھ
 فرمائی ہے بہتر مشرق میں
 مایہ شاہد۔
 تھے وہ بہتر جنت کرنے
 دیکھ مشرق میں مشرق
 حیرت طاری رہتی ہے اور
 نہ ہوتا ہوتا رہتا ہے۔
 حکمران ہر دامن لے لادہ

باز خود پیدا شد کے آں جبریل
 بہرہ جبریل خود ردنا ہوتے
 ہمچنین می بود تا کشف حجب
 پردہ کھلنے تک ہیں ہر تا رہتا
 بہر ہر محنت جو خود را می کشند
 جبکہ ہر محنت کی وجہ سے اپنے آپ کو اڑاتے ہیں
 از فدائی مردماں را حیرت نیست
 قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے
 اے خنک نکو فدا کر دست حق
 وہ قابل ہمارا کہ ہے جس نے ہم کو قربان کر دیا
 مرد حق باے فدای ایں نیست
 بہر حال مرفوعہ اس حق پر قربان ہے
 عاشق و معشوق و عشق بزوام
 عاشق اور معشوق اور عاشق کا عشق ہمیشہ
 در جہاں ہر کس فدای آں نیست
 دنیا میں ہر شخص اس حق پر قربان ہے
 کشتی اندر غروب یا مشرق
 غروب یا مشرق میں مڑا ہوا (ہما ہے)
 یا کز ایمی از حمو اهل الهوی
 لے میرے ہر اوز! اہل مشق پر رسم کر
 عفو کن لے میر بر سختی او
 لے امیر! ان کی سختی کو صاف کر دے
 تا ز جرم ہم خدا عفوے کند
 تاکہ خدا میری عجاہی صاف کر دے
 تو ز غفلت بس بگویش کشت
 تیرے غفلت سے بہت سی تعلیمیں تیری ہیں
 عفو کن تا عفو یابی در جزا
 صاف کر تا کہ بے میں تو صافی حاصل کرے

کہ ممکن ایں لے تو شاہی بے بیل
 کہے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے
 تا یا بیدار گہر را او نجیب
 یہاں تک کہ انھوں نے جیسے ہے وہ حق ہوا
 اصل محتہاست ایں خوش کشند
 یہ مصیبت کی جڑ ہے انکو کیے بڑھاتے ہیں
 ہر کیے از ماف لے سیرت نیست
 (صالح) ہم سے ہر ایک ایک صفت پر ترقی
 بہر آں کار ز فدای آں شکن
 اس کام پر ہر ستران ہر مالے کے حق ہے
 کا در و صند زندگی در کشت نیست
 جس میں نا ہر جانے میں سبکدوش نہ لگایا
 در دو عالم بہرہ مند و نیک نام
 در حق جہاں میں نصیب در اور نیک نام
 کا در راں زہ صرف عمر و کشت نیست
 کہش میں عمر کا خسہ ہوا اور جانا ہے
 کہ نہ شائق ماند انجمن مشوق
 کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے نہ مشوق
 شاکھ و مرغ النوی بعد النوی
 انہی حالت ہاک کے بعد ہاک کے کہ نہ پڑتا
 در نگر در در و بد بخشی او
 جس کے در و اور بد بخشی پر تلے کر
 زلت را مغفرت در آگند
 جیرو لغزش کو صاف کر دے
 ہر امید عفو دل در بست
 صافی کی امید سے دل وابستہ کیا ہے
 می شکافند مو قدر اندر سزا
 تقدیر (خداوندی) سزا میں مر شکاف کرتے ہیں

موشگافان قدرا ہوش دار قصہ مارا تو نیکی کو خوش دار
 قدرا خداوندی کے نکتہ چیں کیے ہوش کر تو ہمارے قصہ کو اپنی طرح سن لے
 باز بشنو قصہ میں لے دگر تابیا بی زیر حکایت صد خبر
 ہر دور سے کامیروں کا قصہ سن لے تاکہ جے جس قصہ سے سیکڑیں خبری ماک ہوں
 زمین کیمن بشفالی ذوق ششائین یعنی ہر ایک قہہ نیکرے گا جس کو دیکھے گا اور ہر ایک قہہ نیکرے گا
 اس کو دیکھے گا۔ آری شہر۔ درہے کا نام اس دور کے انجام کے قصے سن کر بہت حاصل کرے۔

طبع تک اس سے کہا۔ دگر
 نہ خود مرض میں جس سے کہا
 اور کیا سزا رہا ہے تازہ برت۔
 صحت کو نہ ہے از غم و غم
 فی ذوقی یوسف و یوسف
 ۱۰ تم میں ہر دور سے کامیروں کا قصہ سن لے
 ۱۱ اور ہر دور سے کامیروں کا قصہ سن لے
 ۱۲ اس کو دیکھے گا۔ آری شہر۔ درہے کا نام اس دور کے انجام کے قصے سن کر بہت حاصل کرے۔
 ۱۳ اس کو دیکھے گا۔ آری شہر۔ درہے کا نام اس دور کے انجام کے قصے سن کر بہت حاصل کرے۔
 ۱۴ اس کو دیکھے گا۔ آری شہر۔ درہے کا نام اس دور کے انجام کے قصے سن کر بہت حاصل کرے۔
 ۱۵ اس کو دیکھے گا۔ آری شہر۔ درہے کا نام اس دور کے انجام کے قصے سن کر بہت حاصل کرے۔

شرح

وہ غلام زاہد کے پاس سے بھاگ کر امیر کے پاس پہنچا۔ امیر نے
 کہا کہ شراب کہاں ہے اسٹل الف سے لیکر سی ٹیک سارا۔
 قصہ مفصل کہہ دیا یہ واقعہ سنکر امیر غصہ سے آگ ہو گیا اور بے تابانہ کھڑا ہو گیا
 اور کہا کہ چل بتا اس زاہد کا مکان کہاں ہے۔ تاکہ میں اس سارے گز سے
 اس کا سر یعنی وہ سر کوٹوں جو عقل سے خالی اور بد معاش ہے (مادر غریب لگا لپٹے
 اور غیر زن فاحشہ کو کہتے ہیں) وہ اپنے کتے پن کے سبب امر بالمعروف کیا جاتے
 اور وہ کسی کی اصلاح کیا کر لیا کہ وہ تو خود قابل اصلاح ہے کیونکہ ریاکار اور طالب شہرت
 نام ہے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ اس فریب لوگوں کے دلوں میں گھر کر لے اور
 لوگوں پر ظاہر کر دے کہ میں کچھ ہوں حالانکہ واقع میں اس میں کوئی خوبی بھی نہیں
 بخیز اسکل کہ وہ لوگوں سے دھوکہ بازی اور بناوٹ کرتا ہے وہ اگر دیوانہ ہو گیا
 ہے اور خواہ مخواہ فتنہ اٹھاتا ہے۔ تو میں اس کا کیر گاؤں سے علاج کروں گا کیونکہ
 دیوانوں کا علاج کیر گاؤں ہی سے ہوتا ہے (فاسطہ: کیر گاؤں سے مراد بیل کا عضو
 تناسل ہے جو کہ بجائے کوڑے اور ہنڈر کے استعمال کیا جاتا تھا) تاکہ شیطان اس کے
 سر سے بالکل نکل جائے۔ وہ بدوں سزا کے ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے
 کہ گدھے بدوں گدھے والوں کی لاتوں کے نہیں چلتے۔

الغرض وہ امیر باہر نکلا۔ گزر اسکل ہاتھ میں تھا اور آدھی رات کے وقت شراب کے کسی قدر محمود زاہد کے مکان پر آیا۔ اور چاہا کہ مرد زاہد کو مارے غصہ کے مار ڈالے لیکن وہ خوف سے اُون کے نیچے چھپ گیا اور رستی بٹنے والوں کی اُون کے تلے چھپا ہوا امیر کی گفتگو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ آدمی کی بُرائی کو اس کے منہ پر کہہ دینا آئینہ کا کام ہے جو نہایت بیباک اور دلیر ہے اور آئینہ کی طرح لوہے کے منہ کی ضرورت ہے کہ تجھ سے کہے کہ اپنا برا منہ دیکھ یعنی اس کام کے لیے بے ہاکی اور جرأت کی ضرورت ہے اور مجھ میں یہ بات ہے نہیں۔ اسلئے میں معذور ہوں۔

اب مولانا اسکل مناسب ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس زاہد کی ایسی مثال تھی جیسے دلقک کی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ بادشاہ دلقک کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ دلقک نے بادشاہ کو مات کر دی اسکل بادشاہ کو غصہ آگیا۔ دلقک نے حسب عادت شطرنج بازوں شہ شہ کہنی شروع کی۔ یسٹنک معزور بادشاہ نے شطرنج کے مہرہ لے کر ایک ایک کو مہرہ ان کے سر میں ٹھونکنا شروع کیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لے یہ ہے تیری شہ۔

دلقک نے اس مصیبت پر صبر کیا اور کہا کہ حضور مجھے امان دیں خیر یہ قصہ ختم ہو گیا اور بادشاہ کا غصہ جاتا رہا۔ اسکل بعد بادشاہ نے کہا کہ اچھا اب مجھے پھر کھیلو۔ وہ یسٹنک لویں کانپنے لگا جیسے سخت جاڑے میں ننگا آدمی کانپتا ہے لیکن مجبوراً اُسے کھیلنا پڑا اور بادشاہ کو پھر مات ہو گئی اور شہ شہ کہنے کا وقت آیا اس وقت وہ اچھل کر ایک کونہ میں گیا اور وہاں جا کر خوف سے اسکل اپنے اوپر چھ مہرے ڈال لیے اور وہ بادشاہ کی مار سے چھپنے کے لیے پھر مہرہ کے فرشوں کے نیچے چھپ رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ ارے یہ کیا حرکت! اسکل کہا کہ حضور والا شہ شہ شہ شہ۔ جناب اصل بات یہ ہے کہ آپ کے غصہ وراور آتش لباس شخص کے سامنے حق بدوں لحاف کے نہیں کہا جاسکتا۔ پس چونکہ میں نے آپ کو بات کی ہے

اور آپ کے مار سے مجھے اسلئے میں آپکو۔ فروش کے نیچے سے شہ شہ کرتا ہوں۔
 زفا ٹڈا، محشین نے شہ شہ کو بضم شین منضبط کہا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک
 یہ لفظ بفتح شین بمعنی مات ہے۔)

خیں یہ قصہ تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ جب امیر نے بہت کچھ شور و شغب کیا
 تو اس شور و شغب سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور حملہ لوگوں سے بھر گیا۔ اور انہوں نے خوشا
 کرنی شروع کی اور کہا کہ حضور یہ موقع معافی اور رضامندی کا ہے آپ اسے معاف کر دیجئے
 کیونکہ اسلئے دماغ میں خشکی آگئی ہے اور اس زمانہ میں اس کو اتنی بھی سمجھ نہیں ہے
 جتنی کہ بچوں کو ہوتی ہے اسلئے کہ اول تو وہ زاہد ہے اور دوسرے بڑھاپے ایسے اس
 میں دو ذائقے آگیا ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زہد میں اس کو بسط نہیں ہوتا ہے
 بلکہ ہنوز قبض میں مبتلا ہے کیونکہ تکلیف تو اسلئے اٹھائی مگر دولت وصال کے
 ہنوز میسر نہیں ہوئی اور اسلئے کام تو کیا مگر صلہ اسے نہیں ملا خواہ اس کی وجہ یہ ہو
 کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے اور یا یہ وجہ ہو کہ ابھی ثمرہ مرتب ہونے کا وقت نہیں آیا
 بنا ہمیں یا تو اس کی سعی کوشش کفار کی طرح بے سود ہے یا بے سود تو نہیں مگر
 اس کی جزا ایک وقت خاص سے متعلق ہے خیر کچھ بھی ہو وہ اس وقت تک کام
 ضرور ہے اور یہ تکلیف اور یہ مصیبت ہی اسلئے کافی ہے کہ وہ اس داوی پر
 خون میں بیکس ہے۔ اور اس کی آنکھیں درد سے پڑ ہیں۔ اور وہ ایک گوشہ میں
 بیٹھا ہوا ہے اور غم سے منہ چڑھائے ہوئے اور ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے اور
 کوئی اسلئے آنکھوں میں سرمہ بصیرت لگانے والا ہے کہ اسلئے اس کی باطنی آنکھیں کھلیں
 اور نہ اسے اتنی عقل ہے کہ وہ خود کوئی سرمہ معلوم کرے۔ غرض کہ وہ محض دہم اور ظن
 کی بنا پر مجاہدات کر رہا ہے اور جب تک اسکی حالت درست نہ ہو جائے اس وقت
 تک وہ بیت و لعل میں گرفتار ہے اور اسلئے ہنوز اسلئے حصول وصال کی کوئی توقع
 ہی نہیں ہے کہ عشق پرست (راحت و لذت میں ان کا مغز مرنے کا ہو گیا ہے کیونکہ کبھی
 تو وہ خدا سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس ہمارے حصہ میں تو آپ کے یہاں سے

صرف رنج آگاہ ہے اور خوشی ہماری قسمت ہی میں نہیں ہے اور کبھی اپنی قسمت سے لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ تو عروج کر رہے ہیں اور ہم لاچار اور مجبور ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبِ دوا جو شخص بُورنگ (راحت و لذت) میں گرفتار ہوتا ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور جب تک وہ اس تنگ مقام سے باہر نہیں نکلتا۔ اس وقت تک وہ خوش خلق اور عالیٰ حوصلہ نہیں ہوتا۔ اسی لیے ضرورت ہے کہ حل مشکل اور حصول مقصود سے پہلے زاہدوں کو تلوار یا استرہ کچھ نہ دیا جائے کیونکہ وہ دل تنگی اور پریشانی کے سبب اور اپنی ناکامیوں کے رنج و غم میں اپنا پیٹ پھاڑے گا اسلئے اس کو اپنی ناکامی کا سخت صدمہ پہنچو حتیٰ کہ اپنی جان بگاڑ دینا ہوتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کیونکہ آخر دی ناکامی ضرور رنج کے قابل ہے مگر بشرطیکہ واقعی ہو اور مثل عدم حصول کشف وغیرہ امور غیر مقصودہ خیالی نہ ہو۔ لیکن دنیاوی ناکامیاں اور رنج بری چیز نہیں ہیں بلکہ وہ اچھی ہیں۔ کیونکہ ان سے تذلل اور تسکن اور افتقار کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو کوئی کامیاب ہوتا ہے۔ وہ تندخوا اور سرکش ہو جاتا ہے۔

[فائدہ: یہ بھی ممکن ہے کہ بے مراد ہلے نایں دنیا سے عدم حصول کشف وغیرہ مراد ہو۔ اور مقصود یہ ہو کہ ان امور غیر مطلوبہ کا حاصل نہ ہونا ہی اچھا ہے کیونکہ ان نایلازین تنگیں مناخِ دعویٰ اور غرور پیدا ہو جاتا ہے و یوید ہذا الاحتمال قولہ ہرکہ مجبورست اندر بودنگ۔ گرچہ ورز ہرست باشد خوش بہ تنگ۔ تا بروں نایدازیں کے شود خویش خوش و صدمہ رنج فراخ

خیوایہ جملہ تو معترضہ تھا۔ اب ہم زاہدوں کے دل تنگی اور ان کی جان سے بیزاری کی تائید ایک واقعہ سے کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جب صدمہ فراق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جاتا۔ تو آپ وہاں پہنچ کر اپنے کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کی تسکین فرماتے اور کہتے تھے کہ آپ ایسا نہ کریں۔ آپ کو بحکم خداوندی بہت سی دولتیں ملنے والی ہیں مگر ہنوز ان کا وقت نہیں ہے آپ گھبراہٹیں نہیں اور صبر فرمائیں۔ اس تسکین

سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو گرانے سے رُک جاتے تھے۔ پھر بحر یوریش کو تھاتا تھا تو پھر آپ رنج و غم سے اپنے کو گرانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن پھر جہنمیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور فرماتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے ایسا نہ کیجئے۔

غرض کہ جب تک حسب دل خواہ کشف حجاب نہیں ہو گیا۔ اور گو ہر مقصود جیب قلب سے نہیں پایا۔ اس وقت تک آپ کی یہ حالت رہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ جب آدمی عام مصیبتوں کے سبب اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ تو مصیبت فراق حق سبحانہ، تو تمام مصائب بڑھ کر ہے اسکو وہ کیونکر جھیل سکتے ہیں۔ لوگوں کو حیرت ہے کہ زابد لوگ کیونکر اپنی جان دیدیتے ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ ان کو یہ حیرت کیوں ہے اسلئے کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی نہ کسی بات پر جان دے رہا ہے اور کسی کو مال مطلوب ہے وہ مال کے لیے جان دے رہا ہے اور کسی کو جاہ مطلوب ہے وہ جاہ کے لیے جان دے رہا ہے۔ لہذا پھر زابدوں کے جان دینے پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی مقصود کے لیے جان دے رہا ہے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنے جسم کو ایسے مقصود کے لیے فنا کر دے جو خدا کرنے کے قابل ہے اور وہ اہل اللہ ہیں جو کہ ایسے مقصود کے لیے فنا کرتے ہیں جس کے لیے جان دینے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں۔

اور یہ عشاق اور ان کا معشوق اور ان کا عشق سب کے سب باقی ہیں اور یہ لوگ دین اور دنیا دونوں میں نیک نام ہیں۔ رہے اہل دنیا سو ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے ہر شخص ایک مقصود پر قربان ہے جس کی راہ میں عمر کھونا اور جان دینا ہے اور یہ جان دنیا غروب آفتاب یا شروق آفتاب کے اندر ہے جہاں کہ نہ مطلوب رہے گا اور نہ طالب (مطلب) ہے کہ ان کے عشق کا تعلق عالم ناسوت سے ہے۔ جو عمل طلوع و غروب آفتاب اور فانی ہے اور اسلئے خود وہ بھی فانی ہیں اور ان کے معشوق بھی اور ان کا عشق بھی (واللہ اعلم) خلاصہ یہ ہے کہ عشق بُری بلا ہے اور عشاق کا کام پیہم بلاتیوں میں پڑنا ہے لہذا

ان کی حالت قابلِ رحم ہے پس لوگو! تم ان پر رحم کرو۔

اب مولانا بنا بر استحضار واقعہ امیر کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں اے امیر آپ بھی اس کی مصیبت پر رحم کریں اور اس کی تکلیف اور بدمستی پر نظر کریں تاکہ حق سبحانہ آپ کے قصور بھی معاف فرمائیں اور آپ کی لغزش کو مغفرت سے بھریں اپنے بھی اپنی غفلت کے سبب امر حق کے بہت سے گھڑے توڑے ہیں اور تاہم آپ عفو الہی کی توقع رکھتے ہیں پس آپ بھی اس کا قصور معاف کر دیجئے۔ تاکہ اس کے معاوضہ میں حق سبحانہ آپ کے قصور کو معاف کر دیں کیونکہ جس طرح آپ اس غریب کے مقابلہ میں بال کی کھال نکالتے ہیں یوں ہی حکم الہی آپ کے مقابلہ میں بھی بال کی کھال نکالے گا۔ پس آپ موشگافانِ تقدیر کو نظر انداز نہ کیجئے اور ان کا لحاظ رکھئے اور ہماری نصیحت کو خوب بھی طرح سن لیجئے!

اس گفتگو کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا! اب پھر اس امیر کا قصہ سنو کہ اسٹل انہیں کیا جواب دیا۔ تاکہ اس واقعہ کی تم کو بخوبی اطلاع ہو جائے۔

(فائدہ: واضح ہو کہ ہم نے عفو کن اے میر بر سختی اور الخ کو خود مولانا کی سفارش قرار دیتا ہے اور اس کے تین قرینہ ہیں قرینہ اول سفارش عام ہے جو مولانا نے کیا اور امیر اہل النوی الخ سے فرمائی ہے اور قرینہ دوم اختلاف طرز سفارش ہے کہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے۔ اور اس سفارش میں شان ارشاد غالب ہے اور تیسرا قرینہ مولانا کا قول باز بشنو قصہ میر آں دگر الخ سے جس معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گفتگو خود مولانا کی تھی واللہ اعلم)

جواب گفتن امیر مرآں شفیعیان زاہد را کہ گستاخی چرا کردو
 امیر کا آن ناپ کے سفارشیں کو جواب دینا کہ اس نے گستاخی کیوں کی؟
 شہوی مارا چرا بشتکست من دیریں باب شفاعت قبول
 اور ہمارے غصہ کیا کیوں تڑپی؟ میں اس مسئلے میں سفارش قبول
 نخواہم کرد کہ سو گند خورده ام کہ سزای او بدہم
 بدوں گا میں کو میں نے قسم کھائی ہے کہ اس کو سزا دوں گا

لے تیرکت۔ سفارش کے
 جوابی امیر نے کہا کہ اس
 لاکھ کے بخت ہوئی کہ
 میری کئی ہندی میری کار
 ڈھیر ہی گند ہے تو دوتا
 ہوا گند ہے کہ خوف ہے
 لپٹے پچھے چھڑا ہوا ہے
 میرے سامنے اللہ ہے
 میں ہاں ہے۔ جہاں اس نے
 میرے قوم کو تالیف کیا
 کے سامنے غرض کیا۔
 لے عورت۔ میں نہیں
 شرب۔ ہادی جڑا کے فنی
 سے بھی نہ تھمت کی حق
 اور اب نہ کہ عورت کی حق
 کو میں نہیں کیا۔ یہاں
 میرے حق سے ہی کیا
 اگر یہ نہ ہو تو کیا
 ہی تیرے کہ کہ کہ کہ
 وہ خود۔ ان کی حق کو
 گئے کہ میرا تیرا ہی
 کو دہا کرے گا۔
 لے جانی تمام۔ وہ عہد
 کو نہ میرے کہ کہ کہ
 نہ ہائے کہ کہ کہ کہ
 پھر کے زلزلے گئے ہیں
 ہی کہ وہاں سے ہی صل
 لے۔
 لے خیریت۔ ار کہ خود۔
 اس کا چنانکہ کہ دوسرے
 حیرت حاصل کر کے ہیں اور
 ان کی ایسی گستاخی کی جرات
 نہ ہوگی۔ ان کا وہاں
 کام نہ تیری اللہ جلد ہی ہے

میر گفت اکل کیست تانگے زند
 امیر نے کہا کہ کرن ہوتا ہے کہ پھر اسے
 چوں گند سازد ز کویم شیر زر
 جب جبرے کہ ہے ز شیر زر گند ہے
 بلکہ بگذازد ز ہیبت پنجر را
 بلکہ خوف سے پنجر کہ چھڑا جائے
 بندہ مارا چسرا آژرد دل
 اس نے ہارے تمام دل کیوں دکھایا؟
 شہریت کاں بز خون اوست
 وہ شرب جو اس کے خون سے بہتی ہوئی ہے
 لیک جل از دست من او کے زرد
 لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بھاگے گا؟
 تیر قہر خویش بر پزیرش زخم
 میں اپنے قہر کو تیرا ہی کے ہنسی پر اندوں گا
 و رشود چوں ماہی اند آب
 اگر وہ چوں کہ طرح ہاں میں گھس جائے
 جاں نخواہد برد از خمیر من
 وہ میرا خواہے جان نہ بھاگے گا
 گر زود رنگ سخت از گوشم
 اگر وہ میری گوش سے نکلتا ہے پھر ہاتھ
 من برانم بر تن او ضربتے
 میں اس کے جسم پر ایسی ضرب دوں گا
 کہ بو مرد بگراں راعبہ
 جو مردوں کے لئے راعبہ حیرت ہوگی

اور یہ کہ اس نے اپنے بھائی
کا حال کیا ہے سب سے تو
کہتا تھا مجھ سے بھی نہیں
مٹا رہی اب اس کو اور
اسی جیسے سینکڑوں کو سزا دینا
تھیں اس لیے کہ اس قدر
آرام تھا کہ اس کے گھر سے آگ
کے نکلنے سے نہیں دھکتے

کارا و سالوس و زرق و جلیست
اس کو کام کر اور فریب اور جلد ہے
باہمہ سالوس و با مانیہ زہم
سب کے ساتھ کر اور ہمارے ساتھ بھی
برز سرش چنداں زخم گرز گراں
ہماری گرز اس کے سر پر اتنے ادریں
خشم خونخوارش قدہ بد سرکشے
اس دلیمر کا خونخوار غصہ ہے قابو نہ کیا تھا

ایک مقصود شس بیان شہریت
لیکن اس کا مقصد نہایت ظاہر کرنا ہے
راؤ او و صد چاؤ او اس دم دم
پس اس کا اور اس جیسے سینکڑوں کا بھی انصاف
کو شمش پیروں زود جان زرواں
کو اس کے ہم سے روح اور جان بہر نہیں ہے
ازد ہاش می برآمد آتشے
اس کے منہ سے آگ نکلتی رہی تھی

ش

امی نے جواب دیا کہ وہ ہمارے گھر کے کو پتھر مار کر توڑ دینے والا
کون ہوتا تھا اور اس کیوں توڑا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ جب
ہمارے کوچہ شیر زگزر تھا تو وہ بھی بہت ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے۔ بلکہ ہمیت سے
اپنا پنجہ ہمارے کوچہ میں چھوڑ جاتا ہے یا یوں کہو کہ اپنا زور اور سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور اٹھتا
ہمارے قہر کے سامنے چپوٹی ہو جاتا ہے اور باوجود اس کی اس میری گستاخی کی پس
وہ ضرور قابل سزا ہے آخر اس کی ہمارے غلام کو کیوں ستایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو
اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ ہم اسے ضرور سزا دیں گے اس کی وہ شراب
گرائی جو کہ اس کی خون سے بہہ رہی تھی۔ پھر اس کا خون کیوں نہ بہایا جائے اس کی گستاخی
کی۔ مگر اب عورتوں کی طرح ہمارے سامنے سے بھاگ گیا لیکن وہ اس تدبیر سے
بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر پرندہ بن کر ہوا میں اڑ جائے گا تب بھی ہم سے جانبر نہ ہوگا
ہم اپنے قہر کا تیرا اس کی پر پر ماریں گے اور اس کی ذلیل پر و بازو توڑ ڈالیں گے اور اگر
وہ پھل بن کر پانی میں چلا جائے گا تب بھی وہ نجات نہ پائے گا کیوں کہ میرے خوف
وہاں بھی وہ برباد ہو جائے گا۔

الغرض! وہ میری تلوار سے نجات نہیں پاسکتا خواہ وہ سینکڑوں تدبیریں
کر لے اگر وہ پتھر میں بھی گھس جائے گا۔ تب بھی میں اپنی کوشش سے اسے پتھر میں

سے نکال لوں گا اور اسکی جسم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ اس کا کام سکر اور فریب اور حیلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ برا ہو۔ مگر بایں ہمہ اس کا مقصد یہی نیکنامی کا ظہور ہے خیر اوروں کے ساتھ تو وہ سکر کرتا ہی تھا۔ ہم سے بھی فریب کرتا ہے پس میں اس کی اور ایسے سینکڑوں کی بھی گت بناؤں گا اور اسکی سر پر اتنے گرز ماروں گا کہ اسکی جسم سے جان نکل جائے۔ الغرض اس کا خونخوار غصہ سرکش ہو گیا تھا جو کہ کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا اور اسکی منہ سے آگ نکل رہی تھی۔

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لایہ کردن

اِس بابہ کے ہندوؤں اور سفارشوں کا اہم کے ہاتھ پاؤں کو دبا دبا کر

شفیعان ہمسایگان اہل

دینا اور خوشامد کرنا

چند بوسیدند دست و پای او

اِس کے ہاتھ پاؤں بہت چمے

گر بُد بادہ تو بے بادہ خوشی

اگر شراب ہاتھ دے تو بے شراب کے بچے ہیں

لطف آب از لطف تو خسر خورد

پانی کا لطف آپ کے لطف پر مرت کرتا ہے

اے کریم ابن الکریم ابن الکریم

اے دانا دانا کے بچے، دانا کے بچے

جملہ مستان را بود بر تو خند

تمام مستروں کو آپ پر خند ہے

ترک کن گلگونہ تو گلگونہ

تو غول کو چھوڑ، تو غول غول ہے

لے گدای زنگ تو گلگونہا

مال تیرے رنگ کے بھاری ہیں

اِس شفیعان ز دم دیہائی او

اِس سفارشوں نے شکستہ دیا، دوسرے کی وجہ

کالے امیر از تو شاید کیں کشی

کہ اسے امیر بد دینا آپ کے مناسب نہیں ہو

بادہ سرمایہ ز لطف تو برد

شراب آپ کے سرو سے سرمایہ، ماس کرتا ہے

بادشاہی کن بخشش اے حمیم

اے دم کرنا، بادشاہی کو لاکھ بخش لے

ہر شرابے بندہ اِس قد و قد

ہر شراب اِس قد اور زُصار کی غلام ہے

بجی محتاج مے گلگون نہ

تو کسی گلگون شراب کا محتاج نہیں ہم

اے نیکو زہرہات شمس اٹھا

تیرا زہرہات رخ دن چمے کس سے

اِس آن سفیاء سفارشوں

نے دوبارہ اِس امیر کے ہاتھ

پاؤں عرب چمے بیکش

بد دینا، گر تشریف امیر سے

کہا اگر آپ کی شراب ضائع

ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے

آپ بغیر شراب کے ہیں تو

بچے ہیں۔ بادہ شراب تو

آپ کے سرو سے سفیاء

ہے اور پانی کی باگز کی آپ کی

باگز کے سامنے ہی ہے۔

اِس ہر شرابے۔ آپ کا

اور زُصار بغیر شراب کے نہیں

اور زُصار ہے اور آپ

میں بغیر شراب کے وہ شکر

کشت اِس پر حور کرتے

ہیں۔ بیچے۔ آپ کو رنگ خود

گلگون ہے آپ کو گلگون شکر

کی اور گلگون کی کیا ضرورت ہے

اِس قہر۔ جبکہ آپ کا رنگ خود

خود ہے اور گلگون آپ کے

رنگ کا محتاج ہے تو کیا کہ

شراب رکھ کر ہے نہ گل۔

بات۔ خوب ہی وجہ ہے
 وہ آپ کے چہرے کے شوق
 کی وجہ سے ہے۔ اسے ہر
 سانس میں کھڑے کی یاد تازہ
 ہے۔ تو آپ بہت جلد
 ہیں زاپار عدم کے کیا
 کر گئے۔ خوشی میں آپ خود
 بہت خوش ہیں جس شراب سے
 خوشی حاصل کر کے کیا کر گئے۔
 ۵۲۔ تیرے گستاخانہ
 پر انسانی نفیلت کے
 بیان میں قرآن پاک میں ہے
 وَلَقَدْ كُذِّبَتْ عَنَّا آدَمُ
 اور آدم نے آدم کا طوطا
 کو خرشہ بھڑکے ہے۔ قرآن پاک
 میں ہے: اِنَّمَا عَلَّمَنَّ الْطُيُورَ
 ۔ بیشک ہم نے آپ کو خرشہ
 کی ہے اگرچہ یہ آخستہ کی
 خصوصیت ہے لیکن بغیر
 آخستہ کو انسانی اس چہرے کی
 وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔
 بحرین، بطن، جوہرست۔
 انسان بنو آدم ہر کے ہر
 عام کا خاکہ بنو آدم کے
 ہے قرآن پاک میں ہے تِلْكَ
 كُنُوزُ عَالِي الْأَرْضِ جَنَّاتٍ
 جو کہ زمین میں ہے وہ تہی
 کے پیر کیا گیا ہے۔ جنت میں
 جبکہ انسانی کے بغض میں
 قرآن پاک ہے کہ وہ جنانہ
 کرنا ہے۔
 ۵۳۔ قدرت کا انسان
 انسانی کی زندگی ہے۔ حق
 کے آداب۔ انسان
 ہے اور کائنات انسانی ہے
 جو ہر شے شاہ خود کا
 ہے۔ جان۔ روح مجروح
 کہ اور کیف سے منتظر ہے۔
 غصہ۔ دوسرے میں بھی
 صورت میں آتا ہے۔

شرح

ان سفارشی لوگوں نے اس کی گفتگو اور شہرِ شغب کے سبب بہت کچھ اسکے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ اے امیر آپ کو اس انتقام لینا مناسب نہیں کیونکہ اگر شراب جاتی رہی تو اسکی جانے سے آپکے اندر کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اور اسکی آپکے کمال میں فرق نہیں آیا۔ بلکہ آپ تو بدوں اس کے بھی اسی طرح اچھے ہیں جیسے پہلے تھے تو جبکہ اس کے جانے سے آپ کا کچھ ضرر نہیں ہوا تو آپ انتقام کی فکر کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے خوبی کی تو یہ حالت ہے کہ خود شراب اسکی خوبی حاصل کرتی ہے اور آپ کی پاکیزگی کی تو یہ حالت ہے کہ اس پر پانی کی پاکیزگی کو حسرت ہوتی ہے۔ پس اے رحیم اور کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے آپ بادشاہی کو کام فرمائیے اور اس کا قصور معاف کیجئے۔ صاحب شراب کی تو یہ حالت ہے کہ وہ آپکے قد اور رخسار کی لونڈی ہے اور تمام مشنوں کو آپ پر رشک ہوتا ہے کہ آپ ایسی شراب رکھتے ہیں جس کی شراب معروف لونڈی ہے یعنی شرابِ حسن۔ پس آپ کو بادہ گلگوں کی اصلاً ضرورت نہیں ہے آپ اسکی جانے کا افسوس نہ کریں۔ اے امیر! آپ کا زہرہ کی مانند چہرہ خود آفتاب چاشت کی مانند ہے اور گلگوں آپکے رنگ کے گدا ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ اسکو بالکل ترک فرمادیں کیونکہ آپ تو خود گلگوں ہیں۔ آپ کو شراب پی کر چہرہ کو گلگوں بنانے کی کیا حاجت ہے۔

شراب جو غم میں جوش کھاتی ہے تو یہ اس کا اس طرح جوش کھانا آپکے چہرہ کے اشتیاق میں ہے۔ اچھی آپ تو سرا سر دریا تھے خوبی ہیں پس آپ تم یعنی اس معمولی خوبی کو کیا کریں گے جو کہ شراب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آپ تو سرا پا ہستی کمال ہیں۔ آپ کمال شراب کو کیوں طلب کرتے ہیں جو کہ آپکے کمال کی مقابلہ میں بمنزہ دم کے ہے اور آپ عقل کے لحاظ سے ماؤ تا باں ہیں۔ آپ شراب کو کیا کریں گے جو کہ اسکی لئے بمنزلہ نگرہ کے ہے اور آپ کی تو یہ حالت ہے کہ آپ نئے حسن کے مقابلہ میں آفتاب شرمندہ ہے۔ اور آپ تو سرا پا خوبی۔ اور سرا سر خوب اور ہر خوبی کی کان ہیں آپ شراب کا احسان کیوں لیتے ہیں۔ آپکے سر پر گھنٹا کا تاج ہے اور اعیناں اکوثر

کا طوق آپ کے سینہ پر لٹکتا ہے یعنی معظم و مکرم ہیں اور خدا نے آپ کو بہت کچھ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ پھر آپ اپنے کو ایک ذلیل اور خیس شے شراب کا محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔ یہ باتیں آپ کے شایاں نہیں ہیں آپ شراب کا خیال چھوڑیں اور زاہد کو معافی فرمادیں آگے مولانا مطلق انسان کی حالت کی طرف انتقال فرماتے ہیں امد کہتے ہیں کہ انسان متبوع ہے اور آسمان وجود میں اس کا تابع اس لئے وہ بمنزلہ جوہر کے ہے اور آسمان بمنزلہ عرض کے۔ اور آسمان ہی کی تخصیص نہیں۔ بلکہ تمام ممکنات خلقت میں اس کے تابع ہیں اور وہ مقصود بالخلقت پس ہم اس کے کہتے ہیں کہ اسے وہ شخص جو کہ اس قدر عالیٰ مرتبہ ہے کہ عقول و تدبیرات اور ہوش تیرے خادم ہیں۔ تو نے اپنے کو اس قدر معمولی قیمت میں بیچ بیچ رکھا ہے کہ ادنیٰ اور معمولی لذت کے لیے ہر خیس شے کا غلام بنا ہوا ہے اسے تیری خدمت تو تمام کائنات پر لازم ہے پھر تو اپنے غلاموں کا غلام کیوں بنا ہوا ہے اور ان سے اپنے خدمتوں کا صلہ کیوں چاہتا ہے بھلا کہیں جوہر بھی اعراض سے خدمت کرتا۔ اور ان کے کوئی منفعت چاہتا ہے ہرگز نہیں۔ پس تو کیوں چاہتا ہے۔

ہائے افسوس تو کتابوں سے علم چاہتا ہے اور بھوسے کے حلوے سے لذت چاہتا ہے کس قدر غضب کی بات ہے۔ ارے تیرا مقصود اصلی تو صرف علم لدنی اور لذت وصال حق ہونا چاہیئے۔ اور کتب اور حلوے اسبوس وغیرہ کو خدمتگاروں کے درجہ میں رکھنا چاہیئے اور ان سے یوں کام لینا چاہیئے جیسا کہ خدمتگاروں سے لیتے ہیں مگر تو نے خود ان کو مقصود اصلی بنالیا ہے اور ان کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے تو تو علم حقیقی کا ایک سمندر ہے جو کہ تیری یعنی علم ظاہری میں مستور ہو گیا ہے اور گو تیرا قدیم گز کا ہے مگر تیری جامعیت کمالات میں جو کہ درجہ استعلا میں تیرے لیے حاصل ہے۔ ایک عالم حیران پس جبکہ تیری حالت یہ ہے تو شراب یا جماع یا راگ بلے کیا چیز ہیں کہ تو ان سے نفع اور نفع کا طالب ہو۔ تو تو ایسا ہے جیسا آفتاب! اور دیگر اشیاء ایسی ہیں جیسے ذرہ! بھلا کہیں آفتاب بھی ذرہ سے کمال کا طالب ہوتا ہے ہرگز نہیں تو پھر تو ان سے کیوں طالب ہوتا ہے نین تیری ایسی مثال ہے جیسے زہرہ اور دوسری اشیاء کی ایسی

مثال ہے جسے چنگاری۔ پھر کہیں زہرہ بھی چنگاری سے کوئی مقصود حاصل کرتا ہے جبکہ نہیں کرتے تو تو کیوں کرتا ہے۔ افسوس کہ تیری روح جو خود بے کیف اور عالمِ ناسوتی سے خارج تھی۔ کیف یعنی عالمِ ناسوت میں گرفتار ہو گئی ہے اور اس طرح اُسکی کمالات مخفی ہو گئے ہیں اور اس لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ آفتاب گرہ میں آکر گہن میں پڑ گیا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے (فائدہ کا علم ہیئت میں یہ امر مقرر ہے کہ جب آفتاب اور مارتاب عقدہ داس یا ذنب پر مجتمع ہوتے ہیں تو سورج گہن ہوتا ہے پس آفتاب جس عقدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے اور جس عقدہ کو مایہ ہے کسوف آفتاب ہے۔)

باز جواب گفتن امیر مرثعیہاں را

گفت نے نے من حرفیاں مہم
اس نے کہا نہیں نہیں زلفاں شریکِ دوست ہو
وارہیدہ از ہم خوفِ اُمید
میں سب غمخوار اور امیدگاہاتِ پیچھے ہو
من چُناں خواہم کہ بچوں یا میں
میں ایسا چاہتا ہوں کہ بائیں کی طرح
بچو شاخِ بید گرداں بچِ ورا
میں اور وہاں میں بانیِ گریہ کی شاخِ کرب ہو جا

من بدوقتِ این خوشی قانع نیستم
میں اس خوشی کے لذت پر قانع نہیں ہوں
کثر جمعی گردم بہر شوقِ چو بید
بہد کہ طرح ہر جانب کو بھر رہا ہوں
کثر شوم گا بھر چُناں گاہے شکیلی
جنموں، کبھی یوں کبھی یوں
کہ ز بادش گوند گوند زلفِ بہات
جس کے ہوا کی تھوہر طرح کے جسم ہیں

شرح امی کے جواب دیا کہ ہم ان باتوں کو نہیں سنتے ہم کو شراب سے تعلق ہے جس کی تم نے ذکر کیا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر امید و ہم سے چلا ہو کہ ہر طرف بید کی طرح جھوٹے۔ اور ہم کو تو بس یہ مطلوب ہے کہ یا مین کی طرح کبھی ادھر جھک جائیں اور کبھی اُدھر۔ اور اس شاخ بید کی طرح جو کہ ہوا کے سبب طرح طرح رقص کرتی ہے۔ ہم بھی کبھی بائیں جانب حرکت کریں اور کبھی انیں جانب۔ اور یہ بات سوائے شراب کے اور شے میں نہیں ہے لہذا ہم کو شراب کے سوا کوئی چیز مطلوب نہیں ہے

آنکہ خورک دست با شادی نے
 جس شہد سرت کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو
 انبیاء ازل میں خوشی بیڑی شد
 انبیاء میں خوشی سے ہی نے ہمیں جو گئے
 زانکہ جاں شاں آن خوشی اویز
 کیونکہ ان کی جان نے اس خوشی کو رکھا ہے
 ہر کہ را نور حقیقی رُو نمود
 جس کے لئے حقیقی نور خدا ہو گیا ہو
 وانکہ در جوع او طعام اللہ خورد
 اور جو غصہ ہو کہ میں خدا کا کسا کمانے
 وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں
 اور جو غصہ گلستاں میں سرا ہوا ہو

اللہ آن خوشی اللہ کی خوشی
 اس خوشی کا نام ہے خوشی
 ہر کہ حقیقی نور کے الفاظ
 ہر کہ تاریک ہے۔ قاکر۔
 صریح شریف ہے۔ انجور
 عطاء اللہ بیرون پسو
 اللہ بخشن۔ ہر کہ اللہ
 کا ہے جس کے اندر خوشی
 کوئی چیز ہے۔ حقیقی۔
 اللہ کی خوشی حقیقی خوشی
 کا ہے خوشی۔

اللہ بدن گند میں حسن
 استقامت اور میں مال سے
 سیر نہیں ہوتا اس قدر
 سے کار کش نہیں ہوتا
 مال نہ حقیقی کے ماضی کا

اللہ اجبت زور میں عالم
 اکمل کا ماضی۔ مردہ میں
 دنیا کا کار کش۔ تقدیر
 اس وقت میں عالم آخرت
 کی زندگی اور دنیا کی زندگی
 بتائی ہے۔

اس خوشی کے پسند خواجہ کے
 اس خوشی کو کہ پسند کرتا ہے اللہ عباد کے
 کہ سرشتہ در خوشی حق بُدند
 کیونکہ اللہ اپنے کی خوشی میں گندے جنتے
 اس خوشی با پیش شاں بازی ہو
 یہ خوشیاں آپ کے لئے کیں لڑاں ہیں
 کے شود قانع بت ای کی و دود
 وہ اچھے اللہ بھی بہک تمام کرتا ہے؟
 کے زمان و شور با حسرت بُرد
 وہ دونی اور خود کے کتناک کرتا ہے؟
 میل گلشن کے کُند چوں باہر
 وہ یہ قوں کی طرح غشی کی خوشی کہ کرے؟

چوں کُند مخمور دوری از شراب
 شرابی، شراب سے کیسے دور ہو؟
 صبر نلند ہیج رخوار از طیب
 کوئی بیمار، طیب سے صبر نہیں کرتا ہے
 مردہ راجوں در کشد اندر کنار
 وہ مردے سے جن گیر کب ہوگا؟
 کوئدار در جہاں از دل خبر
 جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

چوں کُند مستقی از آب اجتناب
 استقامت اور میں پانی سے کیسے پرہیز کرے؟
 سیر نور ہیج عاشق از حبیب
 عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے
 بابت زندہ کسے چوں گشت یا
 جو شخص زندہ معشوق کا دست ہر گز ہو
 مردہ راکس در کنار آرد مگر
 اس مردے کو وہ جن میں سے

تفسیر اس آیت کہ وَلَئِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ
 اس آیت کی تفسیر کہ آخرت کا گھر ہی زندہ ہے حالانکہ وہ جانے نہیں۔
 کہ در دیوار و عرصہ آں عالم و آب کوزہ و میوہ و درخت
 کیونکہ اس عالم کے در دیوار اور عرصہ اور پانی اور میوہ اور درخت
 ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو بہت آں فرمودہ مصطفیٰ
 سب زندہ ہیں اور اپنی کرتے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ اَلْذُّنُبُ حَیْفَةٌ وَطَالِبُهَا کَلَابٌ
 سب گناہ حیوان ہیں اور دنیا مڑا رہی ہے اور اس کے پیچھے لگتے ہیں

اگر آخرت راجیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے حیفہ
 اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوئی آخرت ہی مردار ہوئی
 راز میرائے مرد گیش جیفہ گویند نہ برائے نبوی رحمت
 جس کے ترہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں، مذکور کردہ کی وجہ سے

اُس جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ ماند
 جسک اُس جہاں کا ذرہ ذرہ زندہ ہے
 در جہاں مردہ شان کی رام نیست
 مردہ چنان سمان کو رامت نہیں ہے
 ہر کرا گیش نبود بزم و وطن
 جس شخص کی مجلس اور وطن بھی ہو
 جای روح پاک عیسیٰ نبی بود
 پاک روح کا مقام عیسیٰ میں ہے
 جای بلبل گلبن و سرس بود
 بلبل کا مقام، بوٹا اور سرس ہے
 بہر محمود خدا جام طہور
 خدا کے منت کے لئے مشروب، جام کا جام ہو
 ہر کرا عدلی عمرہ نمود دست
 جس کے لئے عمرہ کا انصاف نمودار ہوا
 دختر اں را لبعت مردہ دہند
 لڑکیوں کو مرنے لڑکیاں دیتے ہیں
 چوں نثار نماز قنوت زور دست
 جسک جوان کی توجہ باز نہیں رکھتے
 کافر اں قایل بہ نقش انبیا
 کافر انہیں سب کی تصویریں بر قانع ہیں
 وائ جہاں مارچور ذرہ رشتہ
 وہ جہاں ہوائے رشتہ رشتہ کی طرح ہے
 وائ یکے نقشش نشتہ در جہاں
 ان کا ایک نقش دنیا میں ہمیشہ ہوا ہے
 ایں دہاش نکلتہ گویاں باطیس
 اُن کا چہرہ ہمیشہ گویاں باطیس ہے
 نکلتہ داند سخن گویندہ اند
 وہ نکلتہ کو کہنے والے ادبات کر دے ہیں
 کایں علف جز لائق انعام نیست
 کیونکہ یہ چار بھادوں ہی کے لائق ہے
 کے خورد او بادہ اندر گو سخن
 وہ ہنسی میں مشابہ کب پئے ہو؟
 جای روح ہر جنس سچیں بود
 ہر پاک روح کا مقام سچ میں ہے
 کرم باشد کیش وطن سرگین بود
 کیرا ہوتا ہے، جس کا وطن گرم ہوتا ہے
 بہر ایں مرفان کو ریاں آپ شور
 ان اندھے پرندوں کے لئے گاری ہاں ہے
 پیش او حجاج خونی مالدست
 اُن کے لئے عربی حجاج مسکف ہے
 کہ ز لب زندگان بے آگہند
 کیونکہ وہ زندوں کے کھلے وقت نہیں ہیں
 کو دکاں را تین چو تین بہترست
 بچوں کے لئے گودی کی تلوار بہتر ہے
 کہ نگاریدہ ست اندر دیر را
 جو کہ انھوں نے گریبا گمروں میں بنا رکھی ہیں
 ہیج ماں پر دای نقش سانی نیست
 ہیں تصویر اور سایہ کی کچھ ہمت نہیں ہے
 وائ در نقشش چو در آسمان
 اور اُن کا دوسرا نقش ماں کی طرح آسمان پر ہے
 وائ در باحق با گفتار وائیں
 اور وہ در باحق (قلعہ) کا حکم اعلیٰ دست ہے

سے چیتھ۔ مردار شان۔
 یعنی اپنا آخرت۔ علف چیتھ
 چادہ یا کاکام چر جائے۔
 حرمین پیش۔

لے ملتیں۔ جنت کا اصل
 مقام ہے جہنم کا کرا
 مقام ہے گرم۔ کرا۔ گرم
 گرم۔ جہنم کا خاصا خدا
 ہیں وہ مشرب طہور ہیں۔
 مرفان کر۔ دنیا دار۔ جنت۔
 یعنی یہ نقش کا پنا گہتہ
 کھانا گویا۔ کتب زندگان۔
 میں خاں بیاد۔ مملکت
 جان نقش یعنی بت تصویر
 سے ماں جہاں چو کہ
 ہمارے لئے عالم آخرت
 روز روشن کی طرح ہے ہذا
 ہیں تصاویر کی کوئی بنیاد
 نہیں ہے۔ نقش دسایہ۔
 تصویر نقش سے اس کے
 ہنسی ہے۔ کچھ نقش۔ انبیا
 کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے
 اعلیٰ نقش ماں یاں ہوتا ہے
 ایں کایں۔ ظاہری نقش کے
 اعضا دنیا کے کاموں میں جو
 ہیں اور دوسرے اعضا حق
 حق کے ساتھ معترف رہتے
 ہیں۔

تھے گوش کا ہر نگاہی کان
السنوں کی ہنسی سننا ہے
انہی کان ادا قضا کے ہر
سننا ہے چشم کا ہر نگاہی
انہوں سے انسان کے لیے
دیکھتے ہیں آواز کے اندر
کے ہاں میں ہے کہ اگلی آنکھ
لے نہ بھی برقی اور دگرشی کی
بلک سمجھ دیکھا یعنی اور بدشاہ
خیزیں حیران رہتے ہیں۔

لے صورت مہندی
کرنی کے تابی میں مہم
ظاہری کان و کان کا پائے
ہے۔ کان میں مہم غریب
اور کان سے پاک ہے تو کد
میں مہم غریب۔ اہل موت
قرن۔ قرین ماحول میں مہم
غریب اہل آواز کی ہے
لے ہستہ جبر طریقی
کے لہجہ میں اس طرح نام
بہ آدہ ہیں۔ وہاں تو کد
وہاں اور آواز کے مہم
کا مال۔ تاکہ چاہتے ہیں
بیت اور اس بیت القیاس
کا نام غزلت۔ اب اس کو
دنیائی کی صورت ہے نہ
چو کد کی کہ غزلت میں اشد
توان کے ساتھ ہے خواہ
کے کے حجاب نہیں جاکھ
شب بیکار۔ یہی اس کے
لے ہر وقت دن ہے وقت
کی تاریکی اس کے لے کے حجاب
نہیں ہے۔

تھے ملت۔ میں نہ اس
میں مہم ہے نہ ہر مہم کی
ضرورت ہے۔ ہر مہم میں
کی شدت ہے۔ وہاں
اور بیت۔ گفت۔ وہاں
اور صاف ہر مہم سے ہر مہم
ہر مہم کا وہاں ہر مہم

گوش ظاہر ضبط طایں افسانہ کن
ظاہر کان اس افسانے کو سننے والا ہے
چشم ظاہر ضابط علیہ بشر
ظاہر آنکھ انسان کے لیے کو مہم دیکھنے والا ہے
دست ظاہر می کند داد و دستد
ظاہر ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے

پای ظاہر در صف مسجد صوات
ظاہر پاؤں مسجد کی صف میں افسانہ داروں
جز و جزو ش راتو بشمر چمن
قوس کے جز و جزو کو اس طرح جن لے
اینکہ در وقت باشد تا اہل
ہر وقت میں ہے حرکت تک ہے
ہستہ یک نامش ولی الدلتون
اس کا ایک نام "دلتون" کا مال ہے

خلوت و طہ بر ولازم نہاند
تہاں اور چاہتے ہیں اس کے لے مہم نہری
قرص خورشید ست خلوت فانی
اس کا تہاں کا مہم سورج کا مہم ہے
علت و پر ہیز شد بحر ان نہاند
بیاری اور پر ہیز مہم ہو گیا، بحر ان دریا

چول الف از استقامت پیش
آلف کی طرح راستی سے رو پیش میں پہنچ گیا
گشت فردا ز کسوت خولائے خوش
رواں ہماروں کے لباس سے برہن ہو گیا
چوں برہنہ رفت پیش شاہ فرد
جب یک شاہ کے پاس "نہنگ" پہنچا
خلعت پوشید از اوصاف شاہ
اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا

ہذا اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ اس میں ہیں۔ جب تک صاف ہر مہم ہے قطع کے ہاں
مہم میں آجاتی ہے۔

گوش چش جاذب اسرار کن
اگل جان کا کان کن کے داند کو مہم نہری
چشم ہر حیران مازاع البصر
باطنی آنکھ "مازاع البصر" میں حیران ہے
دست باطن بر در فرد صمد
باطنی ہاتھ، یکت ہے نیاز کے قدر ہے

پای معنی فوق گردوں در طواف
باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے
ایں رُودن وقت آں بیرون میں
یہ زمانہ کے اندر ہے اور وقت سے پہلے
واں دگر یار ابدتین ازل
اور دگر یار ابد کا یار، ازل کا ساتھ ہے
واں دگر نامش امام القبلتین
اور اس کا دوسرا نام "مردوں اہل کلام" ہے

شیخ غیمہ مرو را غام نہاند
کوئی "غیمہ" پر مہم ہے والا نہ رہا
کے حجاب آرد شب بیکار
ایسی رات اس کے لے کے بیکار ہوا
کفر و ایمان شد کفران نہاند
اس کا کفر ایمان بن گیا، ہفت کفر نہ رہی

اونداردیچ از اوصاف خوش
اس کا اب کوئی اپنا وصف نہ ملا
شمر برہنہ جاں بجا لغوی خوش
مہم جان کیساتھ ہاں بھانڈا لے کر گیا، ہر مہم
شاہش از اوصاف قدسی جاہر
شاہ نے اس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنایا
بر پرید از چاہ تا ایوان جاہ
کوسری سے توجہ کے مل پرانہ کلا گیا

ہذا اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ اس میں ہیں۔ جب تک صاف ہر مہم ہے قطع کے ہاں
مہم میں آجاتی ہے۔

انچیں باشد چو در صاف گشت
بہر ترا ہے جب پیمت صاف ہر جاتی رہ

از بن طشت آمد اوبالے طشت
طشت کی ٹی سے طشت کے اہر آجاتی ہے

در بن طشت ارچہ بود اور دناک
طشت کی ٹی میں وہ دھند کیوں تھی ؟
یا زنا خوش بیز و باش بستہ بود
بستہ دھند نے اس کے ہر دہلے پرانہ دینے کو
چوں عتاب اہل طغوا نیکختند
جب انھوں نے نیچے گھر سے عتاب کیا
بوداروت از ملائک میمال
اورست یعنی فرشتوں میں سے خدا
سزنگون زان شد کہ از سر دور ماند
وہ اندھا جس نے ہر ایک کو وہ اس کے گھڑیا
آل سبب خود را چو پیر از آب دید
لوگ نے یہ سبب اپنے آپ کو ان سے بھرا دیا
در عکس چوں قطره آبش نمائد
جب اس کے عکس میں ان کا ایک قطرہ نہا
رحمت بے ملتے بے ملتے
بہر سبب ، بغیر سبب کے رحمت
اللہ اللہ گرد دریا باز گرد
خدا کے لئے ، دریا کی جانب واپس ہو
تا کہ آید لطف بخشایش گری
حق کی بخشش کی سہراں آ پیچھے
زردی زو بہترین رنگہاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے
لیک شرمی بر نئے کمال لعلست
لیکن اس چہرے پر شرمی جو بھلا ہے

شومی آیم شرب احوای خاک
ناک کے اجود کی آئینہ کی بچھون لکھ رہے
ورنہ او در اصل بس بر خستہ بود
ورنہ وہ اصل میں بہت تیرد تھی
ہچو ہار خوش نگوں او فتنہ
اس کو کہادت کی طرح افسانہ دیا
از عتاب شد معلق پیمناں
وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح ہوا ، رہا
خوش را سیر ساخت تنہایش لاند
اس نے اپنے آپ کو سیر بنا ، تنہا آگے چلنا
گرد استغنا و از دریا بزرید
اس نے بے غنا ہی بڑی اور دیر سے تھا ہو گئی
بھر رحمت کرد او را باز خواند
سند نے رحم کیا ، اس کو واپس بولیا
آید از دریا مبارک ملتے
دریا سے مبارک دھند میں آتی ہے
گرچہ باشند اہل دریا باز زد
اگرچہ وہاں والے زندہ ہوں
شرخ گرد روی زرد از گوہری
جو ہر وقت سے زرد چہرہ شریعہ ہر مانے
زانکہ اندر انتظار آں بقاست
کیونکہ اس وقت کے انتظار میں ہے
بہر آں آمد کہ جانش قانعست
اس لئے آتی ہے کہ اس کی جانتا ہے
چرخ ماہر سے زرد ہے اس میں جو ہر چیز ہو جائے گا اور نہ زرد ہی ہوا
کا چہرہ زرد ، اللہ کی رحمت کے انتظار کی وجہ سے چہرہ ہے۔ ایک شرمی جو ایک مقام پہنچ رہی ہے۔
جاگہ اس کا چہرہ شرمی بہت ہے۔

رحمت کی جانتا ہے
اور صاف کا ہر اس کی کہنا رہا
اب وہ توانی اتقان رہے
فلکے جب ہر گھر وہ صاحب
خداوند کی سے شرف ہے
لے تیری رحمت کی آتی ہیں
اس وقت تک ہے جب
تک کہ اس میں خاک کی پیش
ہے۔ دریا جب جانی موتی
سے پاک ہو جاتی ہے علم والا
یہ کچھ جانتا ہے۔ آج وہ
جانی حلقے نے اس میں
کر دکھ لکھا اور دھند
میں ہوا کہ ہے چل چلا
حضرت آدم کی کہے ہوئے کا
مک گندم کھانے کی وجہ سے
لا اسی لئے دریا کو جس کے
کوڑی میں آتا ہوں کر گیا
ملے تیرا رحمت۔ اورست
لوگ میں سے خدا اللہ ملے
کی رحمت کی وجہ سے کہی
میں لکھ رکھی تھیں۔ وہ
اس لئے شرمی جو اس
نے شرمی کی اور اس سے
وہ جانا کہ شرمی۔ لوگ رو
دیا میں سے اپنے پانی پھوٹ
کر کے دیر سے وہ چلتی تو
پانی سے خالی ہو گئی اس پر
سند نے رحم کیا اور اس
کو دوبارہ بولیا۔ دریا کو یہ
زلیق اختیار جدید ہم میں
ہوئی اور شرمی کو بہتر ہو تو
بہتر سبب اور بہتر رحمت کے
دیا نے رحمت کی رحمت
کو پہنچا اور اس کو دیکھ گیا
ملے انتظار۔ انسان کو
قرب الہی کی تیر کی کہنے
اور دیا میں اس کا۔ آتہ
کھرت کے ہے جس میں
رنگا۔ دریا شرمی۔ چہرہ

کی طرح کوڑی کی طرف مائل ہوگا؟ بھلا مستحق پانی سے کیسے پرہیز کر سکتا ہے اور شرابی شراب کیونکر دور رہ سکتا ہے اور کوئی عاشق اپنے معشوق سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بیمار طبیعت کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جب کوئی کسی زندہ معشوق کا ندیم ہو جائے تو پھر وہ مردہ کو بغل میں کیسے لے سکتا ہے۔ مردہ کو تو وہ ہی بغل میں لے گا جس کو عالم میں دل کی خبر نہ ہو۔ پس انبیاء جو کہ بھوک میں طعام اللہ کھاتے تھے اور نور حقیقی کو دیکھتے تھے اور گلزار روحانی میں آرام کر رہے تھے اور عشق الہی سے انکو وہی نسبت تھی جو مستحق کو پانی سے۔ اور شراب عشق اُن کے لیے ایسے تھی جیسے تول کے لیے شراب معروف اور حق سبحانہ سے انکو وہ تعلق تھا جو کہ عاشق کو معشوق سے اور بیمار کو طبیعت سے اور وہ حق سبحانہ کے ندیم تھے۔ ایسی حالت میں وہ اشیائے مائتوبہ کی طرف کیسے مائل ہو سکتے تھے۔ اور لذاتِ روحانیہ کو کیسے چھوڑ سکتے تھے چونکہ عقبی زندہ ہے اور اسکی ہر چیز میں حیات ہے اور وہ حکمتِ داں اور سخن گو ہے ایسے ان کو اسی سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس مُردار دنیا میں اسلئے ان کو آرام نہ ملتا تھا کہ اس کی اشیاء تو جانوروں کا چارہ ہیں اور آدمیوں کی غذا نہیں ہیں۔

پس انکو اس میں کیسے آرام حاصل ہو سکتا تھا پس وہ دنیا میں مصروف تنعم اسلئے نہ ہوتے تھے کہ عقبی جو کہ اپنی خوبی میں بمنزلہ باغ کے ہے اور جس مقابلہ میں دنیا بمنزلہ کوڑی کے ہے۔ ان کا وطن اور ان کی محفل تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا وطن اور جس کی بزم باغ ہو وہ کوڑی پر مصروف تنعم نہیں ہو سکتا لہذا ضروری تھا کہ وہ بھی دنیا میں مصروف تنعم نہ ہوں۔ اس میں مصروف تنعم ہونا اہل دنیا کا کام ہے نہ کہ اہل اللہ کا۔ کیونکہ ان کا وطن عقبی ہے اور ان کا وطن دنیا۔ اور ہر کوئی اپنے وطن میں مصروف تنعم ہوتا ہے اور اسکو ایسے تنعم میں مزہ آتا ہے جو اسکی وطن میں ہو ہم نے یہ کیوں کہا کہ ان کا وطن عقبی ہے اور اہل دنیا کا وطن دنیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کا وطن اسکی مناسب ہوتا ہے مثلاً ارجح پاک کا وطن عیالین ہے اور ارجح خبیثہ کا وطن سبجین۔ اور بلبل کا وطن گل اور نسرین وغیرہ ہیں۔ اور جل کا وطن سرگین۔ اور چونکہ

اہل اللہ مستی عشق الہی میں چُور ہیں اسلئے ان کے حصہ میں شراب طہور عقبی ہے اور اہل دنیا
 مثل اندھے جانوروں کے ہیں اسلئے ان کے حصہ میں آب شور دنیا ہے مگر وہ اسلئے
 خوش ہیں کہ انہوں نے اس شراب طہور کو نہیں پیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ
 سے ناواقف ہوتا ہے تو وہ ادنیٰ ہی کو اعلیٰ سمجھتا ہے۔

چنانچہ جس عدل عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا وہ حجاج خونیں ہی کو عادل سمجھ
 گا۔ اور لڑکیوں کو بے جاں گڑیا اسلئے دیتے ہیں کہ وہ زندوں کے کھیل سے ناواقف
 ہوتی ہیں بنیں چونکہ بچوں میں مردانگی کا زور بازو نہیں ہوتا اسلئے اُن کے لیے
 لکڑی کی تلوار ہی اچھی ہوتی ہے۔ منین کفار چونکہ عقبی سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے
 وہ انبیاء کی صرف ان تصاویر پر فتاعت کرتے ہیں جو کہ ان کے معبودوں میں منقوش
 ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہم کو عقبی کا علم ہے اور پھر عقبی روز روشن کی طرح ظاہر ہے
 اسلئے ہم ان نقوش کی پرواہ نہیں رکھتے۔

پس ان واقعات کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ آپ شور دنیا ہی کو نعمت عظمیٰ سمجھیں
 اگر کوئی کہے کہ اہل دنیا ہی کی کیا تخصیص ہے اہل اللہ بھی تو لذات دنیائے متمتع ہوتے
 ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن دونوں کے تمتع میں فرق ہے اہل دنیا نے ان کو
 مقصود سمجھ رکھا ہے اور وہ عقبی سے غافل ہیں مگر اہل اللہ نے ان کو مقصود نہیں سمجھا اور
 وہ عقبی سے غافل ہیں۔ بلکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کی ایک تصویر (جسم) دنیا میں
 اور دوسری تصویر (روح) چاند کی طرح آسمان پر ہے۔ اور ان کا جسمانی ذہن اپنے
 ہم نشین سے نکات بیان کر رہا ہے اور روحانی و قلبی منہ حق تعالیٰ سے ہم کلام اور اس کا
 انیس سج اور ان کا جسمانی کان عام گفتگو نہیں سن رہا ہے۔ اور گوش قلب اسرار خداوندی
 کھینچ رہا ہے اور ان کی ظاہری آنکھ آدمیوں کی صورتیں دیکھ رہی ہے اور چشم باطن مشاہد
 حق میں مصروف و دو دمگ ہے اور اسلئے جھٹی نہیں ہے اور ان کا ظاہری ہاتھ لین
 دین کرتا ہے لیکن ان کا باطنی ہاتھ خدا کے سل منے پھیلا ہوا ہے اور ان کے ظاہری
 پاؤں مسجد میں صف بستہ ہیں مگر ان کے باطنی پاؤں عالم بالا کا پتھر لگا رہے ہیں

غرض کہ تم ان کے ایک ایک جز و کو یوں ہی گن جاؤ۔ اور سمجھو کہ ان کا ایک جز و
 زمانہ میں مجبوس ہے، اور دوسرا زمانہ سے خارج لیکن جو جز ان کا زمانہ میں مجبوس ہے، وہ ان کا
 اصلی جز نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کے ساتھ صرف موت تک ہے۔ رہا دوسرا جز جو زمانہ
 سے خارج ہے وہ ان کا اصلی جز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ رہنے والا
 ہے۔ اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہے ان کا نام ولی اللہ و استین اور امام
 القلیتین ہے۔ کیونکہ وہ دولت دینی و دنیوی دونوں سے بہرہ مند ہیں اور دین دنیا
 دونوں کے بادشاہ ہیں اور جب آدمی اس مرتبہ پہنچ جاتا ہے تو پھر اس پر خلوت
 اور چلہ لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کی غرض یہ ہے کہ ان امور سے انقطاع ہو
 جو کہ توجہ الی الحق سے مانع ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے کوئی چیز مانع نہیں رہتی
 اور کوئی امیر دنیاوی آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتا اور قرص خورشید
 (روز روشن) ان کا خلوت خانہ ہے۔ یعنی ان کو دن کے وقت خلوت میں بھی وہی
 بات حاصل ہے جو کہ رات کے وقت خلوت میں اور اخبار جو کہ ستر آفتاب حقیقی میں
 بمنزلہ شب کے ہیں۔ آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتے بس انکو
 خلوت اور چلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی مرض اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا۔
 اور بحران یعنی روح اور نفس و شیطان کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس میں روح
 کو کامل فتوح حاصل ہو چکی ہے۔ اور ان کا کفر مبطل بہ ایمان حقیقی ہو گیا ہے اور کفر
 ان کا نام تک باقی نہیں رہا ہے اور خلوت و چلہ کی ضرورت مرض اور پرہیز اور تحصیل
 ایمان کے لیے تھی تو جب مرض جاتا رہا اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور ایمان حقیقی
 حاصل ہو گیا تو اب ان کی ضرورت نہ رہی۔

(فائدہ: واضح ہو کہ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اشخاص مذکورہ پر خلوت اور چلہ
 لازم نہیں رہتا۔ اور ان کا تکلیف احکام شرعیہ کے احاطہ سے خارج ہو جانا اور
 غیر مکلف بن جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کا لزوم عارضی تھا نہ کہ اصلی۔
 پس وہ تو زوال عارضی سے ساقط ہو سکتے ہیں لیکن عبادات اصلیہ جو کہ کسی

عارضی پر مبنی نہ تھیں اسلئے وہ کسی وقت میں ساقط نہیں ہو سکتیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

بعض لوگ ایسے مضامین سمجھ بیٹھتے ہیں کہ کاہلین پر نہ کوئی طاعت لازم ہے اور نہ انکو کوئی معصیت مضر ہے۔ یہ خیال بالکل اسلام کے خلاف اور سراسر الحاد ہے (اعاذنا اللہ منہ)

(فائدہ ۲) کفر اور ایمان شد الخ میں کفر سے مراد عدم ایمان کامل ہے جو شامل ہے۔ کفر محض اور نقص ایمان دونوں کو۔ اور معنی یہ ہیں کہ پہلے جو اسکو کمال ایمان حاصل نہ تھا۔ اب وہ بات نہ رہی۔ بلکہ اب وہ مومن کامل ہو گیا۔ اور اب نہ اس میں کفر حقیقی رہا اور نہ کفر مجازی یعنی نقص ایمان واللہ اعلم) وہ درست اور سیدھا ہو کر الف خالی کی طرح حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے اور اپنے اوصاف میں سے کچھ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا یعنی وہ خودی کو بالکل ہٹا چکا ہے اور اپنے خصائل کا لباس بالکل اتار چکا ہے اور اپنے جان افزا محبوب کے پاس اس لباس بالکل تنگا ہو کر گیا ہے پس جبکہ وہ اپنے لباس تنگا ہو کر حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے۔ تو حق سبحانہ نے اسکو اپنے اوصاف قدسیہ کا لباس پہنایا ہے اور اسکی اوصاف خداوندی کی خلعت زیب تن کر لی ہے۔ یعنی وہ متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے۔ اور اس طرح وہ چاہ ناسوت سے نکل کر دیوان تقرب من اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ تلچٹ کے اجزاء بطریق جس وقت اجزاء ارضیہ سے جدا ہو جائیں تو پھر وہ طشت کی تہ میں نہیں رہتے بلکہ اوپر آ جاتے ہیں۔

پھر اب اسکی وجہ سمجھو کہ وہ وردی کی طرح غیر مصفا شخص طشت ناسوت کی تہ میں کیوں تھا۔ اسکی وجہ اجزاء ارضیہ یعنی جسم ناسوتی کی نخوت تھی اور ناپسندیدہ ساتھی نے اسکی پردہ بال بائدہ رکھے تھے یعنی ناسوتی جسم نے اُس کے قوای عروج روحانی کو معطل کر رکھا تھا۔ اور اس کو عروج روحانی نہ کرنے دیتے تھے

ورنہ وہ اپنی ذات سے نہایت ترقی کرنے والا۔ اور بلند پرواز تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت قضا و قدر نے معاہدہ حکم اہبطو کیا۔ یعنی اسکو تسفل... کا حکم دیا۔ تو وہ جاہ ناسوت میں باریک کی طرح سے اٹا لٹکا۔۔۔ دیا گیا یعنی اس کا رخ تعلق سے تسفل کی طرف کر دیا گیا۔ باریک کی طرح ہم نے اسے کہا کہ وہ بھی اصل میں فرشتہ اور تعلق طلب تھا۔ مگر عتاب خداوندی سے یوں ہی لٹکا دیا گیا۔ جیسا کہ شخص مذکور لٹکا دیا گیا۔ اچھا اب یہ سنو! اس پر عتاب کیوں ہوا۔ اور وہ الٹا کیوں ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے سردار (حق سبحانہ) سے دور رہ گیا۔ اور اس شخص خدا اپنے کو سردار بنالیا اور تنہا روئی اختیار کی۔ اور جب اس کو کمری کی طرح مُشَبک اور سوراخ دار یعنی فی نفسہ معارض الکمال شخص نے اپنے کپے آب کمال مثل قدرت و اختیار و علم و روح و غیرہ صلا سے پُر دیکھا۔ تو اس شخص اپنے کو دریائے حقیقی (حق سبحانہ) سے مستغنی سمجھا اور اس قطع تعلق کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا کمال روحانی سب جاتا رہا اور وہ خالی رہ گیا لیکن جبکہ پھر اُسے ہوش آیا اور وہ منفعل ہوا۔ اور روتے روتے اس کے جگر میں قطرہ اشک باقی نہ رہا تو پھر دریائے حقیقی نے رحم کیا اور اسکو وہاں پس بلا لیا۔ اسگ تم یہ نہ سمجھنا کہ اس کی رحمت پابند ہے روتے دھونے کے۔ نہیں۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی نیک ساعت میں اس کی رحمت بلا کسی سبب اور بلا کسی خدمت کے متوجہ ہو جاتی ہے۔ عہد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اسے کھینچ لیتی ہے۔

(خلاصہ اس کا یہ ہے) کہ روح اپنی ذات سے متوجہ الی الحق تھی۔ مگر جبکہ اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو وہ حق سبحانہ سے غافل ہو کر لذات جسمانیہ میں مصروف ہو گئی۔ گویا کہ اس شخص نے کمال کو ذاتی سمجھا۔ اسے اپنے کو مشتغل خیال کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معتبوب ہوئی۔ اور معتبوب ہو کر سرنگوں ہو گئی اور بچانے اور برکے طرف جانے کے نیچے کی طرف چلے گئے اور روز بروز اس کی حالت دُدی ہوئی گئی اور اس کا تسفل بڑھ گیا لیکن جب کہ اس کو ندامت ہوئی اور وہ خوب روتے دھوئے اور اشتغال بالجسم کو چھوڑا اور خصائل ذمیرہ جو اس اندر اشتغال

بالجسم سے پیدا ہو گئی تھی ان کو دور کیا۔ تو حق سبحانہ نے اس پر پھر رحم کیا اور اس کو اپنے قرب سے سرفراز فرمایا۔ پس اس کو عروج سے رکنے والے اور ناسوت کی رہ تہ میں مقید کرنے والے اجزاء عرضیہ تھے۔

ہاں لے مخاطب! گو یہ ضرور ہے کہ ساحل کے رہنے والوں کا رنگ زرد ہوتا ہے اسلئے اگر تو دریائے حقیقی سے قرب حاصل کر گیا تو ریاضات و مجاہدات کے سبب تیری رنگت بھی زرد ہو جائے گی۔ مگر تو اس کی پرواہ نہ کر۔ اور قرب دریلے حقیقی ضرور حاصل کر۔ تاکہ ایسا کرنے سے کسی نہ کسی وقت اس جواد و حکیم کی ہتھ پر نظر عنایت ہو جائے اور تجھے دولت وصال میسر ہو جائے جس کی خوشی سے تیری زردی رنگ سرخی سے بدل جائے۔ اور اگر بالفرض اگر یہ رنگ نہ بھی بدلے تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ خود یہ زردی رنگ بھی تمام رنگوں سے بہتر ہے کیونکہ اس کا سبب دیدار حق سبحانہ کا انتظار ہے رہی سرخی جو کہ کسی تمنا سے ہوئے چہرہ پر ہے۔ سو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی جان کے اندر طلب حق سبحانہ نہیں ہے اور وہ اس کے فراق پر قناعت کئے ہوئے ہے کیونکہ اس کو طلب ہوتی تو سرخی رنگ ناممکن تھی اسلئے کہ طلب کا خاصہ ہے کہ وہ ڈبلا اور زرد اور سبکین طبیعت بنا دیتی ہے اور وہ کسی بیماری اور تکلیف سے بیمار نہیں ہوتا کہ زردی رنگ اس کی بیماری اور تکلیف کے سبب ہو۔ بلکہ یہ صرف اس طلب اور انتظار کا اثر ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جالینوس بھی اس کا بدن مکر صلی کے زرد چہرہ دیکھ لے تو اس کی عقل بھی دنگ ہو جائے اور کہے کہ یہ شخص بیمار تو ہے نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا چہرہ زرد ہے۔

القصہ! تم کو زردی رنگ سے خوف نہ کرنا چاہیئے (کیونکہ دل تو وہ عارضی ہے اور وصال کے بعد سرخی سے بدل جائے پھر اگر نہ بھی بدلے تو وہ زردی جو انتظار دیدار حق سبحانہ میں ہو۔ اس سرخی سے بہتر ہے جو استغناء

عن الحق کے سبب ہو) اور طلب حق سبحانہ میں مصروف ہونا چاہیے۔
 دیکھو! جب تم انوار حق سبحانہ کے طالب ہو گے تو تمہاری سرکشی فانی رہے گی۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل میں طمع اور جس قدر تمہاری طلب بڑھے گی اسی قدر تمہاری سرکشی فنا ہوگی اور جس قدر تمہاری سرکشی فنا ہوگی اسی قدر صفائی باطن حاصل ہوگی۔ پس تم کو طلب کامل حاصل کرنی چاہیے۔ تاکہ تم کو صفائی کامل حاصل ہو۔ اور حجابات تمام مرتفع ہو جائیں اور نور بے سایہ تم کو حاصل ہو۔ اور تم بلا حجاب دیدار حق سبحانہ سے مشرف ہو۔ کیونکہ جس نور میں سایہ کی آمیزش نہ ہو وہ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ رہا شبک یعنی نور تاریکی آمیختہ۔ سو وہ چھلنی کا سایہ ہوتا ہے سو وہ ایسا اچھا نہیں ہے جیسا کہ وہ نور جس میں سایہ کی بالکل آمیزش نہ ہو پس تم طلب ناقص اور تصفیہ ناقص پر اکتفا نہ کرو۔ بلکہ اسکو کامل کرو۔ نور بے سایہ اور مشاہدہ بلا حجاب کی قدرا بل اللہ جلنٹے ہیں عوام اسکی قدر نہیں جان سکتے کیونکہ عشاق چاہتے ہیں لگان کا اور ان کے محبوب کا جسم بالکل ننگا ہو اور ان کے اور ان کے محبوب کے درمیان کپڑا بھی حائل نہ ہو۔ تاکہ انہیں وصل عریان حاصل ہو جائے۔

ہے نامرد۔ سو ان کے نزدیک کپڑا اور بدن دونوں برابر ہیں علیٰ ہذا۔ روٹی اور خوان روزہ داروں کے لیے ہوتے ہیں۔ رہے زخموں پر بیٹھ کر ان میں کیرے ڈالنے والی مکھی — سوائے نہ شو بے سے واسطہ ہے اور نہ چولے سے (فائدہ: واضح ہو کہ حجابات کا بالکل مرتفع ہو جانا اور فنا کے تمام مدارج کا طے ہو جانا ناممکن ہے پس اس مقام پر تمام حجابات کے مرتفع ہونے اور حصول فنا کے تام سے مراد استزاق حقیقی نہیں ہے بلکہ مقصود محض کثرت ہے۔ واللہ اعلم۔



دیکھو راز استدعا می شاہ از ایاز کہ تاویل کار خود مگو و مشکل منکر
 شاہ کا ایاز سے دیکھو کہتا کہ اپنے کام کا مطلب بتا دو منکر وہ اند
 وطاعناں حل کن کر ایساں اور التباس ہا کر کن مروتیت
 محضر منوں کی مشکل کو حل کر دے کیوں کہ ان کو شب میں مبتلا چھوڑ دینا مروتیت نہیں ہے

ملہ قابل باطن۔ ایاز نے
 کہا اگر باطنی احوال کا قابل
 یہاں میں تو ظاہری احوال
 خاصہ اور تعلیمات کی تعلیمات
 دیتا ہوں۔ حق یعنی خاص
 ملہ جفت۔ یعنی تعلیمات کے
 ساتھ حال سنا کر زلف
 اگر ایک ہیرانی ہو کر استخوان
 کی ہڈیاں تو گھوڑا ہر حال میں
 زان۔ ان میں تو گھوڑا ہر حال میں
 ہوتی ہے کہ اگر اس کا ایک عضو
 سمندر میں گر جائے تو سمندر
 کا کھارا میں خم ہو جائے۔ قدر
 ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں
 ہے نہ طاری ہوتے ہیں اور نہ
 دائم فیہ کی طرف بے جا کہیں۔
 ملہ ملہ۔ ہر روز کا حال
 کو معدوم ہو جاتا ہے اور
 نہر کا پانی گذشتہ رہتا ہے اور
 اُس کی جگہ نیا پانی بٹا رہتا
 ہے۔ شادی ہر روز ایک نئی
 خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر
 روز کے فکر کا نیا اثر رہتا ہے۔

اے ایاز انوں بگو احوال خوش
 اے ایاز اب تو اپنے احوال بتا
 اگرچہ تصویر حکایت شد دراز
 اگرچہ حکایت کا نقش دراز ہو گیا ہے
 تو بدیں احوال کے رضی شوی
 تو ابن احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟
 خاک کے احوال دریں پنج و شش
 پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے
 حال ظاہر گویت طاق و جفت
 میں آج سے طاق اور جفت میں ظاہر کا مال باطن کی کڑا
 گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
 جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں
 تلخی دریا ہمہ شبیریں شود
 سمندر کا کھارا میں سب میٹھا ہو جائے
 باز سوی غیبے قند لے امیں
 اے استاد! پھر غیب کی جانب چلے گئے
 ہچو جواند رروش کش بندنے
 جیسے کہ بادی ہونے میں نہ ہر چیز کو کش بند نہیں ہے؟
 فکر ت ہر روز را دیکر اثر
 ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

ایں سخن از حد و اندازست پیش
 یہ بات حد اور انداز سے زیادہ ہے
 ہیں بگو احوال خود را لے ایاز
 ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا
 ہست احوال نواز کاں نوی
 تیرے احوال، نئی کان کے ہیں
 ہیں حکایت کن از احوال خوش
 ہاں اپنے اپنے احوال بیان کر
 حال باطن گر نمی آید بگفت
 باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا
 کہ ز لطف بار تلخیہای مات
 کیونکہ شکت کی ہڈیاں یا رک نہ رہانی سے
 زان نبات اگر در دریا رود
 اگر اس خشکی گرد رہی سمندر میں پہنچ جائے
 صد ہزار احوال عالم اس میں ہیں
 اس طرح، عالم کے لاکھوں احوال
 حال ہر روز نے بد دی ماند نے
 ہر روز کا حال اس کی مانند نہیں ہے
 شادی ہر روز از نوع دیگر
 ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے

ملہ احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کان نوی۔ تیرے سے اور بڑے نے احوال طاری
 ہوتے ہیں۔ جین احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو گئی ہیں۔ جین۔ اپنی اپنی کیفیات کی بات
 سادھن جہات اللہ پنج حواس کی باتیں پر نک ڈال۔

شرح

اچھا نہ کوزہ بالا گفتگو تو حتم نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ حد اور اندازہ سے خارج ہے اسلئے اسے چھوڑ دو اور سنو کہ محسن نے ایاز سے کیا کہا۔ اس نے کہا کہ اے ایاز! تو اپنے احوال بیان کر۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہاں لے آیا نہ کہ قصہ کو طویل ہو گیا ہے مگر اس کے کچھ پردہ نہیں تم اپنی حالت ضرور بیان کرو۔ بھائی! تمہارے احوال تو نہایت تروتازہ اور پسندیدہ اور گویا کہ جدت کی کان سے نکلے ہیں۔ پس تم ان احوال کو کیوں پسند کرو گے جو میں تمہارے بیان کرتا ہوں لہذا تم خود اپنے ان پاکیزہ اور نفیس حالات کو بیان کرو۔ اور ان احوال پر خاک ڈالو۔ جو اس بیان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علاقہ عالم ناسوت ہے لیکن تم تو بیان نہیں کرتے اسلئے مجبوراً میں ہی بیان کرتا ہوں اور اگر تمہارے باطنی احوال بعینہا بیان میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ وجدانی ہیں۔ جس کا ادراک وجدان سے ہو سکتا ہے۔ تو تمہارے ظاہری اور سرسری احوال ہی غلام بلا میں بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ تمہارے یار کی خوبی اور پاکیزگی نے تمہارے ناگاہوں کی تلخیوں اور ناگوار یوں کو اس قدر گوارا اور شیریں بنا دیا ہے کہ وہ قند اور نہایت سے بڑھ گئی ہیں اور وہ اس قدر شیریں ہو گئی ہیں۔ کہ اگر ان کی گرد بھی سمندر میں پڑ جائے تو سمندر کی تمام تلخی شیرینی سے بدل جائے یعنی تم اپنے محبوب اس قدر محبت کرتے ہو۔ اور وہ تمہاری نظر میں اس درجہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اس کے عشق میں جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے اور جو ناکامی بھی تم کو پیش آتی ہے تم اپنے محبوب کی خاطر اس کو نہایت فرخ و صفا اور کشادہ روی کے ساتھ قبول کرتے ہو (فاصلہ) ہم نے ہیں بگو احوال خود اسے بیان کرنا کہ مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ شعر مذکور کا مصرع ثانی اور اشعار آئندہ کا دوازہ بند اس امر کو ظاہر کرتے ہیں۔ شرع نے اس مقام پر بہت جھٹ کیا ہے۔ (تنبہ لے)

یہاں تک اس مضمون کو بیان فرما کر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اوپر تلخی دریا کے فنا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ سنو بھائی! ایک تلخی دریا کیا چیلہ ہے عالم

میں لاکھوں احوال آئے اور پھر غیب کو سدھار گئے چنانچہ ہر روز کی حالت اس کی پہلے دن کی حالت کے مشابہ نہیں ہوتی۔ جیسے ندی کا بہتا ہوا پانی۔ جس کی لیے کوئی روک نہیں ہے کہ وہ ہر دم نیا ہوتا ہے اور جو ایک دفعہ آچکا وہ پھر نہیں آتا۔ اور ہر روز کی خوشی پہلے دن کی خوشی سے مختلف ہوتی ہے اور ہر روز کے خیال کا اثر پہلے دن کے خیال کے اثر سے جدا ہوتا ہے۔ اس بیان سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تمثیل تن آدمی بہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہنجوں
 آدھی کے جسم کی مکمل بہمان خانہ ہے اور مختلف فکریں بہمان کی طرح
 بہماناں و عارف صابر دران اندیشہاچوں مرد بہمان
 میں اور عارف صابر ان غلوں کے معاملہ میں بہمان
 دوست غریبے از خلیل وار
 دوست فریب نواز ایمان غیل اللہ کی طرح ہے

ہر صبح صبح ضیف نو آید رواں
 ہر صبح کو نیا بہمان ملتا آتا ہے
 ضیف تازہ فکر تبادی و غم
 خوشی اور غم کے فکر کا نیا بہمان
 درمبند و منتظر شود و سبیل
 مدللہ بعد ذکر اور راستہ میں منتظر
 در دولت ضیفست اور از خوش
 وہ توجہ دل میں بہمان ہے اس کو خوش نیک

ہست بہمانہ این تن کیوں
 اے جہان! یہ جسم بہمان خانہ ہے
 نے غلط قسم کہ آید دم بمدم
 نہیں میں نے غلط کیا، اے مرہ! کہ آتا ہے
 میزبان تازہ و خوش و خلیل
 اے خلیل! غصہ پیشانی ولا میزبان
 ہر چہ آید از جہان غیب و شش
 غیب جیسے جہان سے جو آئے

کو ہم انکوں باز پرورد و عدم
 کیونکہ وہ ہیں اب عدم کی جانب پر باز کرے جائیگا

ہیں مگو کیس ماند اندر گردنم
 غمخوار! نہ کہہ کہ یہ میرے گمے کا ادھی کیا

محقق جہان صابر میں
 اپنے احوال کو کسی طرح نرفقہ
 ہیں جس طرح کوئی گھڑ پاتا
 کو لڑتا ہے۔
 تلہ ہر صبح ہے جب اندام
 صبح کو سوکر اٹھتا ہے تو اس
 کے ذہن میں ایک نیا خیال
 آتا ہے نئے غلوں میں نے یہ
 غلط کیا کہ صبح کو خیال بہمان
 بکراتا ہے صبح بات یہ ہے کہ
 صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت
 خوشی اور غم کا خیال انسان
 کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔
 اے خلیل حضرت ابراہیم
 خلیل اللہ کی بہمان نورانی
 سنو رہے۔

حکایت آن مہمان وزن خداوند خانہ کہ آہ بارانِ نگر
مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ اپنے بارش ہم کو

وہمان در گردن ماماند

اور مہمان بیماری گردن میں پڑ گیا

ساخت اور انچھو طوق اندیش

اس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنالیا

آں شب اندر کوی ایشاں خوابو

اس رات میں ان کی گلی میں شادی سرتھی

کامشبے خاتون و جامہ خواب

اسے خاتون! آج رات کو دو بسترے بچھانا

بہر مہمان گستر آسوی در

مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

سمع و طاعت کے دو چشم روشنم

اسے میری دوروشن آنکھیں! ستا ادا مانا

سوی خانہ تصور کرد آغا وطن

شادی کے گھر کی جانب وہاں شہر گئی

نقل بہا دندان خشک و ترش

خشک اور کٹا چھینا انھوں نے (ساٹنے) رکھا

سرگزشت نیک و بد تا شب

آدمی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

شد در آں بستر کہ بد آنسوی در

اس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

کہ ترا ایں سوئے جان طاعت

کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس بات ہے

بستر آں سوی در گرفتد ام

میں نے بستر دوسری طرف چھوڑا ہے

گشت مبدل اں طرف مہمان

گشت مبدل اں طرف مہمان

جل گئی، اور اس جانب مہمان سو گیا

آں یکے را بیگہاں آمد عشق

ایک دوسراں کے یہاں بے وقت مہمان آگیا

خواں کشید اور اگر امتہا نمود

اٹکے بے دسترخوان بچھایا، تواضع کی

مرد وزن را گفت نہ پانی سخن

شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا

بستر مارا بگستر سوی در

ہمارا بستر دواڑے کی جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی تم

بیوی نے کہا خدمت بھالاؤ گی خوش ہوئی

ہر دو بستر گسترد و رفتن

بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی

ماند مہمان عزیز و شوہر شش

مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے

در سحر گفتند ہر دو منتخب

دونوں شریفوں نے کہاں میں ذکر کیا

بعد ازاں مہمان ز خواب از سحر

اٹکے بعد نیندا ورنہاں کی وجہ سے مہمان

شوہر از نخلت بد و چیز نگفت

شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اس سے کہ نہ کہا

کہ برای خواب تولے بوالکرم

کہ اے بڑا! تیرے سونے کے لئے

آں قرآنے کہ وزن او داده بود

و بات جو اس نے بیوی سے طے کی تھی

خلفہ تھی کسی مہمان خیال کو
یہ ذکر کہ یہ میری گھر کا دار
ہی گیا، حکایت، بیوی نے
مہمان کو گلے کا دار بچھا دیا
خانہ گھر والا، سیکھتا ہے کہ
حق، مہمان، حق، گھر، حق
شادی یہاں۔

خلفہ مرد شہر نے بیوی سے
کہا کہ آج جو کہ مہمان بھی ہے
دو بستر بچھانا، جائے خواب۔
سولے کا بستر، بستر، میرا
بستر، بستر کے قریب بچھانا
اور مہمان کا بستر، بستر کو بچھانا
سمع و طاعت، سننا اور کرنا
خلفہ خانہ گھر، شادی والا
گھر، نقل، جدید بستر، رات
کی کہانی، تخت، میرا بچھا
مہمان، دونوں، بستر، گھر، شہر
تھے، بعد ازاں، کہنے لگے اور
کہانیوں کے بعد مہمان نے بیوی
کے بستر پر لیٹ گیا، شوہر، شوہر
نے مہمان سے یہ ذکر کیا کہ آپ
کے سونے کے لئے دوسرا
بستر ہے۔

خلفہ جو کہ اس مہمان، آن
قرآنے، جو بات، بیوی سے
بیوی تھی وہ اچھی ہو گئی۔

آنکھیں اُٹھ رات ایسی
بارش ہوں کر آنکھیں بکریں
ڈونگیاں تھیں۔ نکلا۔
مہمان کو خوش ہو کر
آنکھیں پونے کی گت۔
پھر مہمان کو خوش ہو کر
گلی کہ جس چیز کا یہی درخت
دہی ہوں
مے مرد مہمان تاب کھو ادا
بارش کیوے سے مہمان رواد
نہ ہوگا۔ صاحبی سلطان
کسی شخص کے لئے ایک بیج
پر کوئی چیز بادشاہ کی جانب
سے مقرر ہونا۔ جو کچھ مہمان
دارم۔ میرے پاس جو
کے موزے ہیں مجھے کچھ
کی فکر نہیں ہے۔
مے مہمان کے مہمان پچے
وقت مہمان نے مہمانوں
کو وادی۔ در سفر دیا
کی زندگی سفر کی حالت
ہے اور منزل آخرت ہے
سفر میں خوشی اور آرام
رہن بشتا ہے

لے جاتادق۔ دیکھیں
نیکہ کوے پہن جاتے ہیں۔
صحت۔ اس مہمان سے
دش ہوا اور جنت کا موزہ
ہو گیا کہ اس مہمان نے اس
فرشتہ میں اپنے فکر کہاں
خاندان دیا۔

آنکھیں آنکھیں سخت بارش گرفت
اس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی
زان بیاہد بر گمان آنکھ شو
بیوی آئی۔ اس گمان سے کہ شو
رفت عریان ز لحاف اندم عروسی
دہن نگہ ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی
گفت می ترسیدم لے مرد کلاں
اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں
مرد مہمان را بگل و باران نشانہ
مہمان شخص کو کچھ اور بارش نے مجھ دیا
اندیس باران و گل او کے روو
اس بارش اور کچھ میں نہ کب جائے گا
زود مہمان جست گفت زن بہل
جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جلدی نہ
من زواں گشتم شمار بخیر باد
میں چل دیا۔ اتم سلامت رہو
تا کہ زودتر جانب معدن روو
تاکہ بہت جلد کان کی جانب چل جائے
زن پشیمان شد از اس گفتار سرد
عورت اس سرد جواب کی بات سے شہینہ ہو گئی
زن بے گفتش کہ آخر لے امیر
عورت نے اس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر
سجدہ و زاری زن سونے نہ شد
عورت کے جسے اور مہمان نے فائدہ نہ دیا
جامہ ارقی کرد زان پس مرد و زن
میان بچوں نے اس کے بندہ کو بے نیل کر کے
میشد و صحرار نور شمع فرد
وہ جامہ تھا اور بھل، مہمان کی فز سے
کرد مہمان خانہ خانہ خویش را
اس نے اپنے فکر کہاں خانہ بنا دیا

کر شکوہ ابریشاں آمد شگفت
کہ امیر کی میت سے وہ حیران ہو گئی
سوی درخفتہ است آنسو آنسو
دروازے کی جانب سویا ہوا اور اس جانب وہ چلا
داد مہماں را بر غبت چند بوس
اور رغبت سے مہمان کے چہرے بوسے
خود مہماں آمد مہماں آمد مہماں
دہی ہوا۔ دہی ہوا۔ دہی
بر تو چوں صابون سلطانی بماند
آپ کا شہابی ٹیکس کی طرح ہو گیا
بر سر و جان تو او تو اوں شود
آپ کے سر اداں پر وہ تاراں بنے گا
موزہ دارم من ندام غم ز گل
میرے پاس موزہ ہے مجھے کچھ کا لکھ نہیں ہے
در سفر یکدم مہمان داؤد شاد
نہ کہ مہمان موزی در کیے بھی روع خوش ہو
کایں خوشی اندر سفر رہن شود
کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہن بخاتی ہے
چوں امید رفت اں مہمان فرد
دیکھ دو پیکتا مہمان ہو کر گیا اور چلا گیا
کہ مزاحیہ کردم از طبیعت گیر
میں نے مذاق کیا ہے مذاق سے بچو نہ ہو
رفت ایشان را در اس حشر گذشت
وہ عوامی اداں کی اس حشر میں ہو گیا
صورتش دیدند شمع بے لگن
انھوں نے اس حشر سے شمع کی شمع دیکھی
چوں بہشت از ظلمت گشت فرد
بہشت کی طرح رات کی تاریکی سے جدا ہو گیا
از غم و از غمجت اس ماجرا
اس غم کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

درد وین ہر دو از راہ نہاں

عقلی راہ سے ، دھول کے باطن میں
کے قدم یا رخسار صبر گنج خود
کریں نصیر و قہار ، جو عقل کے پیکار کرتا ہے

ہر زناں گفتے خیال میہاں

ہر وقت مہسان کامیاب کرتا
می نشاندم لیک وری تاں تپو
میں نے بھیرے ، انکھیں تہا رات نہ تپے

تمشیل فکر ہر روزینہ کہ اندر دل آید بہاں نو کہ از اول روز

ہر روز جو خیال دل سے آتا ہے اس کی مثال دینا اُس نے مہاں کیساتھ جو پہلے ہی دیا

درخانہ فرو د آید و حکم و بند خوی کند و فیضیت مہانداری

گھر میں آتا ہے اہم چلتا ہے اور بدلتا ہی کرتا ہے اور مہانداری کی فیضیت

و ناز مہان کشیدن

اور مہاں کی ناز مہانداری کرتا

ہر دے فکر ہے جو مہاں غریز

ہر وقت غریز مہاں کی طرح ایک فکر

فکر رائے جاں بجائی شخص دیاں

اے جان ، فکر کر انسان کی طرح سمجھ

فکر غم گر راہ شادی میزند

غم کا سکڑا خوشی کی بہتری کرتا ہے

خانہ می روید بہ تشدی اور غیر

وہ ختم ہے غم کے فکر کرمان کرتا ہے

میفشاند بزرگ زرد از شاخ دل

دل کی شاخ سے نکلنے ، مجاز دیتا ہے

می کند اونیخ سر و کہستہ را

و پہلے سے سب کی بڑا آگاہ دیتا ہے

غم کند تیغ کز بوسیدہ را

غم ، تیغ میں شری ہونے ، جو کراہتا ہے

غم ز دل ہر چہ بریزد یا برد

غم ، دل سے نکلتا یا لگتا ہے

خاصاں را کہ یقینش باشد اس

عقل و مہاں کے لئے جو کہ یقین ہو

آید اندر سینہ ہر روز نیز

ہر روز ، سینہ میں ہی آتا ہے

آنانکہ شخص از فکر دار و قدر جاں

کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

کار ساز یہاں شادی می کند

وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

تا و آید شادی تو ز اصل خیر

تا کہ اصل خیر سے ، نئی خوشی آئے

تا بر موید بزرگ بزم متصل

تا کہ مسلسل غم پر آئیں

تا خرامد سر و نو از ما و را

تا کہ مایہ غیب سے نیا سر جوئے

تا نہاید تیغ زو یو شیدہ را

تا کہ بڑا چمپے زنگ کو دھکا کرے

و ز عووض حقا کہ بہتہ آورد

یعنی بدلے میں بہتہ داتا ہے

کہ تو غم بندہ اہل یقہ

کہ غم اہل یقین کا فہم ہوتا ہے

لے کجہم ۔ درد میں

جو کی کے دل میں مہاں کا

تصور ہے کہتا تھا میں نہیں

فائدہ پہلے ، یا تھا میں تہا

مقدور میں نہ تھا ، پھر ہم

لے تر جزو ضرور کیا ہے میں

وہ خیال کہتا تھا میں نہیں

درست غم پر تپا ، معنی میں

ہو سکتے ہیں کہیں غم کا ایک

دست تھا ادا کر غم خدا کے

زیر اور خدا کے ذریعہ تھا

جاتے تو میری دشمنی کے

معنی میں ہے ، فطرت ، فکر

خود ، تو شکر رہا ، کوئی

مردم مہاں سمجھ میں کی گار

ندمت کرتی ہے بھگت حکم

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

۴۰۰

رنگ خوشی اس طرح دل کے
 خانوں کو لے گئے ہیں جس طرح
 سعد کس ستارہ آسمان میں
 اپنے منازل کو لے گئے ہیں۔
 آرزو میں خیال بزرگ بیکار
 تار۔ وہ تار با تار خداوندی
 میں جا ہی ہو کر گزاری کا ذکر
 کرے۔
 ۱۵ آج ہے حضرت حبیب
 کامیاب ہے شیکہ ہوا۔
 خانہ بدین میں محبت۔۔۔
 بہت خوش ہو کر دم جس سے
 حلق پیدا کر کے میں پس کر
 اٹھائے ہیں بھلت۔ یعنی
 حضرت ایوبؑ اس کا حال
 رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ
 کے حکم سے آئی ہے۔
 لے کر جوئے نئے نکار
 دل میں آئیں اگر نہیں خوش
 قبول کرے خوشی سے قبول
 کیا ہے زور دیا کر کا
 قلعے اس نگر کے شرعے جے
 محفوظ رکھ اور جیسے اس کی
 بھلائی سے عزم کر کر دیں
 تیری جانب سے دیکھیں
 پرشکر کھل اور ان کے چلے
 جانے کے بعد جے حضرت
 ہو کہیں نے نہیں سہی کیا
 آبرو ہیں کے لئے ابرو
 ہے لیکن وہی ہیں بیکار
 ہے اور اس کے خود ہی کر
 ناک کر دیا ہے۔
 ۱۶ غلٹ اپنے کو کر
 کی طرح سمجھا لے کر
 پر غلٹ کر جو رہتا ہے کہ
 اس غلٹ کی تری غیر غلٹ
 و تباہی کر تری غلٹ
 ہے تو یہ ہے جس کا
 انداز کا ہے۔ پانچ
 یہ صبر کی حالت دہری ہو گئی

سعد و محسن نذر دولت مہاں شود
 تیرے دل میں اتھا اور پناہاں ہوتا ہے
 آن زمان کہ او مقیم ہر جہت
 جس زمانے میں وہ جہرے ہر جہت میں
 تاکہ بائیں چوں شود او مقصود
 تاکہ جب وہ سورج سے ملے
 ہفت سال ایوبؑ با صبر رضا
 (حضرت ایوبؑ میرا خوشی کیسا تو کہہ دو
 تا چو اگردو بلائی سخت رو
 تاکہ جب سنت مصیبت واپس ہو
 کہ محبت با من محبوب کش
 کہ جو دوست کش کے ساتھ محبت سے
 از وفا و خلعت حکیم خدا
 وفاداری اور اللہ (قائلے) کے حکم کے لگا سے
 و شکرد در سینہ در آید نو بنو
 غریبہ میں تازہ ستارہ آتا ہے
 کہ اعدائی خالق من شہرہ
 کہ سے میرے پیدا کر کے دلے جے شہرے پناہ
 رَبِّ اَدْرِغْنِي اِنْ اَشْكُرْ مَا اَدْرِي
 لے سب جبرائیل ان کو پناہ دیا اور اس کا
 اے فیمیرؑ تو ترش را پاسدار
 ترشہ و خیال کا تو پاسدار
 ابر را اگر بہت ظاہر ترش
 ابر اگر بظاہر ترش را تو ہے
 فکریت غم را مثال ابرداں
 تو غم کے غم کو ابر کی طرح سمجھ
 ہو کہ اے گوہر بہت او بود
 ہو کہ اس کے کوئی گوہر اس کے ہوا میں ہو
 در نباشد گوہر و نبود غنی
 اگر گوہر (ہو) نہ ہو اور مال (ہو) نہ ہو

چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
 ستارے کی طرح خانہ خانہ چلتا ہے
 باش چوں طالعش شیریں شہت
 قریب کے قریب کی طرح شیریں شہت
 شکر گوید از تو با سلطان دل
 دل کے شکر اللہ سے تیرا شکر ادا کرے
 در بلا خوش بود با صبر خدا
 خدا کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے
 پیش حق گوید بصد گول شکر او
 اللہ (قائلے) کے سامنے بیکر گول شکر
 رو نکرد ایوبؑ یک لفظ ترش
 (حضرت ایوبؑ نے ایک لفظ بھی نہ بولا
 بود چوں شیر و عسل او با بلا
 وہ مصیبت میں دودھ اور شہر کی طرح تھے
 خند خداں پیش او تو باز رو
 تو ہنستا ہنستا پھر اس کے سامنے با
 لَا تَحْزَنْنِي اَيْل مِنْ بَرٍّ
 مجھے غم نہ کر مجھے اس کی بھلائی
 لَا تَعْقِبْ حَسْرَةً اِنْ اِنْ مَقْضٰی
 اگر بھلائے اس کے بعد تو حسرت سے باز
 آن ترش را چوں شکر شیریں شمار
 ترش ترش کو شکر سفار
 گلشن آرمہ ستارہ و شہر کش
 وہ ہیں پیدا کرنے والے اور شہر کو شہرے والا
 با ترش تور و ترش کم کن چنناں
 اس طرح تو ترش کے ساتھ ترشوں نہ کر
 چند کن تا از تو اراضی رود
 ترشش کر تا کہ جو سے خوش جائے
 عادت شیریں خود افزوں کنی
 آؤ اپنی شیریں عادت بڑھانے

جای دیگر سود دار و عادت
تیری مارت دوسری بگمفید ہوگی
فکرتے کر شادیت مانع شود
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو
تو مخواں دو چار دیش کے جوان
اسے جوان : تو اس کو حقیر نہ سمجھ
تو مگو فرے ست اور اہل گیر
تو دیش کو شایخ نہ کہہ اس کو جرد سمجھ
وہ تو اس رافرغ گیری و مفہر
اگر تو اس کو شایخ اور مفہر سمجھے گا
زہر آمد انتظار اندر چشیش
انتظار و ذائقہ میں زہر ہے
اہل دال آنرا بگیری شش در کنار
اس کو جرد سمجھو اس کو جن میں سے ہے

ناگہاں روزے بر آید حاجت
اچانک کسی روز تیری نواہ بر آئے گی
آں بامرو حکمت صانع شود
وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے
بُو کہ بچھے باشد و صاحب حق
ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور صاف مندرجہ
تا شوی پیوستہ بر مقصود و چیر
تا کہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے
چشم تو در اہل باشد منتظر
تیری آنکھ بڑا کے لئے منتظر رہے گی
داماد مرگ باشی زان روش
اس زرخش سے قریب موت میں رہیگا
باز رہ دائم زمرگ انتظار
موت کے انتظار سے ہیوہ جات ماسک کر

۳۰ غم کے جو غم شادی
سے مانع ہوتا ہے وہ بگاڑ
کے حکم سے ہر لمحہ اس میں
ہیں کوئی حکمت پر مشتمل ہوتی
ہے۔ ہر لمحہ ایک بگاڑ
یعنی غم جو ماحول میں پیش
نہیے ہے جس کی مارت پانچ
کے منتظر کے وقت اصل
اور شہری ایک برت میں
ہوں تو گو۔ اس فکر کو اصل
سمجھ اور اس کو مقصود نہ مانا کر
مقصود ہی ہو ورنہ تو مقصود کو
محروم اور اس منتظر رہیگا۔
لے زہر آدہ صوفی ہوا وقت
ہوتا ہے ہر لمحہ وقت سے آگاہ
اس کو خدا کے اس میں سے کسی
اس کا منتظر رہتا ہے جس میں
وصفات کے مشق کا رہے

شرح

یعنی تمہارا دل ایک مہمان خانہ ہے جس میں ہر روز ایک نیا مہمان
آتا ہے۔ نہیں۔ میں نے غلط کہا۔ بلکہ ہر دم آتا ہے اس لئے
مہمان سے مراد ہماری کیا ہے؟ خوش کن یا رنجہ خیال۔ پس تم کو چاہیے کہ تم کشادہ
رو میزبان بنو۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ اس کو اپنے یہاں ٹھہراؤ۔ اور اس کے لئے دروازہ
بند نہ کرو۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح راہ میں اس کے منتظر رہو۔

حاصل یہ ہے کہ عالم علوی سے (جو کہ عوام سے غائب اور خاص کے سامنے
حاضر ہے جس کو غیب و کش اور مثل غیب کہا جاسکتا ہے) تمہارے دل میں خیالات مہمانان
خداوندی ہو کر آتے ہیں پس تم کو چاہیے کہ ان کو راضی رکھو۔ دیکھنا تم یہ نہ کہنا کہ
کہ یہ میرے گلے کا ہمارا اور دباں جان ہو گئے ہیں کیونکہ وہ رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں
سے آئے تھے وہیں پھر لوٹ جائیں گے یعنی عدم سے آئے تھے اور عدم کو واپس ہو جائیں

گے اور ان کے چلے جانے کے بعد ممکن ہے کہ تمہیں افسوس ہو! جیسا کہ ان خاوند اور بیوی کو ہوا تھا۔ جن کا قصہ یہ ہے۔

ایک صاحب ایک شخص کے یہاں بے وقت مہمان ہوئے اسٹی انکویلیں عزیز رکھا جیسا کہ گلے میں طوق ہوتا ہے اور اسٹی اُن کے سامنے کھانا رکھا۔ اور بھی اُن کی بہت کچھ خاطر کی۔ اتفاق سے اس روز ان کے محلہ میں کوئی محفل شادی تھی اور عورت کو دہاں جانا تھا ایسے اس مرد نے اپنی عورت چُپکے سے کہا کہ آج دو بستر بچھا دینا اور ہمارا بستر دروازہ کی طرف کرنا اور مہمان کا بستر دوسری طرف رکھنا۔ عورت نے کہا بہت اچھا! میں ایسا ہی کروں گی۔ بنا بریں اسٹی دو بستر بچھا دیئے اور عورت قریب میں چلی گئی۔ اب وہ شوہر اور مہمان رہ گئے انہوں نے اپنے سامنے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ لیں اور کھاتے رہے اور آدھی رات تک ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہے۔ اس حالت میں مہمان کو نیند آگئی اور وہ گفتگو کو ختم کر کے اس بستر پر آ لیٹا جو کہ دروازہ کی طرف تھا۔ میزبان کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ یہ بستر میرا ہے آپ دوسرے بستر پر تشریف لیجئے اسلئے وہ خاموش ہو رہا۔ اب قرآن اور عورت اور مرد کے درمیان ہو چکی تھی بدل گئی اور جو جانب شوہر کے لیے تجویز ہوئی تھی اس طرف مہمان سو رہا۔ اتفاق سے اس رات کو بارش بکثرت ہوئی اور یہ حالت تھی کہ اُبر کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ خیں عورت بدیں خیال کہ شوہر دروازہ کی طرف سو رہا ہے اور مہمان دوسری جانب۔ ننگی ہو کر لحاف میں آ داخل ہوئی اور مہمان کے چٹا چٹ بوسے لینے لگی اور یہ کہا کہ دیکھو جس بات کا مجھے کھٹکا تھا وہ ہو کر رہا یعنی اُبر اور بارش نے مہمان کو روک لیا اور وہ شاہی ٹیکس کی طرح تم پر وبال ہو گیا۔ بھلا اس گارے پانی میں وہ کیونکر جاوے گا اسلئے تجھ ہی پر ڈنڈ ہو گا یہ سنتے ہی مہمان اٹھ بیٹھا اور کہا کہ بی بی مجھے چھوڑ! میرے پاس جوتا ہے۔ مجھے گارے کی پروا نہیں ہے۔ اچھا لو! میں جاتا ہوں اور تم کو خیر باد کہتا ہوں اور یہ ناگواری جو سفر میں مجھے پیش آئی ہے میں اس کو غنیمت سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا کرے سفر میں

آدمی کو راحت نہ ملے۔ تاکہ وہ جلد اپنے وطن کی طرف لوٹ جاتے کیونکہ سفر میں خوشی مایہزن ہو جاتی ہے اور وطن کا خیال بھلا دیتی ہے۔

(فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ اس طرف کہ طالب آخرت کے لیے تنعم دنیاوی سخت خطرہ کی خیمہ ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے اس کا کہ وہ دنیا میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے) اور اگر در سفر یکدم مبادا ورح شاد کو مولانا کا مضمون ارشادی کہا جائے تو پھر یہ اس مدعا میں نص ہو گا۔ واللہ اعلم)

خیال ہو کہ وہ چلنے لگا تو عورت کو اپنی بے مروتی کی گفتگو پر سخت ندامت ہوئی اور اس نے بہت کہا کہ میں نے تو محض خوش طبعی سے مذاق میں یہ بات کہی تھی آپ اس پر گرفت نہ کیجئے مگر اس کی منت و خوشامد نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور وہ مہمان... رخصت ہو گیا اور ان کو حسرت میں چھوڑ گیا اس پر انہوں نے اسی غم میں ماقبی لبس پہن لیا کیونکہ انہوں نے اس کی صورت ایک شمع کی صورت میں دیکھی۔ اور دیکھا کہ

وہ جا رہا ہے اور اس کی نور سے تمام جنگل بہشت کی طرح جگمگا رہا ہے اور تاریکی کا اس میں نام نہیں ہے۔ اب انہوں نے اس واقعہ سے منہموم اور شرمندہ ہو کر اپنے گھر کو مہمان خانہ بنالیا۔ اور جو مسافر آتا اس کو اپنے یہاں ٹھہراتے اور اس کی خوب خاطر کرتے ان کے دل میں اس مہمان کا خیال خفیفہ خفیفہ یہ کہہ لگتا تھا کہ میں خضر تھا اور چاہتا تھا کہ تم کو بہت کچھ دوست دوں گا لیکن کیا کیجئے کہ تمہاری قیمت میں نہ تھا۔ پس تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ ہر وقت خیال ایک گدائی قدم مہمان کی طرح تمہارے دل میں بھی ہر روز آتا ہے۔

تم کو چاہیئے کہ اس خیال کو بمنزلہ آدمی کے سمجھو اور اس کی قدر کرو۔ کیونکہ آدمی کی وقعت خیال ہی کی بنا پر ہوتی ہے پس جبکہ خیال کے سبب آدمی قابلِ فتنہ ہے تو خود خیال بالادنی قابلِ وقعت ہو گا۔

یہ ضرور ہے کہ رنجہ خیال تمہاری خوشی کو کھوتا ہے لیکن وہ تمہارے لیے خوشی کا

انتظام بھی کرتا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کو تمہارے دل سے نکالتا اور فانیات کو تمہاری نظر میں محض کر کے اور ان سے تمہاری توجہ کو ہٹا کر حق سبحانہ کی طرف پھیرتا ہے تاکہ حق سبحانہ کی جانب سے تم کو ایک نئی خوشی حاصل ہو جو اب تک کبھی نہ حاصل ہوئی تھی اور وہ شاخ دل سے خزاں رسیدہ تھی (خیالات، یہودہ) کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی بجائے سبز پتے (اعلیٰ خیالات) پیدا ہوں اور وہ پرانی سرو (دنیاوی خوشی) کی جڑ اکھاڑتا ہے تاکہ اس کی جگہ مادرائے ناسوت سے ایک نیا سرو (خوشی دینی) آکر قائم ہو۔ اور وہ بُری امد بوسیدہ جڑ کو اکھیڑتا ہے تاکہ وہ ایک ایسی جڑ کو ظاہر کرے جو ہنوز مخفی تھی۔ یعنی فساد عارضی کو دور کر کے صلاحیت اصلہ کو ظاہر کرتا ہے امد میں پشیم کہتا ہوں کہ غم دل سے جو چیز بھی کھوتا ہے اس کے عوض میں اس کے بہتر عطا کرتا ہے بالخصوص اس شخص کو جس کو امر مذکور متیقن ہو کیونکہ غم اہل یقین کا خادم ہوتا ہے اور ان کے لیے سامان راحت مہیا کیا کرتا ہے۔

شاید غم کی ترشروئی سے کسی کو خیال ہو کہ وہ سامان راحت و خوشی کیونکر مہیا مہیا کرتا ہے۔

اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ابر اور برق ترشروئی نہ دکھلائیں تو آفتاب کی چمک کی تبسم سے انگور جل کر بھسم ہو جائے پس انگور کی سرسبزی اور شادابی کا مدار ابر و برق ترشروئی پر ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ برترشروئی و مضمض نہیں ہے اور وہ استبعاد جاتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اور بُرے ہر طرح کے خیالات تمہارے دل میں آتے ہیں اور ستاروں کی طرح گھر گھر پھرتے ہیں۔ پس جس وقت وہ تمہارے بُرج قلب میں آئیں تو تم ان کے لیے طالع کی طرح شیریں اور چُت ہونا چاہیے تاکہ وہ ماہِ حقیقی یعنی حق سبحانہ سے ملاتی ہوں تو وہ اس مالک اور بادشاہِ دل سے تمہاری تعریف کریں۔ [فاصلہ : باش ہچوں طالعش شیریں و چست کی۔ تفصیل یہ ہے کہ اہل نجوم نے بارہ برجوں کو کو اکب سبم پر یوں تقسیم کیا ہے کہ چاند

اور سجد کو ایک ایک بُرج دیا ہے اور باقی پانچ کو دودو۔ اور کہا ہے کہ ہر تارہ کو اپنے گھر میں قوت حاصل ہوتی ہے اسلئے اس کا گھر اس کے موافق ہوگا۔

پس تم کو چاہیئے کہ تم بھی خیالات کے موافق رہو۔ واللہ اعلم دیکھو! ایوب علیہ السلام ساٹھ برس تک صبر اور رضا کے ساتھ مصیبت کی حالت میں مہمانِ خداوندی یعنی رنج و غم سے خوش رہے تاکہ جب وہ شدید مصیبت واپس ہو۔ تو حق سبحانہ سے ان کی بہت کچھ تعریف کرے اور کہے کہ اپنی محبت کے سبب انہوں نے مجھ محبوبِ بخش سے ایک دم کے لیے بھی منہ نہیں چڑھایا مہین وہ اپنی وفاداری اور ناخوشی حکمِ خدا سے شرمندگی کے سبب ساٹھ برس تک مصیبت کے ساتھ یوں طے مجلے رہے جیسے دودھ اور شہد۔ پس تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ خیالات دل میں نئے نئے آتے رہتے ہیں۔ پس تم کو ان کے ساتھ ہنسی خوشی جانا چاہیئے اور یہ دعا کرنی چاہیئے کہ الہی جو کچھ اس کی آمد میں میرے لیے برائی ہو تو مجھے اس سے بچانا اور جو کچھ اس میں بھلائی ہو اس مجھے کامیاب۔

کرنا اور اے اللہ تو مجھے توفیق عطا کرنا کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس کو میں دیکھ رہا ہوں یعنی عطائے غنم کا۔ اور اگر یہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے تو اس کی تیجھے تو میرے لیے حسرت نہ چھوڑنا۔ یعنی تو صبر اور شکر عطا کرنا۔ تاکہ اس کے زوال کے بعد مجھے افسوس نہ ہو کہ میں نے اس وقت صبر اور شکر کیوں کیا اور تم کو چاہیئے کہ اس ترش رو خیال کا لحاظ کرو۔ اور اس ترش رو کو شیریں... سمجھو اور اس کے ترش روئی سے متوحش نہ ہو۔ کیونکہ اس کے مثال ابو کی سی ہے اور اگر بظاہر ترش رو ہوتا ہے تو اس میں ایک بڑی خوبی بھی وہ یہ کہ وہ گلشنِ پیدا کرنے والا اور شورہ کو فنا کرنے والا ہے پس تم غم کو ابھر کی مانند سمجھو اور اس ترش رو کے ساتھ ترش روئی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے اندر کوئی محضی دولت ہو جس کا ملنا موقوف ہو صبر اور شکر پر۔ اور شکر و صبر کرنے

سے تم اسکو محروم ہو جاؤ لہذا کوشش کرو کہ وہ تم سے راضی جائے اور وہ دولت تمہیں دیتا جائے اور اگر اس میں کوئی دولت مخفی نہ ہو تب بھی شکریہ مفید ہے کیونکہ اسکو تمہاری عادت درست ہوگی اور یہ تمہاری اچھی عادت تم کو اور جگہ... فائدہ دیگی اور ایک نہ ایک دن تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام غم خانی نہیں ہو سکتے لہذا کوئی غم ایسا بھی ہوگا جو دولت لئے ہوئے ہوگا اور تم حسب عادت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمہیں دولت دے جائے گا۔

سینہ خیال غم سے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جو تمہاری خوشی کو روکتا ہے تو از خود نہیں روکتا۔ بلکہ حکم اور باقتضائے حکمت روکتا ہے ایسی حالت میں اسکو ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

الحاصل تم غم کو حقیر نہ سمجھو! کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی نہایت باسعادت ستارہ ہو اور بہت بڑی دولت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور تم اسکو ناخوش کئے بغیر اسکو محروم ہو جاؤ۔ یہ گفتگو تو تمہاری تسلی کے لیے ہے ورنہ ہم کو چاہیے کہ اسکو مقصود اور وسیلہ دولت نہ سمجھو بلکہ خود اسکو مقصود سمجھو۔ تا کہ تم ہمیشہ کامیاب ہو۔ کیونکہ جب خود غم ہی مقصود ہوگا وہ حاصل ہوگا تو کامیابی ظاہر ہے۔

اور اگر تم اسکو غیر مقصود اور مضر لذتہ مقصد غیرہ سمجھو گے تو اس وقت تک اصل مقصود کا انتظار رہے گا۔ اور انتظار کا مزہ نہایت تلخ ہے اسلئے تم اپنی اس طرز عمل سے ہمیشہ موت کی مصیبت میں مبتلا رہو گے۔ پس تم کو چاہیے کہ خود اسی کو اصل مقصود سمجھ کر بغل میں لو۔ اور اس طرح انتظار کی موت کی مانند تکلیف سے بچ جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم کو تکلیف بھی نہ ہوگی اور نافع غم بھی حاصل ہو جائیں گے۔

نواختن سلطان محمود ایاز را

سلطان محمود ایاز کو قرار دیا

اے ایاز بہ نیاز صدق کیش
اے مازند، سہانے طریقہ والے املا:
نے بوقت شہوت باشد غبار
شہوت کے وقت تیرے قریب ہے
لے بوقت خشم و کینہ صبر ہوا
بوقت خشم و کینہ صبر ہوا
دفعہ اور کچھ کے وقت تیرے صبر
ہست مردی این آں شیخ ذکر
مردانگی ہے، نہ داری اور شرم
حق کرا خواندست در قرآن بحال
جی کر ادا قانی نے قرآن میں مذکور ہے
روح حیوان را چہ قدر است پیر
لے بیٹا! حیوان روح کی کیا قدر ہے؟
صد ہزاراں سرنہادر بر شکم
لاکھوں سربازان، پیٹ پر رکھ دی ہیں
تا توانی بندہ شہوت شو
تو اتنی بندہ شہوت کا غلام نہ ہو
جب تک تجھ سے ہر سہ شہوت کا غلام نہ ہو
ورنہ شہوت خان مات بر کند
ورنہ شہوت تیرا گھر بار اکھاڑ دے گی
روسی باشد کہ از جلاں کیر
روسی ہوگی کہ (مردوں) شرمگاہ کی حرکت ہے

صدق تو از محرو زکوہ ستیش
تیری سہانے سند اندھاٹے نیاہ ہے
کہ رد و عقل جو کوہست کاہ وار
کہ تیری بہادری میں عقل کے طرح ہو جائے
ست گرد و در قرار و در شہت
نکاد اور جہاز میں شہت ہوتے ہی
ورنہ بونے میر میراں کیسہ خیر
مرد کے لیے کی شرمگاہ مردانگی کی شرمگاہ ہوتی
کے بونے جسم را آن جا مجال
وہاں جس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟
آخر از بازار قضا ہاں گذر
آخر قضاویوں کے بازار سے گذر
آرزو شاں از دلبہ و از دم کم
گنجائش چکی اور دلی سے سستی ہے
در پے شہوت کمن دل را گرد
شہوت کے پیچھے دل کو گردی نہ کر
زندہ ات در گورتا یکا فکند
تجھے زندہ اندھیری قبر میں پھینک دے گی
عقل او موشے شود شہوت چو شیر
انسانی عقل جو ہے جیسے اور شہوت شیر جیسا ہوتا ہے
ہے

صدق کیش۔ جس نے سہانے
کو ذہب بنایا ہو ہتھار۔
لش۔ کہ روئے میں بہادری
عقل کے طرح ہو جائے۔
کہ۔ ہم طرح پرانے
غصہ میں جھڑپاں کہ صبر
دیتا ہے۔ بہت۔ اصل
مردانگی جیسی ہے کہ غصہ کے
وقت انسان اپنے آپ پر
کاہو ہے۔ داری اور انکاح
بذکر دلی کا اہل نہیں ہے
در گھر کے لیے پڑا ہوتا۔
حق۔ ادا قانی نے بیان
ان دونوں کو کہا ہے جی کہ
مصلحتی ہوگی ہے اور روح
سے مراد دنیا جیوانی نہیں
ہے۔
کہ۔ صد ہزاراں۔ روح
جیوانی کو نہ کہ منکر و کفر
ہو نہ قصاص کے انداز میں
جا کر رکھے۔ اور۔ بہت
شہوت۔ شہوت جیسی انسان
کی ہڈی کا باعث ہے اور
انسان کو زندہ اور گرد نہ دیتی
ہے۔ دلی۔ حافظہ صحت
شہوت میں اندھیری جیوانی ہو
لے وقت۔ ہتھار۔
کا خاصہ ہے کہ کوئی شہوت
سے منسوب ہوگی عقل جیوانی
پر۔ جیوانی جیسے جسم والی
نکدہ ہر آناک۔ زبان
ماہ۔ حریف لڑا ہوا
جوان لڑکے کے کوئی خیال نہ
کے۔

وصیت پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازین شوہر

ایک لڑکی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کرے تاکہ وہ اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجه بود دست او را از دست
ایک صاحب کے ایک لڑکی
گشت بالغ داد دختر را بشو
د بالغ ہو گئی تھی لے وہ شوہر کو دے دی
زہرہ خدے مرگئے سیمیں کے
زہرہ جیسے خدوں کی پاندھی پر غلامی
شونود اندر کفایت گفتوا
خبر جنت میں جس کا ہمسرہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد کزناک

خربزہ جب پاک جالہ سے دیکھ رہا تھا ہے

چوں ضرورت بود دختر را بداد

چونکہ میری سہیلی تھی، لڑکی دے دی

گفت دختر را کہیں داماد تو

اُس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے

کز ضرورت بود عقد این گدا

اُس نے کہا کہ اس فقیر سے شادی مجھ سے تھی

ناگہاں بچہ کد کد ترک ہمہ

ایک دم ناگہاں بچہ کد کد، سب کو چھوڑ دے گا

گفت دختر لے پدر خدمت کنم

لڑکی نے کہا اے آبا! تمہیں کروں گی

ہر دور و لے ہر سر رونے آں پد

ہر دور و لے اور میرے دن وہ باپ

ایں چہیں تو مے بعالم ہم بزند

دنیا میں ایسے لوگ بھی ملتے

حالمہ شد ناگہاں دختر ازو

اپنا بچہ لڑکی سے عالم ہو گئی

از پدر آں انہاں میداشتش

اُس نے اس کو باپ سے پہلے رکھ

گرد بشکا فی تہ گشت و ہلاک

اگر تو اس کو نہ چھوڑے گا، تباہ اور برباد ہو جائیگا

اور بنا کفوںے ز تخفیف فساد

اُس نے فساد کے اُسے سے خیر سیر کر

خوشتن پر سیز کن حامل شو

اپنے آپ کو بچھا، حامل نہ ہو

ایں غریب خوار را بنود وفا

اس ذلیل، فقیر میں وفا داری نہ ہوگی

بَر تو طفل او بماند مظلّمہ

اُس کا بچہ میرے دست پر بادشاہ بن جائے گا

ہست پندت و لیزد و مفتنم

آپ کی نصیحت مل کر گئے والہ نصیحت ہے

دختر خود را بغر نمودے خد

لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

کز جنیں نوع نصیحت گر شد مد

کس طرح کی نصیحت کر رہا ہے میرے

چونکہ پد ہر دو جوان عاتقون شو

چونکہ شرمناک ہیں دونوں جوان تھے

پنج ماہ گشت کو دیکھ کشش

بچہ پانچ ماہ سے بچنے کا ہو گیا

لے گفت باب لے

لڑکی کو حاملہ بننے کی ہدایت

کی عقد میں نکاح ہو جائے

بین چھوڑ کر باگ چھوڑے گا

نقد علم کی پانچاقت خد

بچاؤ۔

لے آہ میں میری نصیحت

ہوئی جاؤ گی گفت و لک

لے باب سے کہا بچہ اگر لک

اور دور و ایک جگہ ہو تو دوری

کب کہا و کس سے ہے جہان

محبوبت، عشق و چہاؤ۔

گشت پیدا گفت بابا بیست ایں

دعا ہو گیا، ادا لے کہا یہ کیا ہے؟

آں وصیتہائی من خود بار بود

و میری نصیحتیں خود اپنی ہوں

گفت بابا چوں کنم پر سیز من

اُس نے کہا آبا! میں کیسے بچتا؟

پنہ را پر سیز از آتش کجاست

روٹی لاکھ سے کہاں بچاؤ ہے؟

من گفتم کازو دوری گزریں

میں نے تجھے نہیں کہا تھا میں دوری اختیار کر

ک نمرود پند و عظم بیج سود

کیونکہ میرے دعوے نصیحت نے کوئی ناکام نہ لایا

آتش و مینہ است بیشک مژدن

مرد و عورت آگ اور روٹی ہیں

یاد آتش کے حفاظت مٹا

یا آگ میں محبذات اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتہ کہ سُوئی اُو مرو
 اُس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اسے پاس بلا
 در زمان حال و انزال و خوشی
 کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت
 گفت کے دائم کا انزال کیست
 اُس نے کہا مجھے کب معلوم تھا کہ انزال کب ہوگا
 گفت چوں چشمش کلا پیہ شود
 اُس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چریں
 گفت تا چشمش کلا پیہ شدن
 اُس نے کہا، اُس کی آنکھیں چریں تک
 نیست ہر عقل حقیرے پا مدار
 ہر حقیر عقل، مقبوط نہیں ہے

تو پذیرای منی اُو مشر
 (کہ) کہا تھا، زانی منی کو قبول کرنے والی دہ
 خوشیتن باید کہ از دے در کش
 چاہیے (تھا) کہ اس سے پہلے آپ کو کھینچتی
 ایں نہان و بغایت دُور ست
 پرشیدہ اور استہسان بعد ہے
 فہم کن کاں وقت انزال شود
 سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے
 کو مگر دزد شہوت چشم من
 شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں
 وقت حرص وقت جنگ کا زلہ
 حرص کے وقت اور جنگ کا زلہ کا وقت

گفت: اور نے کہا کہ میں نے
 شہوت کے پاس جانے کو منع
 نہیں کیا تھا جتنی یعنی انزال
 کے وقت اپنے آپ کو مضبوط
 کرنے کو کہا تھا۔
 ۱۱۱ گفت: روکی نے کہا
 مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے
 کہ اس کو انزال کس وقت
 ہو رہا ہے۔ در درست...
 مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔
 کلا پیہ آنکھوں کو چڑھنا
 کوئی نظر نہ آئے۔ گفت:
 روکی نے کہا اس وقت تیریں
 خود شہوت سے اندھی ہوتی
 تھی وقت حرص، لای اور
 جنگ میں بہت کم عقلیں قائم
 رہتی ہیں۔

شرح اب ہم پھر قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
 محسود نے کہا کہ اے منکسر المزاج اور مخلص ایاز تیرا صدق
 نہ سمندر میں سما سکتا ہے اور نہ لوٹے میں اور نہ جتنے شہوت کے وقت لغزش
 ہوتی ہے جس کے تیرے کوہ کی مانند غیر متزلزل عقل کا ہ کی طرح اڑ جائے اور نہ
 غصہ اور کینہ کے وقت۔ تیرے صبر و دل کے ثبات اور قرار میں خلل آتا ہے۔
 اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! مردانگی اس کا نام ہے کہ آدمی نہ شہوت
 سے مغلوب ہو اور نہ غصہ اور عداوت سے اور مردی اس کا نام نہیں ہے۔ کہ کسی
 کے عضو تناسل ہو یا ڈاڑھی ہو کیونکہ اگر عضو تناسل پر مردی کا مدار ہوتا تو گدھے کا
 عضو تناسل کو امیر الامراء ہونا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ جب عضو تناسل میں یہ...
 خاصیت ہے کہ وہ دوسروں کو عزت اور شرف بخشتا ہے تو خود اس کو بالادے
 معظم اور محترم ہونا چاہیے اور جبکہ عضو تناسل خود محترم اور معظم تھا۔ تو لازم ہے کہ ان

لوگوں سے زیادہ معظم ہو جن کو اسکی جہت سے شرف حاصل ہوا ہے اور جبکہ وہ
 اوروں سے زیادہ معظم ہوا تو اس کے افراد میں جو سب سے بڑا ہو گا وہ اپنے سے
 چھوٹوں سے ضرور معظم تر ہوگا۔ وہو ذکر الجبار فثبت انه امیر الامراء واعظم
 الاعاظم اللازم باطل۔ فی الملزوم مثلاً۔ تم غور تو کرو کہ حق سبحانہ نے قرآن میں
 رجال کن کو کہا ہے۔ کیا اہل ذکر کو ہرگز نہیں۔ بلکہ جن کو۔۔۔۔۔ رجال کہا ہے ان کو
 توجہیت سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ بلکہ وہ تو غلبہ روحانیت سے سراسر روح میں۔
 چنانچہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا
 بالغدو والاصالہ رجال لاتلہیہم تجارت ولا بیع عن
 ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ طینا فون یومًا
 تتقلب فیہ القلوب والابصار۔

پس مرد وہ ہیں جن کو خدا مرد کہتا ہے کہ جن کے یہ صفات بیان کرتے ہیں
 کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ ذکر اللہ اور اقامت صلوٰۃ و اعطاء زکوٰۃ سے
 غافل نہیں کر سکتی۔ اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔ اور جسکے لیے مالک
 شہوت و غضب ہونا لازم ہے نہ کہ اہل ریش و ذکر (یہ استدلال شرعی ہے)
 تم غور تو کرو کہ روح حیوانی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے جو مناسط مرے ہو سکے اسکی
 حیثیت تو وہ ہے جو تم کو قصائیوں کے بازار میں معلوم ہوگی تم جاؤ اور دیکھو۔ کہ
 ہزاروں سر جانور مذبح پڑے ہوں گے اور ان کے سران کے پیٹ پر رکھے
 ہوئے ہوں گے اور ان کی قدر و قیمت دنبہ اور دم سے بھی کم ہوگی۔ یہ حیثیت ہے
 روح حیوانی کی تو وہ کیا خاک مناسط مردی و عظمت و جلالت قدر ہو سکتی ہے پس
 تم کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے شہوت کے غلام نہ بنو اور شہوت میں دل کو نہ
 پھنساؤ۔ ورنہ یہ شہوت تمہارا خانہ خراب کر دے گی۔ اور تم کو زندہ درگور کر دیں گے
 کیونکہ اسکی تمہاری حیات روحانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح گو یا کہ تم زندہ

درگور ہو جاؤ گے مردوں کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ مغلوب شہوت ہو جائیں وہ تو رنڈی ہوتی ہے جو مغلوب شہوت ہوتی ہے اور ذکر کی آمد و شد سے اسکی عقل مغلوب اور شہوت غالب ہو جاتی ہے مردوں کا یہ کام نہیں ہے کہ شہوت سے مغلوب ہو جائیں۔

اچھا اب ہم تمہیں ایک واقعہ سناتے ہیں جسکی تم کو شہوت کی قوت کی حالت معلوم ہو۔ اور تم اسکی عبرت حاصل کر سکو۔

ایک شخص تھے جس کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی وہ بالغ ہو گئی اور انہوں نے اس کی شادی کر دی لیکن اتفاق سے اس کا خاوند دولت مند نہ تھا۔ بلکہ ایک غریب آدمی تھا۔ اس پر شاید یہ سوال ہو کہ ایسے سے شادی کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تربوز پیک جاتا ہے اور پانی سے بھر جاتا ہے تو اگر اسے چیرا نہ جلے تو خراب ہو جاتا ہے یہی حالت لڑکی کی ہے کہ اگر وہ بالغ ہو جائے اور اسکی شادی نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں بگڑ نہ جائے اسکی شادی کی ضرورت تھی اور چونکہ ضرورت تھی اور کوئی مناسب لڑکا ملا نہیں اسلئے مجبوراً اسکو غریب ہی کے پلہ باندھنا پڑا۔ تاکہ کوئی خرابی نہ ہو جائے لیکن اس لڑکی کو وصیت کر دی کہ تو اس شوہر سے الگ رہنا اور حاملہ نہ ہونا کیونکہ اس مفلس سے یہ شادی بضرورت کر دی گئی ہے۔

یہ بے چارہ ذلیل آدمی نباہ نہ سکے گا۔ بلکہ دفعۃً سب کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس کا بچہ تیرے گلے پڑے گا۔ لڑکی نے کہا بہت خوب! میں ایسا ہی کروں گی کیونکہ آپ کی نصیحت جی لگتی اور قابل قدر ہے خیر لڑکی رخصت ہو گئی اور شوہر کے ساتھ رہنے پہنے لگی۔ باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن لڑکی کو احتراز کی ہدایت کرتا تھا۔

اب مولانا تعجب فرماتے ہیں کہ اے اللہ! کہ دنیا میں ایسے احمق لوگ بھی پائے ہیں جو اس قسم کے ناممکن العمل نصیحت کیا کرتے تھے۔ خیر اتفاقاً اس کو اس شخص کا

حمل رہ گیا۔ کیونکہ دونوں جوان تھے۔ خاوند بھی اور بیوی بھی۔ ایسی حالت میں حمل نہ
 بھاننا کون سی بڑی بات ہے لیکن وہ لڑکی اسکو باپ سے چھپاتی تھی۔ اسی غصہ میں وہ
 حمل پانچ چھ مہینہ کا ہو گیا اور معاملہ کھل گیا۔ اس پر باپ نے کہا کہ بیٹی یہ کیا بات ہے
 کیا میں نے تجھے نہ روکا تھا کہ تو اس الگ رہنا۔ میری دھیتیں تمام بے سود ثابت
 ہوئیں کیونکہ انہوں نے تجھ پر کچھ اثر نہ کیا۔ اب لڑکی نے کہا کہ آبا جان۔ آخر میں پنج
 کیونکر سکتی ہوں۔ عورت اور مرد کا تو آگ اور روئی کا میل ہے بھلا روئی آگ سے
 کہیں پنج سکتی ہے یا وہ آگ ہیں پڑ کر جلنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ باپ نے
 کہا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ تو اسکے پاس نہ جانا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ اس کی
 منی کو قبول نہ کرنا اور تجھے چاہیے کہ جب اسے انزال ہونے لگے تو تو الگ ہو
 جائے اس پر اس نے کہا کہ میں یہ کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ اسے کب انزال ہوگا۔
 یہ تو ایک مخفی امر اور میری آنکھوں سے نہایت دُور ہے اسلئے کہا کہ جب اس کی
 آنکھوں میں تغیر آجائے اور آنکھیں چڑھ جائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب اسے انزال
 ہوگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ جب تک اس کی یہ حالت ہو۔ میری آنکھیں پہلے شہوت
 اندھی ہو جاتی ہیں۔ پھر میں کیسے معلوم کر سکتی ہوں

یہ واقعہ تھا اسلئے تم کو سمجھنا چاہیے کہ ہر معمولی عقل کا کام نہیں ہے کہ وہ جنگ
 اور شہوت کے وقت قائم رہ سکے۔ اسلئے تم کو شہوت کی بُرائی معلوم ہو گئی ہوگی
 پس تم کو اسلئے نہایت احتراز چاہیے۔ شہوت کے وقت عقل کے قائم نہ رہنے
 کا بیان تو سن چکے۔ اب جنگ کے وقت اس کے قائم نہ رہنے کا بیان سنو۔



وَصَفِ ضَعْفِ دَلِ وَتَسْتِ صَوْنِ سَابِرِ وَرَدِ مَجَاهِدِ
 اس صوفی کے دل کی کزوری اور تستی کا بیان جو سامنے میں پکانش مجاہدہ نہ کئے
 ناکردہ درود و داغ عشق ناچشیدہ، بسجد و سجود لبوس
 ہونے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ بچھے ہوسکتا تھا، سیدے اور عمام کی دست دوسری
 عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودن ایشان کہ
 اور احتسام سے دیکھئے اور ان کی انگلی اٹھانے سے

تھے و صف ابن صوفی
 صاحب کے قتل سے یہ بتایا
 ہے کہ جنگ کے وقت ان
 کی عقل بیکار ہو جاتی تھی صوفی
 صاحب نہایتانہاء کے ساریں
 پڑے تھے مجاہدے کی مشقتیں
 نہ اطمینان تھیں عمام کی کثرت
 بوس سے اپنے آپ کو کول
 اسن بوس بیٹھے تھے بگشت
 مشہور آدمی کی طرف روگ
 انھیں سے اشارے کرتے
 تھے جن میں سے پچھلے ہونے
 قدسنا تھا کہ کب کے بچنے کے
 استاد کو لازم ہونا پڑا تھا
 جہاد و کرب و نفس کے ساتھ
 جہاد و شمشیر، ستارہ جہاد و ہنر
 کا نرد سے جہاد کرنا
 تھے کلا سون، توکل نے
 کافروں کے خلاف غیارت کی
 درود کی ہے اور کہ ہے کہ
 مغرب حقیقت مال ملنے
 آجائے گی، قرآن جہاد و حق
 جنگ کا شہر و وطن تھا جنگ
 جہاد و حق، نشان جنگ
 کی جگہ میدان جنگ انھیں
 شہادت، برہمن۔

امروز در زمانه صوفی اوست غزہ شدہ و یوہم بپا شدہ چون
 کہ تہیکہ دنیا میں رہی صوفی ہے اور دھوکے میں آ گیا تھا اور ہم کی باری میں بٹا ہو گیا تھا
 آن معلم کہ کو دکان گفتند کہ رنجوری و بایں ہم کہ من مجاہد
 اس استاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ باری ہیں اور ہیں ہم سے کہیں باہر ہیں
 مرادیں راہ پہلوان میدانہا غازیان بغزار فتہ کہ بظاہر
 لوگ بچے اس راہ کا بہرہ لیاں سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہیں غازی
 نیز بنمایم جہاد کہ در جہاد اکبر مستثنی ام جہاد اصغر خود پیش
 جہاد میں کروں گا، بیکر میں بڑے جہاد میں ستارہ ہوں، جہاد جہاد میرے سامنے کیا
 من چہ محل دارد و خیال شیر در دیدہ و دلیر بہا کردہ و مست
 وقت نکست ہے ؟ اور شیر ہونے اور بہادری کا لفظ آجھ میں جا کر اور ان
 ایں دلیر بہا شدہ و روی ہمیشہ نہادہ بقصد شیر و
 بہادری میں مست ہو کر اور شیر کے اڑانے سے بھی ہرگز نہ ڈرے گا
 شیر بزبان حال گفتہ کہ کلا سوف تعلمون شحر
 شیر نے نابھ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم مغرب ہاں رہے، ہر
 کلا سوف تعلمون
 ہرگز نہیں، تم مغرب ہاں رہے

زفت یک صوفی بہ لشکر و غزا
 ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا
 ماند صوفی بابتہ و نیمہ و ضعیف
 صوفی سامان اور نیمہ اور کردوں کی تھو گیا
 مشقلا ان خاک برجہا ماندند
 دوش کے برص، (انہ) جگہ پر نہ گئے
 ناگہاں آمد قطاریق و وفا
 اہلک جنگ شہر و غزاتھا اور جنگ شروع ہو گئی
 فارساں را ندند تا صف صاف
 سپہ سالاروں کی راہی جنگ کی صف کیوں گزریں
 ساقیون الساقیون در را نندند
 سبقت کرنے والے پیش قدمی کے روڑ گئے

جنگلہا کردہ نطفہ آمدند
جنگ کر کے لایا باپ ماہی آئے
ارمغان دادند کائے صوفی تونیز
انہوں نے تھو دیا کہ صوفی تونیز آئے
پس بگفتندش کہ ششمنی چرا
بیم انہوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے
زاں تطفہ ہیج صوفی خوش
اس ہیرا دان سے صوفی کو بھی غصہ نہ ہوا
پس بگفتندش کہ اور دیکم اسیر
تو انہوں نے اس سے کہا ہم قیدی آئے ہیں
سیر برتیش تا تو ہم غازی شوی
اس ہیرا خانہ کر دے تاکہ تو ہم غازی بن جائے
کاب را گرد و وضو صدر شوی
اگر اگرچہ وضو میں پانی کے ٹیکوں خد ہیں
بُرد صوفی آں اسیر بستہ را
اس بندے ہوئے قیدی کو صوفی سے گیا
دیر ماند آں صوفی آنجا با اسیر
صوفی قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا
کافر بستہ و دوست کوشنی ست
دو دن ہاتھ بندھا کافر، تین ہونے والا ہے
رفت آں یک در نقض دریش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا
بچھو تر بالا ای مارہ آں اسیر
وہ قیدی، مارہ پر نرک طرح تھا
دشہا بستہ ہی خاسید او
اتھ بندے ہوئے وہ چھار اٹھا
گبر میخائید با دندان گلوش
کافر مانتر سے اس کا گھر چھار اٹھا
دست بستہ گبر ہچھوں گریہ
اتھ بندے ہوئے کافر نے، تہ کی طرح

باز گشتہ باغِ اتم سودمند
الدار ہو کر فیتنوں کے ساتھ لوٹ آئے
اوبروں انداختہ بند ہیچ چیز
اس نے اپر پیک دیا، کوئی جیسہ نہ لی
گفت من محروم ماندم او غمرا
اس نے کہا، میں بھارے محروم رہ گیا
کو میان غم و خمر کش نشد
کیونکہ وہ جہاز میں غم سے بچانے والا نہ بنا
آں یکے را بہر گشتن تو بیکر
اس ایک کو قتل کرنے کے لئے لے لے
اندکے خوش گشت صوفی دل توئی
صوفی حوزہ را خوش ہوا اند فطرتوں میں گیا
چونکہ آں بنو دیہتم کرو نیست
جب وہ نہ ہو تو دیہتم کرنا ہی ہے
در پس خرگہ کہ آر داو غمرا
غیر کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے
قوم گفتندے عجب خوش شفقیر
دلوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا
پس ماش را موجب تاخیر حیت
اس کے ذہن کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے
دید کافر را ببالای ویش
اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا
بہو خیرے خفتہ بالای فقیر
وہ فقیر بکوشش کی طرح پڑا تھا
از سر استیزہ صوفی را گلو
صوفی کا گلو، کہیں دور کی وہ ہے
صوفی افتادہ بنیر و رقتہ موش
صوفی نیچے پڑا تھا اور بوس آؤ گئے تھے
خستہ کردہ خلق او بے حربہ
بنیر نیرے کہیں کے گھے کو زخمی کر دیا

نیم گشتش کردا دندان اسیر
 قیدی لے دانتوں سے اس کو اذہ مزا کر دیا
 ہچو کو زکرت دست نفس بست دست
 جیری طرح ، کہ باقہ بندے نفس سے
 لے شدہ عاجز ز کیش تو
 اسے وہ کہ قراچے مذہب کے نیلے سے مابڑ ہے
 زینقدر زخو رشتہ مژدی از شکوہ
 توڑے ، اس قدر دھولن میے سے مریا
 غازیان کشتند کا فر را بہ تیغ
 غازیوں نے کا فسہ کو تھوڑے اڑا دالا
 بر رخ صوفی ز دندان آب گلاب
 صوفی کے جہر سے پرانی اور گلاب چھڑکا
 چون خوشی آمد بیدار آن قوم را
 وہ جب ہوش میں آیا اس نے قوم کو دیکھا
 الله الله لہ نچہ حال است عزیز
 اللہ اللہ اے پیارے! کیا حال ہے!
 از اسیر نیم گشتہ بستہ دست
 اذہ مژے ، باقہ بندے ، قیدی ہے
 گفت چون قصد شش کردم چشم
 آئے کباب میں نے قصد سے آنکے سر کا اڑا دیا
 چشم را و اگر دیہن او سوی من
 اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں
 گردش چشم مرا لشکر نمود
 اس کی آنکھوں کو مجھ کو لشکر نظر آیا
 قصہ کوتہ کن کراں چشم انجین
 قصہ مختصر کر کہ ان آنکھوں سے میں ایسا
 فتنہ کوتہ کن کراں غمغزہ گراں
 فتنہ کو مختصر کر کہ اس کی آنکھوں سے

ریش او پر خوں ز خلق آں فقیر
 اس فقیر کے غن کے خون سے اگلی رانی ہو رہی تھی
 ہچو آں صوفی قتادستی پرست
 اس صوفی کی طرح ، نیچے گرا ہوا ہے
 صد ہزاراں کو ہمارے پیش تو
 تیسرے سانچے ، وکھوں پہاڑ ہیں
 چوں زوی بر عقبہا کے ہچو کوہ
 تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گدھے گاڑے
 ہمداراں ساعت ز جحیت بیدار
 بے دریغ اس وقت قطعہ سے
 تا بہوش آید ز بہوشی و خواب
 تاکہ وہ بہوشی اور غفلت سے روش نہ پاتا
 پس پر سبند چوں بد ماجرا
 تر انھوں نے بوجھ کیا نقد ہوا ؟
 انجینیں یہ ہوش گشتی از چہ چیز
 تو کس جیسے سے ایسا بے ہوش ہو گیا ؟
 انجینیں یہ ہوش قتادی بست
 اس طرح بے ہوشی اور بستی پر گر کر پڑا
 طرف در من بنگرید ان شوخ چشم
 اس نے مجھے عجیب مسرور پر گھورا
 چشم گردانید و شد ہوشم ز تن
 آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے
 می ندانم گفت چوں پر ہول بو
 میں جانتا نہیں سنا کہ کس قدر غرناک تھیں
 رنتم از خود اوفتادم ہر زین
 بے ہوش ہوا ، زمین پر گر پڑا
 رنتم از خود اوفتادم من در لہ
 میں بے ہوش ہو گیا ، میں اس میں گر پڑا

لہ نہ کشتش ، اس کا سر لے
 صوفی کو زبرد گردا دیا اس کی
 کی رانی اس صوفی کے غن
 میں ہوش گشتی ، جھوڑے ہوش
 صوفی کا باقہ بندے کا فرے
 ہر حال ہمارے پیش کے
 انھوں نے ہر حال ہے کل
 بندہ ترشتہ ، وہ بیدار کے
 کتا سے دھولن میں ہوش
 پہاڑ کی گھاٹی جیسے تھار
 کی وجہ سے غنہ کرنا
 لہ چوں ، جب صوفی کو
 ہوش آیا تو اس سے ہوش
 ہولے کا قصہ پر چھا کر باقہ
 بندے ہوئے قیدی کے نیچے
 پڑے ہوئے بے ہوش کیوں
 مرنے لگا وہ اس کا فرے
 عجیب طرح پر گھور کر دیکھا
 بڑی بڑی آنکھیں کا میں لگا
 ان کو گھمایا تو میں مجھے ہوش
 ہو گیا
 لہ گردش ، اس کے آنکھیں
 چمکانے سے مجھے ایسا معلوم
 ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں
 اس کی خوشنوا کا میں میں ہیں
 کر سکتا ہوں

نہیں حمزہ خوردن انجامیغ ہیں
یہ جگہ تو دینیک کہا نہیں ہو، بخوار دیکھ
نہیں کوٹ چرب تیغ و خجرت
لنہ کہنا نہیں ہے، تھوار اور خجرت ہے
کار ہر نازک دے نبود قتال
ہر نازک دل ۷۷۴م جگہ کرنا نہیں ہے
کار ترکان ست نے ترکان برو
ہماروں کا ہم ہے، برو کا نہیں ہے، جا
قتہ کو تہ کن کزاں چشمہ بچیں
قتہ مختصر کر، کہ ان آنکھوں۔ اسے ہر

حمزہ باید دریں صف آئیں
ہیں صف میں ہو ہے، میا (صفت) حمزہ درکار
جاں باید با تہ جاں سرت
نر کا یہ ہے، جان کی بازی لگانا چاہیے
کہ گریز و از خیالے چوں خیال
جو ایک دہم سے خیال کی طرح سالک بائیے
جای ترکان است خانہ خاند
بروز کی جگہ گھر ہے، گھر میں جساہ
رفتی از دست و فتادی بر زمین
تو بے تاب ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

۱۰۰ غزل: جوار، فتاکن
نکار دینے والا، جاش، نقار
میں جگہ رفتار۔ برکان آتیں
نکستین پڑھائے حمزہ، مصرع
آواز، ہنسنے والا، اس کا پتہ دے گا
مصرع میں، آنکھوں کے پتہ کا
نام ہے جن کی بہادری مشہور
ہے

شرح

ایک صوفی شکر کے ہمراہ جہاد میں گئے وہاں دفعۃً شور جنگ
برپا ہو گیا اور لڑائی ٹھن گئی۔ بسے یہ صوفی تو اسباب اور
خیموں اور عورتوں وغیرہ کی حفاظت کے لیے رہ گئے اور شہسوار صف جنگ میں
شریک ہو گئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت جہاد باطنی کی ہے کہ اس میں
بھی جو لوگ غلبہ خاک سے گراں بار تھے پیچھے رہ گئے اور آگے بڑھنے والے
تیز دوڑ گئے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب تم اصل قصہ سناؤ!

لوگ جہاد کے فتنے حاصل کئے ہوئے اور اموال غنیمت لئے ہوئے سوئے
لوٹ آئے اور اس میں سے صوفی کو بھی تحفہ دیا اور کہا کہ آپ بھی لیجئے، اس نے
اسے پھینک دیا اور کچھ نہ لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش کیوں ہیں اس نے
کہا کہ میں ناخوش نہ ہوں کہ جہاد سے محروم رہ گیا۔ تم کو واضح ہو کہ کوئی صوفی جو کہ
جہاد میں خجہ کش نہ ہوا ہو۔ ایسی عنایت سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اس پر لوگوں
نے کہا کہ آپ ناخوش نہ ہوں ہم ایک قیدی لائے ہیں آپ اس قیدی کو مارنے
کے لیے لے لیجئے اور اس کا سر کاٹیں۔ تاکہ آپ بھی غازی ہو جائیں یہ سنکر
صوفی کسی قدر خوش ہوا اور اس کی دل شکنی کم ہوئی کیونکہ اس نے اپنے دل میں

کہا کہ گو وضو کے باب میں پانی نہایت خوب ہے لیکن جب پانی نہ ہو تو ناچار تیمم کرنا ہوگا۔ اسی طرح گو صوفی جنگ میں شرکت نہایت اعلیٰ تھی مگر جبکہ وہ ناممکن ہے تو اب مجبوراً قتل اسیر ہی پر قناعت کرنی پڑے گی۔

یہ خیال کر کے وہ اپنی مشکلیں کسی ہوئے قیدی کو خیمہ کے پیچھے اسلے لے گیا کہ وہاں اس پر جہاد کرے۔ وہ لے تو گیا۔ مگر واپس نہ آیا اور بہت دیر ہو گئی لوگوں نے کہا کہ ارے صوفی کیا ہوا۔ کافر مشکلیں کسا ہوا اور واجب القتل تھا پھر اب تک اسلے اسے قتل کیوں نہیں کیا۔ القصر! جب یہ تحیّر بڑھا تو ایک شخص تفتیش حال کے لیے گیا اسلے وہاں جا کر دیکھا کہ کافر صوفی کے اوپر سوار ہے اور جس طرح کہ نہ مادہ پر سوار ہوتا ہے یوں وہ قیدی شیر کی طرح صوفی پر پڑا ہے اور مشکلیں کسی ہوئی ہونے کی حالت میں مخالفت سے صوفی کا گلہ چبار رہا ہے وہ کافر تو اس کا گلہ چبار رہا ہے اور صوفی بے ہوش نیچے پڑا ہوا ہے اور مشکلیں کسی ہوئی کا نسنے بل کی طرح بدوں کسی ہتھیار کے صوفی کو زخمی کر رکھا ہے اور اس قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موٹا بنا دیا ہے اور صوفی کے حلق کے خون سے اس کی ڈاڑھی رنگی ہوئی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس صوفی کی ایسی ہی حالت تھی جیسے تیری کہ تو بھی مشکلیں کسے ہوئے نفس ہاتھ سے اس صوفی کی طرح مغلوب ہو کر نیچے پڑا ہوا ہے۔

ارے تو ایک ٹیلے یعنی اپنے ظاہر مذہب سے عاجز ہو گیا ہے اور اس کی پابندی نہیں کر سکتا۔ ابھی تو تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ یعنی دقائق مذہب ہیں پس جبکہ تو اتنے بڑے ٹیلے کے خون سے مر گیا ہے۔ تو تو ان پہاڑ کی طرح دشوار گزار گھاٹیوں سے کیونکر عبور کرے گا۔ مرد خدا اتنا کمزور نہ بن اور ہمت سے کام لے کر نفس کو مغلوب کر۔ اس کا مغلوب کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ فی نفسہ

بہت کمزور ہے۔ مگر ہمت کی ضرورت ہے

خیں یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سُنو کہ جب غازیوں نے صوفی کی یہ حالت دیکھی تو جوش غیرت سے فوراً اس کا فرکو تہ تیغ کر دیا۔ اور صوفی کے منہ پر پانی اور گلاب کے چھینٹے دیئے تاکہ وہ بے ہوشی اور بے خودی سے ہوش میں آئے۔ پس جبکہ وہ اس تدبیر سے ہوش میں آگیا۔ تو اس نے آنکھ کھولی اور لوگوں کو اپنے پاس جمع دیکھا۔ اس پر لوگوں نے اس کا واقعہ پوچھا اور کہا کہ میاں تمہاری کیا حالت ہو گئی۔ اور تم اس طرح کیوں بے ہوش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ تم اس ادھ موئے اور مشکیں کسی ہوتی قیدی سے یوں بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مغلوب ہو گئے اس نے جواب دیا کہ صاحبو! بات یہ ہے کہ جب میں نے غصہ سے اس کی گردن مارنے کا ارادہ کیا تو اس دیدہ دلیر نے میری طرف عجیب طرح سے دیکھا یعنی اس نے مجھ پر آنکھیں نکالیں اور مجھے گھورا۔ یہ دیکھ کر میرے حواس غائب ہو گئے۔ اس کی گردش چشمہ مجھے ایک لشکر معلوم ہوتی تھی اور میں نہیں بیان کر سکتا کہ وہ کس قدر ہولناک تھی۔

قصہ مختصر اس کی اس خوفناک آنکھ سے میں بے ہوش ہوا اور زمین پر گرا ہوں اور اس کی سخت اشارہ چشم سے میں آپ میں نہیں رہا اور زمین پر گر پڑا یہ سنکر اس لوگوں نے کہا کہ میاں! ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس کمزور ہمت کے ساتھ جو کہ تم کو حاصل ہے لڑائی کے پاس بھی نہ بھٹکنا۔ بلکہ باورچی خانہ اور خانقاہ ہی میں رہنا۔ تاکہ پھر اہل لشکر کے سامنے تمہیں ذلت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ جب کہ ایک مشکیں کسی ہوئے قیدی کی آنکھ سے تم ڈوب گئے اور تمہاری کشتی ٹوٹ گئی۔ تو شیران زر کے حملہ میں۔ جہاں کہ تلواروں سے سروں کی وہ حالت ہوتی ہے جو کہ گیند کی۔ اور جہاں کہ گردن زنی کی آوازیں کے مقابلہ میں دھوبیوں کے کپڑے پھینٹنے کی آوازیں محض ہوتی ہیں اور جہاں کہ جان لیوا تیروں کی شاہیں شاہیں سے ابر آذری کی شاہیں شاہیں شرمندہ ہوتی ہے تم کب خون میں تیر سکتے

ہو۔ جبکہ تم مردوں کی جنگ سے بالکل ہی نا آشنا ہو۔ وہاں تو یہ حالت ہوتی ہے
 کہ بہت سے بے سر لاشے ٹڑپتے ہوتے ہیں۔ اور بہت سے سرخون پر بلبلوں
 کی طرح تیرتے ہوتے ہیں اور گھوڑوں کے سسوں کے نیچے سینکڑوں بہادر فنا
 ہو جاتے ہیں۔ ایسی صف میں ایسا ہوش جو کہ چوہے سے رخصت ہو گیا کیسے
 تلوار کھینچ سکتا ہے۔ جناب یہ تو معرکہ ہے۔ شراب خواری نہیں ہے کہ تم بھی استین
 چڑھا کر پینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور یہ کوئی تیرہ تبرک کا کھانا نہیں کہ خود سے پہلے
 کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہاں تلوار کا سامنا ہے اور اس صف میں عفرہ سے
 بہادر اور لوہے کے کلچے والے کی ضرورت ہے یہ کوئی مرغن کھانا نہیں ہے کہ جھٹ
 سے کھالیا جائے۔ یہاں تلوار اور خنجر کا مقابلہ ہے۔ سر کیا چیز ہے۔ یہاں جان سے
 ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس لئے جنگ میں ان نازک دلوں کا کام نہیں ہے جو کہ
 ایک خیال سے خیال کی طرح رفو چکر ہو جائیں۔ بس جاتیے۔ آپ کیا جہاد کریں
 گے۔ جہاد کا م بہادروں کا ہے نہ کہ عورتوں کا۔ عورتوں کی جگہ تو گھر ہے۔ گھر میں
 جا کر بیٹھئے۔ قصہ مختصر! تم اس کافر کی آنکھ سے یوں بے خود ہو گئے اور
 زمین پر گر گئے پس تم جنگ کے قابل نہیں ہو۔ یہ تو ایک نام کے صوفی کی حالت
 تھی۔ اب ہم اصلی صوفیوں کی حالت دکھلاتے ہیں۔ تاکہ کسی کو صوفیوں کی بُزدلی
 کا شبہ نہ ہو۔ اور وہ یہ نہ سمجھے کہ بس تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں اچھا سُنو!



حکایت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کہ نو بار بغزوہ رفتہ بودینہ
حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ رفتہ بار جہاد میں گئے تھے کئے
برہنہ وغیرہ کردہ ہامید شہید شدن و چوں نوید شد از
پسے اور شہید ہوا مگر کی امید پر جہاد میں گئے اور جہاد
جہاد صغریٰ و کبریٰ اور و خلوت گزینا کہاں گواہ
سے فیکس ہوئے، جہاد اکبر کا رخ کیا اور غلط اختیار کر لی، انھوں نے
طل غازیان شہید نفس از اندوں رنجہ می داشت سوی غزا
ایک غازیان کے نقاب کے آن دیکھی نفس اندوں سے جہاد کی جانب مجبور کرنے کا
و متہم داشتن او نفس خود را دریں رغبت کہ کرد
اور ان کا نفس کو اس رغبت کے پاس میں تقسیم بنا دیا جو اس نے کی

۱۵ عیاضی شہید ہوئے
مصری ہیں ان کا نام ابو بکر محمد
بن احموبہ اپنے کسی دادا
عیاض کی طرف منسوب ہیں۔
مروا نے ان کو تعظیم کر
سکھایا ہے کہ ہر مصری کو ان
مصری صاحب کی طرح نہ
سمجھنا چاہیے بلکہ ہر مصری
کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش
ہو گئے۔ جہاد صغریٰ و کبریٰ
سے جہاد جہاد اکبر نفس سے
جہاد۔

۱۶ جاگیر گھس جانے
والا بقتل۔ بدن کا وہ عضو
جس پر چڑھنے سے انسان
میر جائے۔ مثلاً۔ با نصیب
پتھر میں پھنسی ہوئی۔ بہانہ کا
درا۔ تہذیب
۱۷ چوں شہیدی حضرت
عیاضی فرماتے ہیں جب
کچھ یقین ہو گیا کہ شہادت
میرے مقدمہ میں نہیں ہے
تو میں نے خلوت میں جلد نشی
شرع کر لی۔ جیش۔ مگر
گرد گردی۔

گفت عیاضی نو بار آمدم
(حضرت عیاضی نے فرمایا کہ میں تو بار بار
تن برہنہ می شدم در پیش تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا
تیر خوردن بر گویا مقتلے
مجھے یا قتل پر تیر کھانا
بر تخم یک جاگہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے
لیک بر قتل نیامد تیرا
لیک تیر، مقتل پر نہ پہنچے
چوں شہیدی روزی جاہم بود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی
در جہاد اکبر انگدم بدن
میں نے جہاد اکبر میں جسم میں دیا
بانگ طبل غازیان آمد بکوش
غازیان کے نقارے کی آواز کان میں آئی
نقشم از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی

تن برہنہ لو کہ زخمی آمدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے
تلیکے تیرے خورم من جاگی گیر
تاک کوئی نفس جانے والا تیر کھاؤں
در نیابد جز شہیدے مقبلے
سوائے نصیب و شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے
ایں تخم از تیر چوں پروریز نیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے پھنسی کی طرح ہے
کار بختست ایں نہ جلدی و دوا
چونکہ بخت کا حصہ ہے نہ بہانہ اور ہوشیاری کا
ز تخم اندر خلوت و در چلہ زود
میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا
در ریاضت گردن والا غرضن
صحت کرنے اور لاغر ہونے میں
کز امیدند جیش غزو کوش
کہ جہاد کا کوشش مگر روانہ ہو گیا
کہ بکوش جس شنیدم بامداد
صبح کے کان سے صبح کو بکوش

سکھ گفتم میں نے نفس سے
کہا، غیبت تجھے جہاد کی
رفعت کیوں پیدا ہوئے ہے
تجھ بتا دے ورد تجھے بہت
کیوں گا۔

لے نفس، نفس نے جواب
دیا تو مجھے یہاں پڑ گئی ہیں
لہذا کافروں کی طرح نکل
کرتا ہے۔ یہ کس کی یہاں
تنبانی میں میرے نفس سے
کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔
دیکھا جہاد میں مردوں کا تو
یکساں ہے۔ جہاد کا اور لوگ
بھی میری جان نثار نہ کر
دیکھ میں گئے۔
سکھ گفتم میں نے نفس سے کہا
تو اتفاق کے ساتھ جہاد اب
لوگوں کے دکھاوے کے لئے
جہاد کے مسافق کی موت
میں جا رہا ہے۔ خوار تو ہو کر
جہاد میں ذلیل ہو کر گرتی
یا کار غفلت۔ تنہا لگے ہو
یا کاری سے غفل ہو کر ہے۔
ایک جہاد اگر غفلت میں چلا
کشی جہاد اگر ہے جو غفلت نہ کر
حضرت علی کریم اللہ وجہ کا
کا م ہے۔
سکھ جہاد مفرد نفس سے
لڑتا ہے۔ جہاد اور رستم کا
ہے

خیز ہنگام غمنا آمد برو
آج جہاد کا وقت آگیا، جا
گفتم اے نفس غیبت بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا غیبت! نفس!
راست گو اے نفس کس جہاد کی
اے نفس! تجھ بتا یہ تیری جلد بازی ہے
گزنگوئی راست عملہ آرست
اگر تو کچھ نہ کہے گا میں تجھ پر حملہ کر دوں گا
نفس باگ آورد اندم از دوزں
نفس نے امد سے آواز دی
کہ مرا ہر روز اس جا میں کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کینچ لاتا ہے
یہی کس راست از عالم خبر
کس کو میری حالت کی خبر نہیں
دروغواں ہم بیک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے بدن سے ہر گز ٹھوٹا
گفتم اے نفس منافق لڑتی
میں نے کہا اے دلیل نفس! تو منافق جا
خوار و خود رای و مرئی بودہ
تو ذلیل، خود راز اور ریا کار رہا ہے
نذر کردم کہ ز خلوت یحی من
میں نے متذکران لے کر میں غفلت سے کہیں
زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
اپنے کہ غفلت میں بدن جو کچھ کرتا ہے
جنبش و آرامش اند خلوتش
غفلت میں اس کی حرکت اللہ سکون
ایں جہاد اگر ستاں تصغر
یہ جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے
کار آگس نیست کو را عقل و مش
اند نفس کا کام نہیں ہے کہ عقل اور مش

خوش را در غم و کرون کن گرو
اچھے آپ کو جہاد میں معروف کہے
از کجا میل غمنا تو از کجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں سے
ورنہ نفس شہوت از طاعت بر
لہذا شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے
در ریاضت سخت ترا فشار
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤ دے گا
بافصاحت بے دہان نند فوں
بغیر شہوت کے فصاحت کا ساتھ چلا دے گی ہیں
جان من چون جان گبران کشی
میری جان کو کافروں کی جان کی طرح نکل کرے
کہ مرا تو میکشی بے خواب خور
کہ تو مجھے بغیر سوئے اللہ کھانے تک نہ کرے
خلق بیند مردی وایش ازین
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لیں گے
ہم منافق میسری تو چستی
یعنی ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟
درد و عالم تو چنیں بیہوشہ
دنوں جہاد میں تو اس قدر بیہوش ہے
سر بریں نام جو زندہ ایں بدن
بہر نہیں نکونگا، جب تک یہ بدن زندہ ہے
نہر برای روی مرد و زن کند
نہ مرد و عورت کے دکھاوے کے لیے نہیں کرتا
جز برای حق نباشد جنبش
اللہ اٹھائے اسے سوای حق کی نیت نہیں ہوتی
ہر دو کار رستم ست حیدرست
دونوں کام رحم اللہ حیدر کے ہیں
پر دازتن چون مجتہد و مہموش
بدن سے روتا کر جائے جب کہ یہ کیڑے

کا اُنکس نیست ایں سودا و جوش

جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے

انجمن اس کس را باید چوئی ناں

ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہئے

صوفیہ اُن صوفی ایں نیست

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب انصاف

نقش صوفی باشد اور نیست

وہ صوفی کی تصویر ہے امیں جان نہیں ہے

بر در دیوار جسمِ گلِ سرفشت

چیتا کے بنے ہوئے جسم کے در دیوار پر

تا ز سحر آں نقشہا جنباں شود

جاگ رہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں

نقشہ ہارامی خور و صدقِ عصا

ان تصویریں کو لاشی کی تہائی نگل جاتی ہے

کو ز نموش و جنبشش محم کر دہوش

جو رہے اور اُنکے ہٹے سے ہوش گنوا دے

دور بودن از مصافا زیناں

میدانِ جنگ اور تیز سے دور رہنا

اُن سوزن کشتہ ایں اظہر سیف

وہ شوقی کا مقول اس کی خوراک سوار ہے

صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں

اِن صوفیوں ہے صوفی بھی بدنام ہیں

حق ز غیرت نقش صد صوفی تو

مٹا دینے غیرت سے یہ کھنکھنیں صوفیوں کی تازی

تا عصای موسوی پنہاں شود

مپ تک موسوی عصا مخفی رہے

چشم فرعونی ست پر گرد و حصا

فرعونی آنکھ سے گرد و مٹی نکلے کرے

تھکایا کس جہاد و کبر

جہاد و صفر اس بڑل کا کام

نہیں ہے جو چہ کی دم سے

ڈرے آنجناں اس شخص

کو عورتوں کی طرح غافل

ہو جانا چاہئے

لطف ایں یعنی وہ صوفی جو

دست بستہ کا فر سے مغلوب

ہو گیا ہیں یعنی حضرت

عیاضی نقشب۔ وہ بزدل

صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے

والا ہے۔ بقدر انسانی جسم

کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیر

کیجیو سے بہت سے صوفیوں

کی تصویریں بنادی ہیں مگر

ایک محبوب صوفی اِن تصویر لا

میں مخفی رہیں۔

لطف از عمر یہ تصویریں اس

جادوگری سے متحرک ہیں اور

صوفیادہ حرکات کر رہی ہیں

یہ اسی وقت تک ہے جب

تک حقیقی صوفی ہونے لگتا ہے

ہوتا ہے اس کی جلوہ گری

اِن سب کو چشم کر جائے گی

حکایت اس میں بھی ایک

صوفی کی بہادری کے لاکھ

ذکر ہے ہیں حضرت سجاد علی

کر اقصیٰ علیہ السلام نے پانی

سے زخم اس کے ایک زخم

گھتا تو نورانی دم پانی کر کے

علی اور ہو جاتا تاکہ ایک

ہی زخم سے موت دے جائے

حکایت مجاہد دیگر و جانبازی او در غزا

دوسرے مجاہد اور جہاد میں اُنکس کی جانبازی کی حکایت

صوفی دیگر میان صفِ حرب

جگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی

باسلما ناں بکا فروقت کر

مسلمانوں کیساتھ رہتا تھا کا فر پر حاکم فروقت

زخم خورد و بست زخمے را کوخو

زخم کھاتا اور زخم کھاتا اس کی بندش کرتا

تا میر و تن بینک زخم از زخم

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ خواہ نہ مر جائے

حیفش آمد کہ زخمے جاں دہ

اُسکو انصاف ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دے دے

اند آمد بست بار از بہر ضرب

سوار بازی کے لئے بین بار آیا

وانگشت او باسلما ناں بفر

فلان کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ بٹھتا تھا

بار دیگر حملہ اور دروِ نبرد

دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا خود او میت زخم اندر حفا

یہ تک کہ وہ جنگ میں بین زخم کھائے

جاں زو صدقِ افاساں د

جان اس کی تہائی کمر اتھارے آسانی سے چھوٹ جاتی

حکایت اس مجاہد کہ از ہیمان سیم ہر روز یلدم و خندق

اس مجاہد کی حکایت جو پانڈی کی تیل سے ہر روز ایک درہم خرچہ بنا کر خندق میں انداختے بتفاریق از ہر ستیزہ حرص و آرزوی نفس ہیکہ دیتا نفس کی آرزو اللہ لاچ سے جنگ کے لئے

و وسوسہ نفس کہ چوں می اندازی بخندق باے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے اب ایک بار بینداز تا خلاص یا کم کہ الیاس احدى الواحین و او ہیکہ سر سنا کر میں چٹکارا یا جاقوں کیونکہ ایسی ہی دو راحوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ **میکفت مر نفس را کہ ترا پس راحت ہم ندہم** نفس سے کہتا تھا کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

ہر شب افگندے یکے در آب کم

وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینکتا **دوتا کی در درجاں کندن دراز**

جان کنی کا دراز در دست روی میں در قفاوے زار و تاب و تبے

تکلیف اللہ معصیت میں لاغر ہوتا **کشتیم در غصہ و بیچارگی**

تو نے مجھے رنج اور بھوری میں مار ڈالا **نفس را الیاس احدى الواحین**

نفس کا کیونکہ ایسی دو راحوں میں سے ایک ہے **ہچنین کشتے مرا ورا در عنا**

اس کو اسی طرح معصیت میں مارتا **بہر حق بگرفتہ بدبر نفس تنگ**

اللہ تعالیٰ کہنے نفس پر سخت گرفت کر کے کبھی حتی **وقت فرا و اولگشت از خصم نفست**

پہاں کے وقت دشمن سے بلا مجھے نہ جتا **بیست کرت رنج و تیر از نیت سخت**

پیش مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے **مقعہ صدق و از صدق عشق خویش**

اپنی تپان کی جگہ میں اپنے عشق کی تپان کی جو جو

اس کے بودش بکف در چل دم

ایک صوفی کے ہاتھ میں چالیش در ہستے **تا کہ گردو سخت بر نفس مجاز**

تا کہ مجھوٹے نفس پر سخت بن جانے **نفس او فریاد کرے ہر شبے**

اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا **کیسں چرامی نفکشی یک بارگی**

کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے **بہر حق یکبارگی بگذار دین**

ند کے لئے ایک مرتبہ میں عرض کرتا **اونگشتے ملتفت مر نفس را**

وہ نفس کی جانب متوجہ نہ رہتا **ہچنین اس صوفی اندر صفت**

اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں **با مسلماناں بکرا و پیش رفت**

جملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے جتا **زخم دیگر خور و اس اہم بہ بست**

دو سزا زخم کھایا اس کو بھی باہم **بعد از ان قوت نہ انداختا پیش**

انکے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا

حکایت جس طرح یہ مجاہد کیا کی مرنا دے چاہتے تھے بلکہ بار بار زخم کھا کر جان دیتا چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد کیا کی سب سے بگڑنے کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لئے روز بروز ایک درہم تکلیف کرتے تھے۔

لہٰذا اسی مقصد پر اور ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یہ حکم دیا تھا کہ یعنی حقیقت سے غافل نہ رہنا۔ آج سے وہی نفس جس صوفی کا نفس درہم کو دیا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

اس کی اور یہ کہتا کہ درہم کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ صفت دے گفتیم تو مر نفسی نہ لگاؤ۔ اگر کیا کی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ یہ صفت متوجہ خدا و صفت بہت ہے۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر کے حتی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہوتا چاہتا تھا۔

تھے با مسلماناں مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے جتا کیس پہاں کے وقت حملہ پہاں پہاں دشمن کے مقابلے میں جاتا کرتا۔ مرتبہ خرچہ نیزہ مقصد صدق قرآن پاک میں بتیوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ تپان کی جگہ ہوں گی صاحب قدرت خدا کے پاس۔

صدق جان ادن بودی ساقا
 سہا، جان دیدتا ہوتا ہے، غبار اور آگے دھو
 ایں ہمہ مردن نہ مرگ صورت
 = کال موت نہ صرف جسم کی موت ہے
 لے بسا غامے کہ ظاہر خوش نکت
 بہت ہے، تھیں ہی کہ انھوں نے پناہ ہر قسم، بہارا
 آتش بشکست رہزن زندہ ماند
 اس کا آگ ٹوٹا اور ڈاکٹر زندہ رہا
 اسپ گشت رہ نرفت ان خیرہ
 محسوس آگ ڈالا اور اس پر قوت نے راستہ دیا
 گر ہر خونریزی گشتے شہید
 اگر ہر خون پہاڑے شہید بنی یا کرتا
 اے بسا نفس شہید معتمد
 بہت ہے ہر دے کے شہید نفس ہی
 روح نہ زن مردون کی سب آوت
 ڈاکٹر نفس مرگیا اور ہم جو کہ اس کی عیادت ہے
 تیغ آں تیغست مرداں مرد
 سوار وہی تلوار ہے، مردہ مرد نہیں ہر
 نفس میں بدل شو اس تیغ تن
 نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار
 آں کیے مردیست نوش جملہ رد
 ایک وہ نور ہے جسکی ساری خوراک دلا ہے

انجے برخواں رجال صدقوا
 قرآن میں ہے رجال صدقوا پڑھ لے
 ایں بدن مرنج را چوں آلت
 = بدن کے لئے، مرنج کے لئے
 یک نفس زندہ آں جانب گریخت
 یکس زندہ نفس اس جانب بہا گیا
 نفس نداشت ارچہ مرگ بر خشت
 نفس نہ تھا، اگرچہ مرگ پر خشت
 نفس زندہ ہے اگرچہ سوا کے خون پر چوک دیا
 ماند عام درشت از حق بے خبر
 اللہ تعالیٰ سے بے خبر تھا اور سمجھا رہ گیا
 کا فر گشتے بدے ہم بوسعید
 مقول کا فر بھی بوسعید ہوتا
 مردہ در دنیا چوزندہ میرود
 مرے ہوئے دنیا میں زندہ کی طرح چلے پھرتے ہی
 ہست باقی در کف آں غرود
 جہاد کے شائق کے ہاتھ میں رہا ہے
 یک ایں صورت ترا حیرانست
 نیکی یہ صورت تجھے حیران کر رہی ہے
 باشد اندر دست ضعیف دوا امن
 اللہ تعالیٰ کے کارگیری کے ہاتھ میں ہوتی ہے
 ویں دگر مردے میاں تی، چو کرد
 اللہ دوسرا مردہ کی طرح کر رہا ہے

لے صدق، پہلی آیت میں
 جو صدق آیا ہے اس کا مطلب
 اللہ کے راستہ میں جان دینا ہے۔
 صدق تو ان کو کہ ایمان ہے جن
 المؤمنین رجال صدقوا
 فاعلمنا انھیں کچھ نہیں سمجھتے
 وہ ہیں جنھوں نے اس معاملہ
 کو کھڑک دیکھا جو انھوں نے
 اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی وہ خدا
 میں شہید ہو گئے۔ ایں ہمہ
 راو خدا میں مرنا، جسم کا مرنا
 نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا
 یکساں ہے، بلکہ اوصاف
 ندیکہ کا ازالہ اور نفس کو ملنا
 ہے۔ اسے بسا بہت سے
 ایسے لوگ ہیں جو عباد میں
 مرتے ہیں لیکن ان کا نفس
 زندہ رہتا ہے تو وہ راو
 خدا میں نہیں مرے۔
 لے آتش، نفس کا زندہ رہنا
 اور ہم کا مرنا تو ایسا ہی
 ہے جیسے ڈی کو زندہ رہے اور
 اس کا اختیار یا کھولنا فنا
 ہو جائے۔ اسب، اس
 شخص کی مثال تو اس شخص
 کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے
 سے پہلے گھوڑے کو مار
 ڈالے تو گہر خونریزی، اگر
 محض خون بہا رہتا تھا تو
 ہو تو ہر کا فر جو جنگ میں
 مرے انکو شہید کہو جو عید
 نیک بخت یا حضرت ابوسعید
 ابوالخیر

لے اسب، اسب جن لوگوں نے
 نفس کشی کر لی ہے ان کا نفس
 مردہ ہو چکا ہے لیکن وہ دنیا
 میں زندہ چلے پھرتے ہیں انکو
 لے ارشاد، مرنا، جو کسی مردہ

سجده

کو چتا پھرتا دیکھنا چاہیے وہ ابو بکر کو دیکھو۔ روح جو نفس ماہر زن تلوار مر گیا ہے انکی تلوار تو بھی یعنی
 جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے تیغ یعنی جسم تو دی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپ کو فنا
 کر کے بقا اللہ حاصل کر چکا ہے نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالیٰ کے دست تقدیر کا نام لے چو

یہ منکر نفس اندر سے بدوں منہ کے صاف الفاظ میں یہ جادو بھری بات کہی کہ تو مجھے ہر روز یہاں مارتا ہے اور میری جان کو کافروں کی طرح ہلاک کرتا ہے اور عالم میں میری حالت کی کسی کو خبر نہیں کہ تو مجھے بے خوابے غور کے مارتا ہے پس میں نے سوچا کہ جہاد میں میرے لیے دو فائدہ ہیں اول یہ کہ میں ہر روز کی مصیبت سے چھوٹ جاؤں گا اور صرف ایک زخم سے جسم سے الگ ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے یہ کہ ایسا کرنے سے لوگ میری مردانگی اور میل موت کو حیات پر ترجیح دینا دیکھیں گے جس میں نام ہوگا۔

اس پر میں نے کہا کہ او ہاجی نفس! تو زندہ بھی رہا تو نفاق کی حالت میں اور مرتا بھی ہے تو نفاق میں۔ کم بخت تو کون بلا ہے۔ تو سراسر ذلیل اور خود رائے اور بیا کار ہے اور حالت حیات و حالت موت دونوں حالتوں میں تو اس قدر بیہودہ ہے۔ اچھا اب میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حیات جسمانی باقی ہے۔ میں بلا ضرورت شرعیہ خلوت سے نہ نکلوں گا کیونکہ خلوت میں جو کچھ آدمی کرتا ہے وہ لوگوں کے دکھاوے کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اور حرکت یا سکون خلوت میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں اس کی نیت بجز رضائے حق کے اور کچھ نہیں ہوتی اس لیے یہ جہاد اکبر ہے اور جہاد معروف جہاد اصغر۔ لیکن یہ دونوں کام ارباب ہمت عالیہ مثل رستم و حیدر سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاد اصغر کا اصغر ہونا بہ نسبت جہاد اکبر کے ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ کوئی معمولی چیز ہے (اور ان لوگوں کا کام نہیں ہے جن کی عقل اور ہوش چہے کی دم کی حرکت سے رفوچکر ہو جائے۔ اور بی خیال و جوش ان لوگوں کا کام نہیں ہے جو چہے کی حرکت سے حواس کھو بیٹھیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ معرکہ اور سنان و خنجر وغیرہ سے الگ رہیں۔ اس واقعہ سے تم سمجھو کہ ایک تو وہ نامرد صوفی تھا اور ایک یہ صوفی ہیں اور یہ تفاوت نہایت قابل افسوس ہے وہ تو سوئی سے مرگیا اور یہ تلواریں کھاتے ہیں۔ یہ ہیں تفاوت رہ از کجا ست تا کجا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ جسم صوفی تھا اور جان صوفی

کس میں نہ تھی۔ ایسے ہی صوفیوں نے صوفیوں کو بدنام کیا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے سبب صوفی لوگ بدنام نہیں۔ تم کو واضح ہو کہ حق سبحانہ نے جسم خاکی کی دیواروں پر باقتضائے غیرت صوفیوں کے سینکڑوں تصویریں بنا دی ہیں۔ تاکہ وہ تصویریں جادو سے حرکت کریں اور عصائے موسیٰ مخفی ہو جائے (یعنی غیرت خداوندی نے نہ چاہا کہ حقیقی صوفیوں کو بالکل ممتاز کر دیا جائے اسلئے اس نے بہت سے مصنوعی صوفی بنائے اور اصلی صوفیوں کو ان میں چھپا دیا۔ تاکہ ہر شخص بدوں طلب کے ان کو نہ پا سکے اور طالبین اور غنیہ طالبین میں امتیاز ہو جائے) ضروری بات ہے کہ عصائے موسیٰ (حقیقی صوفی) ان جادو کے پتلوں (مصنوعی صوفیوں) میں مخفی ہے لیکن اس کا خفا تلبیس کی حد تک نہیں پہنچا۔ بلکہ اسکی اصلیت ظاہر ہے کیونکہ اس عصا کا صدق ان جادوؤں کے پتلوں کو کھارہا ہے یعنی اہل اللہ کی حقانیت دھوکہ بازوں کے فریب کو ظاہر کر رہی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر لوگوں کو ان کا صدق کیوں نہیں دکھلائی دیتا سو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ چشم فرعون یعنی غیر طالب حق آنکھ رکھتے ہیں جو کہ تعصب و عناد و تقلید آباء و غیرہ کی گرد اور کنگریوں سے پر ہے اسلئے وہ آنکھ کھول کر دیکھتے ہی نہیں تاکہ انہیں ان کا صدق دکھلائی دے۔

اچھا اب اصلی صوفیوں کی ایک اور حکایت سُنو۔ ایک اور صوفی بیس دفعہ صف جنگ میں بوقت حملہ صرب کفار کے لیے مسلمانوں کے ساتھ کیا مگر واپسی وقت وہ ان کے ساتھ نہیں لوٹا بلکہ برابر لڑتا رہا اور جب کوئی زخم اس کے لگتا تھا تو وہ اسے باندھ کر پھر حملہ کرتا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ وہ جنگ میں اپنے بچاؤ کے پہلو کو مد نظر نہ رکھتا تھا بلکہ خوب دل کھول کر لڑتا تھا اور مقصود اس کا یہ تھا کہ میں ایک زخم سے مرے بلکہ مجھ پر بہت سے زخم لگیں اور اس وقت مروں کیونکہ اسلئے اس امر کو قابل افسوس سمجھا کہ ایک زخم سے جان دیدے اور جان اسکی ہاتھ سے یوں آسان

پس اس آیت میں حق سبحانہ نے جان بازی کو صدق اور وفا سے تعبیر فرمایا ہے اسل صدق کی حقیقت معلوم ہو گئی پس لوگو تم جان بازی کی طرف سبقت کرو اور خدا کی راہ میں جان دیدو لیکن یہ یاد رہے کہ خدا کی راہ میں جان دینا اس کا نام نہیں ہے کہ اس کا جسم فنا ہو جائے جس کو مرگ صوری اور ظاہری کہنا چاہیے۔ کیونکہ اصل چیز تو روح ہے۔ رہا بدن سو وہ تو اس کا آلہ ہے پس بدن کا فنا ہونا مرنا نہیں ہو سکتا مرنا تو روح کا ہے جب روح مر جائے یعنی خودی کو چھوڑ دے اس وقت کہا جائے گا کہ یہ شخص مر گیا۔ پس بہت سے احمق تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے جسم کو فنا کر دیتے ہیں مگر ان کا نفس زندہ ہوتا ہے اور بچ کر نکل جاتا ہے اور رانرن کا آلہ ٹوٹ جاتا ہے مگر اصل رانرن زندہ ہوتا ہے اور نفس زندہ ہوتا ہے مگر اس کی سواری یعنی جسم اپنا خون بہا دیتی ہے اور وہ اپنا گھوڑا تو مار دیتا ہے مگر منزل طے نہیں کرتا۔

یعنی وہ ناقص اور بُرا اور خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ آلہ جس واپنی اصلاح کر سکتا تھا۔ کھو بیٹھتا ہے سوا اس زیادہ کیا حاکت ہوگی اور ایسے مرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے اگر ہر قتل ہونے میں آدمی شہید ہوا کرتا تو کافر مقتول بھی سعید ہوتا۔ اور شقی نہ ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف جسم کا فنا کرنا شہادت نہیں ہے اور بہت شہید لوگ دنیا میں مر چکے ہیں مگر زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں یعنی ان کی روح رانرن مرجاتی ہے اور جسم جو کہ اسکی تلوار ہے وہ ایک غازی کے ہاتھ میں ہوتی ہے پس تلوار تو وہی ہوتی ہے لیکن آدمی وہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اور اسکو سن کر تمہیں حیرت ہوگی۔ اسلئے ہم اس کی توضیح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آدمی کی صفات ذمیرہ فنا ہو جاتی ہے اور وہ متعلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شخص وہ نہیں رہتا

جو پہلے تھا بلکہ اسکی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور اسوقت اسکا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ اور وہ تلوار (جسم) جو اس وقت اسکی ہاتھ میں ہوتی ہے وہ گویا کہ خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس سے تم کو کھنچا جائیے کہ اصل شہادت ترک خودی اور فنا فی اللہ ہے اور اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم قصہ ہائے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صوفیوں کے قصوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ مرد تو ایسے ہوتے ہیں جس کی غذا راہ خدا میں تکلیف اٹھانا ہوتا ہے جیسے عیاضی وغیرہ اور کچھ مرد ایسے ہوتے ہیں دیکھنے میں مرد معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اندر سے خالی اور مثل گود بختیت ہوتے ہیں جیسے کہ وہ صوفی غازی جو بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا اس پر ہم کو قصہ یاد آگیا۔ سنو!

صفت کردن مرد غماز و نمودن صورت کنیزک متصور

ایک مفسر کا غرض بیان کرنا اہل کاذب پر بنی ہوئی ایک توہمی کی تصویر دکھانا

در کاغذ و عاشق شدن خلیفہ مصر بر نقش آں کاغذ و فرستادن

تصویر بیکارہ اندیش کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا نقش ہو یا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہ گراں بدر موصل و قتل و ویرانی

سردار کو بھاری شکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہر اس غرض

قتل اور تباہی کرنا

لے آغاز چنانچہ بھڑے۔
یہی مرسل کے بادشاہ کے
پاس ایک حرصفت لکھی
ہے۔ حکام پہلو نگار حسین
کی تیار کیے تھے سبق ماملا تیار
مستحق ریح شاہ ایران کا
نام ہے جو بڑا قیامت خاں
تقریباً سال اس نے حکومت کی
اب مطلقاً خلیفہ بادشاہ
کے حق میں برلا تھا کہ ہے۔
لے پہلو تارے۔ شاہ معنے
بہادر سردار کے عاری شکر
وے کہ مرسل ردا کر دیا قتل
ماد کے زیر کے ساتھ حواق
اور مجرب کے دریاں ایک
شہر ہے۔ آنا۔ جس کو

مر خلیفہ مصر را غماز گفت

چنانچہ نے مصر کے خلیفہ سے کہا

یک کنیزک دارداؤ اندر کنار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے

دریاں ناید کہ خشنش بیدست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا من ہی نہیں ہے

کہ شہر موصل بحورے گشت مجت

کہ مرسل کے بادشاہ کو ایک حور لکھی ہے

کہ بعالم نیست مانند شش نگار

اس میں حسین دنیا میں نہیں ہے

نقش اوانیت کا اندر کاغذ

اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کی قیاد
 اہیں بادشاہ نے کاغذ پر انکی تصویر دیکھی
 پہلوانے رافرستاد آں زماں
 فرزا ایک بہسار کو بھیج دیا
 گفت اگر نہ بدہت تو آں ماہ را
 کہا اگر وہ اس پانڈ کو تیرے حوالے نہ کرے
 وردہد تر کش کن و مہ را بیار
 اور اگر دے اس کو چھوڑ اور پانڈ کرے آپ
 پہلوان خند سوئی موصل باہم
 بہادر خاندان کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا
 چون ملنجا بے عدد برگر و گشت
 گشت کے چاروں طرف ان گشت کی طرف کی طرف
 ہر نوا حے منجلیقے از نبرد
 جنگ کے لئے ہر جانب ایک طرف
 زخم تیر و سنگناہی منجیق
 تیروں کے زخم اور گیس کے بغیر
 ہفتہ کر دایں چنین خونریز گرم
 ایک ہفتہ اس نے اسی طرح خونریز گرم دیکھی
 شاہ موصل دید پیکار مہول
 مہول کے بادشاہ نے خونناک جنگ دیکھی
 کہ چہ میخواست ای ز خون مومنناں
 کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟
 گر مرادت ملک شہر موصل است
 اگر مراد مقصود ملک اور موصل شہر ہے
 من از دم بیرون شہر انیک در آ
 میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں بے قاعدہ آتا
 در مرادت مال و زر تو گوہر است
 اگر مراد مقصود مال اور سونا اور جواہر ہیں
 ہر چہ می باید ترا از رسم زار
 تجھے جو باندی اور سونا چاہئے

۱۱۸
 ۱۔ تانہم وہ آسان کا
 چاند ہے جس میں اس سے
 زمین پر چلنے والے ہر جسم
 مطلقاً پہلوان چڑھتا ہے۔
 اس سردار نے موصل کے
 چاروں طرف گوجہیں قائم
 کر دیں کہ کوئی اس کی
 طرف نہ آسکے۔

۲۔ تانہم وہ آسان کا
 یعنی اس موصل کے بادشاہ
 کا ہندو مہم کی طرح ہی رہا۔
 پہلوان خود تک۔ وہ تک کا
 ۳۔ تانہم وہ آسان کا
 یعنی تانہم کے ذریعہ پہلوان
 سے کوئی دوسرا نہ تیرا کیا
 مقصود ہے۔ آیت۔ ہر نوا
 اہی و ملک جب میں ملکت
 چھوڑنے کو تیار ہوں تو
 رو بہ چہرہ دینا تو بہت آسان
 ۴۔ تانہم وہ آسان کا
 یعنی مہم کا بادشاہ گفت۔
 پہلوان نے کہا۔ صاحب مال۔
 میں کوئی نہ۔

خیوہ گشت دجا از دشت قنار
 حیران ہو گیا اور انکے اقد سے باہر گیا
 سوئی موصل با سپاہ بس گراں
 بہت بھاری لشکر کے ساتھ مہم کی جانب
 برکن از بن آں درودرگاہ را
 اس در درودرگاہ کو جڑے اٹھاڑ ڈال
 تا کشم من بر زمین نہ در کنار
 تاکہ میں پانڈ کو زمین پر نہیں میں لوں
 با ہزاراں رستم و طبل و علم
 ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ
 قاصدا ہلاک اہل شہر گشت
 شہروں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا اہل
 ہچو کوہ قاف او بر کار کرد
 کوہ قاف میں بھی نے کام پر لگا دی
 تیغبار در گردیوں برق از برق
 غبار میں تلواریں جگہ جگہ سے بجلی کی طرح
 بروج سنگیں مشتیں چوں موم نرم
 بھڑکے برج، نرم موم کی طرح کوزہ پر گیا
 پس فرستاد از درون پیش مول
 قاندہ سے اس کے پاس قاصد بھیجا
 کشہ میگردند زیں خرب گراں
 جہاں بھاری جنگ سے رہ رہے ہیں
 بے چنین خونریز انیت حاصل
 بے چنین خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے
 تا نگر و خون مظلوماں ترا
 تا انکھوں کا خون تجھے نہ بکڑے
 ایں ز ملک و شہر خود آسان تر
 یہ مملکت اور شہر سے خود آسان ہیں
 میفرستم چیت ایں آفتاب شہر
 میں بھیجتا ہوں یہ آفتاب اور شہر کیا ہے؟

ایشان کردین صاحب موصیل آں کینزک خود را بخلیفہ مصر
 سرہیں کے حاکم کاٹھا لڑائی کر خلیفہ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمان
 تانوں پر پڑی مسلماناں زیادہ نہ شود
 زیادہ کی خبر نہ ہو

چوں رسول آمدہ پیش پہلواں
 جب قاصد پہلوان کے سامنے آیا
 گفت من ملک مغواہم نہ مال
 اہلے کبابیں ملک پاتیاہوں، ذال
 داد کاغذ اندر نقش و نشان
 اہل نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور ملت تھی
 کاغذ میں کاغذ نگہ چہ صورت
 کہ کس کاغذ میں دیکھ کی تصویر ہے
 بنگر اندر کاغذ ایں رابطہ ہم
 کاغذ میں دیکھ لے میں ہیں کاغذ نگار ہیں
 چوں رسول باز گشت گفت حال
 جب اہل کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی
 گشت معلوش چہ گفت آں شاہ نر
 اہل کو معلوم ہو گیا کہ ہمارا دشمن کیا کہا؟
 من نیم در عبد ایماں بست پرست
 میں ایمان کے مہدی، بست پرست نہیں ہوں
 باترک داد دختر را و برود
 اہل نے لڑائی سے خد کے دین اور وہ ملک
 چونکہ آوردش سول آں پہلواں
 جب قاصد اہل کو لایا، وہ مسلمان
 عشق بھرے آسمان بر کوکے
 عشق ایک مہند ہے آسمان بھر ایک جگہ ہے
 دور گردو نہا ز موج عشق دل
 آسمان کی گردش عشق کی موج سے جسم
 کے حوائے محو گشتے در دنیا
 جہاد نہایت ہی کب نہ ہوتا؟

گفت پیغام ملک اندر زان
 اہل نے فرما بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا
 یک مجموعہ یکے صاحب جمال
 لیکن ایک حسین کا جواں ہیں
 گفت پیشش برکوا اور اعیان
 کہا انکے سامنے اسکو صاف بتا دے
 زود فرستش کہ ملک جانت رست
 انکو جلد بھیج دے تاکہ جری سلطنت اور جان بچائے
 ہیں بدہ ورنہ کون من غلام
 غلام سردار: ورنہ سے دروغ ہیں غالب ہیں
 داد کاغذ را و نمود آں مشال
 اہل نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی
 صورتے کم گیر و زو دایں را بسر
 اہل نے ایک حسین، صورت زری اور بڑا انگوٹھا
 بست بر آں بست اولی سوت
 بست اہل بست پرست کی بلی میں زیادہ بہتر ہے
 سوی لشکر گاہ و در ساعت پیرد
 لشکر گاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کردی
 گشت عاشق بر جانش آں نہا
 فوراً اہل کے عشق پر عاشق ہو گیا
 چوں زلیخا در ہوا می یوسف
 جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی
 گردنودے عشق بفسرے جہاں
 اگر عشق نہ ہوتا تو جہان بفسر نہ ہوتا
 کے فدای زور گشتے نہایت
 نہایت نے دایاں، نہایت پرکب دوا ہوتی؟

لے کاغذ میں پیش اپنے
 بادشاہ سے کہہ دے کہ جس
 کاغذ جس کی تصویر ہے اہل
 کہ ہمیں وہ ہے شب حسین
 نہایت ہرگز اہل خاں میں
 لڑائی کی تصویر گشت معلوش
 جہاد موس کہ ہمارا
 خواہش کا ہم ہو گیا تو اہل نے
 کہا قاصد پیشی شاہ موس
 صورتت میں اگر ایک لڑی
 زری دیا گیا ہوا۔
 لے قاصد ہم شاہ موس نے
 کہا میں بست پرست نہیں ہوں
 لہذا بست لڑائی خواہم
 بست پرست کے لئے حساب
 ہے چو کہ جب قاصد لڑائی
 کرے کہ آیا تو پہلوان اہل
 پر عاشق ہو گیا عشق عشق
 اہل، صوفیا ذات اہل نواز
 چنے ہیں، زلیخا آسمان کی
 غلبہ ہے، یوسف عطیہ
 حق کی غلبہ ہے، نور گردو
 تمام کائنات کی مرکز کعب
 عشق ہے جہاں میں پنہاں
 ورنہ کائنات اسکا کال کرنے
 پہنچتی۔
 لے جہاد ہے جہاد اپنے آپ
 کائنات میں ناکار ہے عشق
 پانی سے نہایت قدامت کو لے
 بر زمین ہوا

روح ہائے لعل
 پر قربان ہوتی جس سے حضرت
 سیدنا کی بیدار ہوئی، چہیکے
 اگر کشن کی حرکت نہ ہو تو ہر چیز
 فطر کے رہ جائے، تو نہ ہوتا
 ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔
 لے آئے، جس پاک ہے
 بے خوف و ہراسی اللہ عزوجل
 فالانضیٰ من آسمان اور زمین کا
 ذرہ ذرہ اشک کا کچھ خاص ہے
 یہ جس کی تیسرے ان کے عشق کی
 دین ہے اسلئے کے فدویہ
 وہ جان کے لئے جسم کو فنا
 کرتے ہیں، پہلوان، پہلوان
 حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور
 لوشک پر عاشق ہو گیا اس
 نے کوئی کو صاف راستہ
 سمجھا۔
 لے چن نیلے دھواں
 غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ
 جیسا جس طرح انسان خواب
 میں ہے حقیقت نہیں سے
 جان کر کہتا ہے اور ادا ہوا
 نتائج کرتا ہے اور بیدار کر
 پہلوانوں کو کہتا ہے، چہیکے
 میں عشق، رنگے میں لوشک
 تیرہ میں اگرچہ لوشک سے
 عشق کرنے میں اندیشہ ہے
 کشا و معرکہ کر دیا کہیں
 مجھے موت کہہ سکتی ہے۔
 لے آئے، بے خوف و ہراسی
 اگرچہ عشق ناقصی، واکت
 شکر بکشت کاری ذکر بکشت
 کو پہلوان تیرہ ہی سارا حق
 کہیں مشورہ کر لیا، متنبی
 نقد و نقد کے عاشق کی لکھی
 لکھ نہیں آتا، جہت تہا
 آئی ہے تو دوسری شہر کو کوئی
 میں گراؤ ہے، جیسا کہ پہلے
 دوسری، جان پر خط ہے۔
 آؤ چہ پہلے دوسری لوشک
 ادھیر کے قسطنطنیہ کہتا ہے کہ

روح کے گشتے فدای آں ہے
 نودا احسن دم پر کب فنا ہوئی !
 ہر گے بر جاتر نجد ہے جو تیغ
 ہر ایک تھا، بلکہ ہر گے فطر شکوہا
 ذرہ ذرہ عاشقان آں جمال
 ذرہ ذرہ احسن عشق کا عاشق ہے
 سبغ اللہ ہست آں شایہاں
 اُن انڈوں کی تیرہوی اشک کی تیس ہے
 پہلوان چہ را چورہ پنداشتہ
 سردار نے جب کوئی کو رات کو رہا
 چوٹ خیا لے دید آں خفتہ بخواب
 بیا کر سنے دل لے نیند میں ایک خیال دیکھا
 چوٹ بخت از خواب شد بیدار ہو
 وہ جب نیند سے آٹا اور جلد بیدار ہو گیا
 گفت بر ہیچ آب خود در دم دروغ
 اس نے کہا افسوس ہے میں نے صدم پہلوانی غم کیا
 پہلوان تن بد آں مردی نداشت
 جسم کا پہلوان تھا، انسانیت نہ رکھتا تھا
 مرکب عشقش دریدہ صد لگام
 اس کے عشق کی ساری نے تو لگام توڑ دینے
 لیش ابالی با تخلیف فی الھوی
 میں محبت کے سادہ میں غلطی کی کیا بھلائی نہیں
 ایں چنین سوزاں و گرم آخر مکا
 ایسی سوزش اور گرمی سے بیچ دہر
 مشورت کو عقل کو سیلاب آؤ
 مشورہ کہاں، عقل کہاں حوس کے سیلاب نے
 بئین آیدی سد و سوتے خلف سد
 ملنے دیوار ہے اور پیچ کی جانب دیوار ہے
 آمدہ در قصد جاں سیل بیاہ
 لا سیب، جان کے امان سے آچکا ہے

کونیش حاصل شد مرگے
 جس کی نسیم سے مریم حاصل ہوئی
 کے پیچے تران جویاں جوں رخ
 لذی کے طرے کب پہلاز اور مسجری ہوتا؟
 می مشتابد در غلو پیموں نہال
 پورے کے طرے بند کی جانب دوزا ہے
 تنقیہ تن می کنند از بہر جاں
 جہان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں
 شور و اش خوش آمد و حب کا شہ
 شری زہیں اس کو محل مسلم ہوئی اور مانع ہوا
 جمع شد با آں وازے رفت کاب
 اس کے ساتھ جاہ کیا اور اس کی نئی بہر
 دید کاں ثعبت بہ بیداری نمود
 دیکھا کہ مولا بیداری میں (موجودات) تھی
 عشوہ آں عشوہ وہ خودم دروغ
 افسوس ہے اس غریب نے دل کا میں نے غم کیا
 تخم فردی در جیاں لیکے رکاشت
 اس نے انسانیت کا کچھ ایسے ریت میں ہر دیا
 نعرہ میزد لا ابالے کا لجم
 وہ نعرہ ادا تھا، میں صحت کی بھلائی نہیں کرتا تھا
 استوی عندی و خودی الشوی
 میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہو
 مشورت کیں با یکے دانستہ کار
 کس جا کھار سے مشورہ کرے
 در خسرابی کرد ناخنہا دراز
 تہاں کے لئے ناخنیں عاز کرتے ہیں
 پیش و پس کے بینڈں مفتون خد
 وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے؟
 تاکہ روبہ افکند شیرے بچاہ
 تاکہ دوسری شیر کو کوئی میں مراد سے

تادرا انداز داسودا کاجمال
تا کہ پہاڑ جیسے شیریں کماند گراوے

کہ مثال ایس دوہنیہ است و شرار
کہ ان دوہن کی مثال زوں اور بھار کا ہے
پہچو یوسف مقتضی م اندر رقی
جیسے کہ مسموم یوسف بجا فرمیں
پہچو شیریں خوشن را وا کشد
شیریں کی طرح کہ پتے کپ کو کھینچے یا
جز بامداد عقول و فسون
ابن کمال کی عقلوں کی امداد کے ہنسیہ
کایں سخن پایاں ندر دیہلوان
اے دیہلوان ایس بات کا خاتمہ تمہیں ہے

۱۔ جس کس۔ غیوالہا
 ۲۔ ان کو شاد و مسرور پیکر
 کو دیکھ کر محرم بنایا گئے
 ۳۔ ایک طرف اشارت ہے کہ
 آب رحمت کا مسکن ہے۔
 ۴۔ یوسفؑ اشارت ہے منتر
 یوسفؑ کو بچایا مقسم
 ۵۔ مسموم ورجن۔ بلغم خازنہ
 شیراز۔ حضرت یوسفؑ
 شیراز میں کہ طرف الیہا
 ۶۔ گئے۔

[illegible]

مراجعت کردن پہلوان از موصول بجانب مصر و
 پہلوان کا موصول ہے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ
 صحبت او در راہ باکینزک
 ہم اس کا لڑائی سے بہتر ہونا

باز گشت از موصِل و میشد براه
 ناموصل سے لڑا اور راستہ چرمان ہوا
 آتش عشقش فرداں آں چناب
 اُس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی
 قصد آں نہ کرد اندر خمیہ او
 جس نے میر میں ہمارا قصد کیا
 چوئل زند شہوت بریں اوی شرا
 جب شہوت اس میدان میں آگ ملا دیتی ہے
 چوئل زند شہوت بریں ادی ہل
 جب شہوت اس میدان میں ٹھہر لیا دیتی ہے
 صد غلیف گشتہ کمتر از نگس
 سیکڑیں غلیف، تھم سے کم بن گئے

تا فردا کند بہ بیشہ و مر جگاہ
 یہاں تک کہ اُس نے جلی اور جگہ میں بڑا دیکھا
 کہ نہ انست او ز میں از آسمان
 کہ نہ تھا اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا
 عقل کو و از خلیفہ خوف کو
 عقل کہاں تھی (اور) غلیف کا ڈر کہاں؟
 عقل را سوز و در آں شعلہ چو خار
 عقل کو کاٹنے کی طرح اس شعلے میں جلی رہا ہے
 چیست عقل تو بخل ابن الفحل
 کونسا عقل، ذلیل کے بچے، اتنی بخل کیا ہے؟
 پیش چشم آتشینش آں نفس
 اُس وقت اُس کی شعلہ آنکھوں کے تھے

اے لقمہ رحمت میں پہلوان
 تیرے پیش قدمی کی شکرگاہ۔
 کوئی برہنہ نہیں کسی حالت
 میں جس میں وہ لڑائی سے
 مصروف تھا۔ کائناتِ باریہ
 حضورِ تبارک محمد پہلوان نے
 دیکھا کہ ایک کاؤ خضر ہلکے
 درمیانِ حق تعالیٰ سے حلاوت ہے۔
 تانوں، غری کوڑے سے ٹوٹی ہوئی۔
 پھاسی، اسٹیل کی جگہ تیرے کاؤ
 چھوٹے لگا رہا تھا۔ تیرے خضر
 بسنی خیرین۔

ملک زندہ پہلوان نے شیر پر
 حملہ کر کے مار کیا اسی کا سر
 پہاڑ دیا اور بہت جلد اس
 لڑکی کے خیمہ میں چل گیا چونکہ
 جب اس لڑکی کے پاس
 پہنچا تو اس کی شہرہ میں کھن
 کی آواز آئی۔

۵۴ چاکش جنگی رفتار
 فردی، اس کی شہرت سر
 زبانی حق و دھڑی اس کی
 مرانی کی اس طاقت سے
 حیرت میں ڈر گئی جلتے خود
 ہم نے اس کا فاصل پہلوان
 قرار دیکر زجر کیا ہے اگر
 فاصل لٹری کو قرار دیا جائے
 تو زجر دوسرا سچ کا جاتی کر۔

اس کے آتشِ کفر کے
استوار سے کوئی مرض و غم
مالی نہ ہو سکا۔ جب مرد
عورت چھٹی کرتے ہیں خواہ
محبت سے خواہ کین سے تو
صلِ طہر ہوا کہ اب اسی طرح
و غرض کرنی اسرارِ کار کرتے
ہیں باکوئی شخص کسی صفت کے
ساتھ جفت نہ بناتے تو اس
کے ساتھ صلوٰۃ و صفوٰۃ میں ظاہر
ہوتے ہیں۔

چوں بر موند نداشت خلوار پشت
بب پانچہ ۴۴ دیا اور بیٹہ می
چوں ذکر سے مقرر میرفت است
بب ذکر سیدہ عائشہ کی طرف گیا
بر جہدہ او کون بر مہنہ سو گھف
” صف کی جانب دوڑا

دید شیر نر سیہ از نیتان
 اس نے دیکھ کر ہالے ڈھیر نے بھی سے
 تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
 عربہ گمڑے دیو کی طرح جوش برآ گئے ہیں
 شیر نر گنبد چمیکر داز لغز
 نر شیر گمڑے کے لئے سخت خطر ہوا تھا
 پہلوں مردانہ بوند بے حذر

پس مسلمان بہادر تھا اور بغیر خوف
 و تشویش و سرش را بر بشارت
 حلاوت ادا اور اس کا سر پہاڑ
 چونکہ خود را بندان حورانم
 جب اس نے اپنے آپ کو اس درگاہ
 باچناں شیرے کی آنکھ
 سرخ کی تانہ مقابلہ کی

آں بُت شیریں تھانے ماہر و
بہ بُت مشیر ہی کو ہمار ہا نہ شیر کمرے والی
جُھٹ فدا باؤ شہوت آں زنا
دور از خیرت سے اُس سے چوچا
زاتصال ایں دو جاں پا ہمدگر
ایں دونوں جانوں کے ہاکم پرست ہرے سے

رو نمايد از طريق زانے
 جئے کے طريق پر روضا ہوتی ہے
 ہر کجا دو کس بمہرے یا بکبکس
 جب درالسان محبت اکینہ سے

در میان پانزده آں زک پُرس
و محرم پُرس، محرم کی انگوٹھ گدھڑیاں
ترخیز و غلغل از لشکرِ نخواست
نخواست اور غدوہیں لشکرے اٹھا
ذوالفقارِ جمہور آتشِ لب و کف
آگ جیسی تلمارِ ہاتھ میں لے

بر زوہ بر قلب لشکر ناگہاں
 اپنا ملک و دہا لشکر پر حملہ کر دیا ہے
 صد طویلہ و عیمہ اندر ہمزوہ
 سیکلا ناگہاں ادا بھی در ہم ہمزوہ کر دیا ہے
 در ہوا چوں موج دیا بیت گز
 لٹھا میں بیس کر دیا کی موج کی طرح
 پیش شیر آمد جو شیر مست نر

سست خزشیہ کی طرح خیر کے سامنے پہلیا
 زود سوئے خیمہ مہر و شتافت
 حبیب نے عید کی طرف جلد دوڑ مچا
 مردی او بچنھاں برپائے بود
 اُس کی مردی اسی طرح قائم تھی
 مردی او ماند برپای و محضت
 اُس کی مردی اسی طرح قائم تھی

وَرَعِب دَر مَانْدَاز مَرْدِي آو
 انہی کے روی سے جنب میں پڑنے
 مٹھ گشتند حالی آں دوجاں
 نواز دوجاں میں ایک برکتیں
 میرسد از غیبِ شایانِ دگر
 جنب سے ایک دوسری جادو بھی ہوتی ہے

گر نباشد از علوش رہزنی
اگر من کے لئے کوئی رہزن نہ ہو
جمع آید ثنائے زاید لقیں
جاء کرتے ہی، یقیناً میرا پیدا ہوا ہے

لیک اندر غیب نے اید اک صُور
لیکن دامنی غیب میں وہ صورتیں جتنی ہیں
آں ستاج کر قرانات تو زاد
آن بجزوں کو جو ترے پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں
منتظر مباح آں میقات را
قریں دودہ گاہ کا منتظر رہ
کر عمل زائیدہ اندازِ عمل
کہ وہ عمل اور عتوں سے پیدا ہوئے ہیں
بانگ شان میر سداں شحال
اُن حسیوں سے اُنھیں آباد آ رہی ہے
منتظر در غیب جان فردوزن
مرد و عورت کی جان دامنی غیب میں منتظر ہے
راہ گم کروا ازاں صبح دروغ
اُس نے سچ کاذب کی وجہ سے راست گم کر دیا

بچوں زوی آں سوب بینی در نظر
جب قرین جانب بایگا، آنکسے دیکھ دیکھ
ہیں مکر داز ہر قرینے زود شاد
غیب دار! ہر اس حق سے جلد عرض نہ ہو
صدق واں الحاق ذریات را
ذریات کے ملاپ سے جو تہا جسے
ہر کیے را صورتِ نطق و کل
ہر ایک کو گویاں اور گونے ہی کی صورت بیان
کائے زما غافل ہلا زو تر تعال
کراے ہم سے غافل! غیب دار! جلد آجا
مول مولت جیست تر گام زن
تیرا آہستہ آہستہ ہلنا کیوں ہے، جلد قدم آٹھا
چوں مگس افتاد اندر دیکھ دوغ
تجھی کی طرح چھا چھ کی دیکھ میں گر گیا

لیکست مراد ہوگا
قرنظر آہاں ہے لیکن ہر یوں
سنوئی عالمِ آفرین میں نظر
آہیں گے۔ بیچ۔ قبابِ آسان
کاظم ہے کہ کچھ اس قدر
کو خوب دیکھ لے جس کے
سے بہتر برآمد ہوگا کہ کچھ قسم
کا ہے۔
۱۔ بیقات۔ عالمِ آفرین
الحاق ذریات۔ مخلوق پاک میں
ہے ہم قیامت میں دوسری کی
میں ذریعت یعنی ملاوکتوں
کے ساتھ کر کے سوا کا نہیں ہے
ذریعت سے اعمال کے نتائج
ملاوٹے ہیں۔ حق ہمیں نہ پا
عمل حق میں ہرے سے کاموں
کے سبب بہتیکے۔ آخرت
میں ہر عمل کو اپنے کامِ خلاق
میں عمل کو کرنا سے خوش حال۔
یعنی اعمال کے نتائج۔
۲۔ منتظر۔ دامنی غیب میں
ہر شخص کے اعمال میں کے منتظر
ہی جاتا یعنی بہتر میں توکم
کرا۔ یہ خبر پہلے ہی سے متعلق
ہے کہ عمل کے فعلی اور نقص
آٹھا یا سچ تو رہ۔ سچ کا ذنب
میں سے وہ رو کر کہ اس طرح
بڑا ہے اور ٹھکانا ہے۔
۳۔ دترے۔ کوئی اشارہ۔
پتی زبام یعنی لڑکی کے کشتی
میں جام ہو گیا۔ کے کوڑ خفیہ
کے بود انتہر وہ۔ دھتھ۔
کس چیز کے اوصاف ملنے کو
اس کی تصریح یہی ہیں پیدا
ہوئے کی صورت
آنکسے نظر آتی ہے۔

پیشیاں شدن آں سر لشکر از خیانتے کہ کردہ بود و سو گند
اُس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جس نے کی حق اور اس کا
داون او اک کینزک را کہ خلیفہ باز نگوید آنچه رفت
اُس دشمن کو کینزک کہ جو کہ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ ہے

چند روئے ہم براں بد بعد از اہا
وہ چند روئے اُنہی رحمت اپور انکے بعد
داد سو گندش کہ اے بدترین
اُس نے اس کو قسم دی کہ اے دشمن چور ہونا
داد سو گندش کہ اے خورشید کو
اُس نے اس کو قسم دی کہ سورج جیسے چرکوں
منتظر گویم ہر دواں پہلوں
میں منتظر رہتا ہوں وہ پہلوں کے سب
چوں بدید اور خلیفہ دست گشت
جب غیب نے اُس کو دیکھا نہت ہو گیا
دید صد چند آنکہ وصف از بند بود
جو قرینت اس نے تہی اس کی کڑوئی دیکھا

فتیشیاں اوزاں جرم گراں
وہ آہس مجاری جرم سے شرمندہ ہوا
کن حذر تا شہ نگر دوزین خیر
احتیاط برتے تاکہ آٹھا اس سے خبر دار نہ ہو
باخلیفہ زانچہ شد مر مرے گو
جو کہ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا
مرکزک را سونے شاہ جہاں
شاہ جہاں کی جانب وڈی کر
پس زبام افتاد اور ازیر پشت
قرین کا پشت ہی باغافل سے گر گیا
کے بود خود دیدہ مانند شد خود
دیکھا ہوا تھے ہوئے کی برابر کہ ہوتا ہے

تھیک شالے۔ جس شال
اور حکایت سے یہی سمجھایا کہ
کوئی شخص کا راجہ بن وہ
سے کہتے ہیں۔ کہ ایک مسافر
نے ایک صاحب سے حق بات
باطل کی حقیقت کے بارے
میں سوال کیا کہ گوش۔ اس نے
اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اس
کے درمیان جو علم حاصل ہوں
باطل ہے آگے کے درمیان جو
علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی
ہوتا ہے۔

تھیک آں نسبت۔ ہم نے
سنی ہوئی بات کو دیکھیں ہوں
کے مقابل میں جو باطل کہا ہے
وہ کھوت کے اعتبار سے ہے
یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے
کہ آفتاب۔ ورنہ چنگا ڈکھو کر
کا جو مشاہدہ سے اگرچہ حاصل
نہیں ہے لیکن وہ بھی کھوت
اور صحیح ہے بخوت۔ راجہ کا
خوف اس کو سورج کا خیال
دلانا ہے اور وہ خیال نہیں کہ
تاریکی میں لے جاگے۔

تھیک از خیال دشمن کا خیال
اور تصور انسان کو دوست
پیدا کرنے اور اس سے ملے
پر جھوٹ کرنا ہے جو بہت بڑا
مذمتی کو شاہد کے درجہ کا
علم تھا کہ طوطا کو جس حد تک
علم نہ تھا لیکن یہ بھی وہ ہوا
پر موقوف ہوا۔ چنانچہ ایک
جنی۔ کہہ کر۔ لیکن یہ بھی ہے
جس کو شاہد حاصل نہ تھا
میں خیال حاصل تھا جی۔
لیکن انسان کو حق بتائی گئی
خیال پر اتنا متکا نہ کیا ہے
وہ نفس خیال سے واسطہ نہیں
دہتا۔

تھیک از خیال دشمن کا خیال
خیال اور تصور کر کے چیز نہیں

وصف تصویر است بہر چشم ہوش
تقریب ہوش کی آگے کے لئے تصور کی کیا ہے
یک شالے گویم انوں گوش دار
میں ایک شال کہتا ہوں۔ اس میں

صوت آن چشم داں نے آن گوش
صوت آنکھ کی حکایت سمجھو کہ کان کی
فہم کن اشغال معنی ہوش دار
مشاغلوں کا مطلب سمجھو ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مروے از مخند نے سوال
ایک شخص نے ایک مخمن سے دریافت کیا
گوش ابگرفت گفت ایں جلست
اس نے (اپنا کان پکڑا اور کہا) = باطل ہے

آن نسبت بطل آمدیش ایں
ہا کان اس آگے کے لئے درمیان نسبت اعتبار سے
از آفتاب ارگرد خفاش احتجاب
اگر چہ گھٹنے سورج سے پردہ کر رہا ہے

خوف اور اخو و خیالش میدید
روشنی کا اور دشمن کو خود اس صورت کا خیال

آن خیال نور می ترساندش
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے

از خیال دشمن و تصویر اوست
دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے

موسیٰ کشف لعل برگر فراشت
لے موسیٰ: جب لے کشف پہنچا ہوا ہوا

ہیں مشوغترہ بدایں کہ قابلی
خیر دار: تو اس میں دھوکا نہ لگا کر قبول کرنا اور

از خیال حرب نہر اسید کس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا

باز خیال حرب چیز اندر فکر
نامرد: دشمن کے خیال سے فکریں

نقش و رسم کاں حکماے بود
رسم کی تصویر جو کسی حکام میں ہوتی ہے

رسم کی تصویر جو کسی حکام میں ہوتی ہے

حق باطل حیثیت انیکہ قال
لے ہمیشہ بیان: حق اور باطل کی کیا ہے؟

چشم حقت و نقیش حاصلت
آنکھ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے

نسبت اغلب منہا اے ایس
اے ایس! اکثر اوقات میں نسبت ہے

نیست محبوب از خیالے آفتاب
سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے

آن خیالش سوئے ظلمت میکشد
وہ خیال اس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

بر شب ظلمات می چہلاندش
تاریکیوں کی رات سے اس کو چھٹا رہا ہے

کہ تو بر چہیدہ بریار و دوست
کہ تو بریار اور دوست سے چٹ رہا ہے

آن محیل تاب تحقیقت نداشت
وہ خیال کرنے والا آپکی تحقیق کی طاقت نہیں تھا

مزیخاش را و زیں رہ واصلی
اس کے خیال کو: اور قرض رہ سے حاصل دینا ہو

لا شجاعہ قبل حرب این ان لب
جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے اس کو کہیں

میکند چوں رستاں صد کرد و فر
رستموں کی طرح سیکڑ کر فر کرتا ہے

قرن حملہ فکر ہر خاے بود
ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ہر خاکس کے غم کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیال سمع چوں مبصر شود
جب کان کا خیال دیکھتے ہوئے کی طرح ہوتا ہے
جہد کن کر کو شس در حشمت شود
تو کو شش کر کہ وہ جان چری آگاہی آہٹے
زاں سپس گوشت خود ہم طبع چشم
ایکے بعد از کان بھی آنکھ کا ہم نواز ہی جانتے
بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود
بلکہ جملہ جسم آئینہ کی طرح ہوتا ہے گا
گوش انیز و خیال و آن خیال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال
جہد کن تا میں خیال افروز شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے
آن خلیفہ گول ہم نیک چند نیز
اُس امت غلیظ نے بھی کچھ وہن
نلک را تو ملک غرب شرق گیر
ترسلطنت کو مغرب اور شرق کی سلطنت میں کرے
مملکت کاں می مانند جاو دل
وہ سلطنت جو ہمیشہ زور ہے
تا چہ خواہی کرداں باد برود
تو اُس غرور کا کپ کرے گا
ہم دریں عالم بڈاں کماست
اسی دنیا میں جان لے کر اس کی جگہ ہے

چیز چہ بود رستے مضطر خود
نامزد کیا ہوتا ہے ایک قسم بھی مجبور ہوتا ہے
آنچاں باطل بدست آں حق شود
جو باطل انفرقاں قمار حق ہوتا ہے
گوہرے گرد و گوشت ہمچو شیم
تیرے شیم جیسے وہ دریا کان گوہر بن جائیں گے
جملہ چشم و گوہر سینہ شود
سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہوتا ہے گا
ہست دلالہ وصال آں جمال
ہم شمس کے وصال کی مشاطہ بن جائے گا
تا دلالہ رہبیر بخوں شود
تاکہ جنوں کے لئے مثلاً رہبر بن جائے
ریش گاوی کرد خوش با آن کینز
اُس لڑائی کے ساتھ محاکات برقی
چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
جیکہ وہانی نہیں رہتی تو اسکو بھی لڑائی کوئی نہ کہو
لے دلت خفہ تو آں اخواہ لہا
اے کہ تیرا دل سوا ہوا ہے تو اسکو خواب کہو
کہ گیر دہم جو جلا دے لگوت
جو جلا دے کی طرح خیر اعلیٰ بکڑے
از منافق کم شنو کہ گفت نیست
منافق سے نہ سن اس نے کہا کہ نہیں ہے

محبت منکران آخرت و بیان ضعف آں محبت

آخرت کے ظہور کی دین اور اُس کیل کی کردی کا بیان

محبتش این ست گوید مردے
اُس کی یہ دین ہے اور ہر وقت کہتا ہے
گر نہ بیند کو دے احوال عقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے
مردگان میں نہیں تمام جسم آنکھ کا ترجمہ کرے گا۔ جو ہر سینہ میں دل جوش جس کی بات سن کر
انسان وصال محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال
کا نام ہوتا ہے۔

یہ لکھنا شاہ اصل ہے
چیز حقیقت اور بزدلی بھی
خیال قرآن میں بہت کم دیر
دکا کہے نقش برست
کی خیالی تصویر سے تو بڑا
حریف بنے۔ اسی خیال
خیال بیکانہ ہے لیکن اگر
خیال مشاہد کے مدد سے
میں آجائے تو ہر مفید
ہو جائے۔
جہد کن۔ انسان کو
کوشش کرنا چاہیے کہ
اس میں مشہور بن جائے
اور اس میں کسی باطل کا
احمال درجہ نہ ہو۔
اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ
حاصل کرے۔ پھر معمول
بشر ہے یعنی کان جو کم حجت
چیز ہے اب وہ گوہر حشمت
ہی باقی۔ بلکہ کوشش ہے
لے آں خلیفہ خدا و معبود
اُس لڑائی کے عقائد جن
کرنے کا نکتہ ایسی کی
خوشی مصلحت کی وجہ سے
نہی مصلحت خواہ مشرق و مغرب
کی بردہ کیل کی کوئی نہ ہوا
نہیں ہے۔ مصلحت۔ انسان
جو کہ مصلحت کے متعلق ہوا
کی حقیقت خواب کے ہوا
نہیں ہے۔ تاچہ یہ مصلحت
کا کھانا انسان کے لئے ہوا
کلام کرتا ہے۔

مردہ میں دریں عالم میں نہ
کو اُس کی مصلحت کو
اس کی جگہ ہم اس کی جگہ
عالم آخرت ہے۔ جنت و جہنم
آخرت کے عکس کی دلیل ہے
کو اگر عالم آخرت جہنم میں
اُس کو دیکھ سکتا۔ اگر جہنم
لیکن کسی کے ذہن کے لئے
اس چیز کا انکار ہی ہو سکتا

ہے۔ پڑھنے کے احوال کو
نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند
اس کا انکار نہ کرے گا۔

سے روزِ منہ۔ اگر کوئی سزا
خلِ شوق کے احوال نہیں کہ
سنا ہے قریب کے زونجھے
سے عشق پر کوئی غال نہیں
اکھڑے خوش سہل حسن
بھائیوں کو نظر نہ آوے
سے سن کا سحر کھلے
مرحسا، نہ تونگی ابتداء
عساکِ حقیقت نہ دیکھ سکے
نیک نہیں کو دروغِ نقاب ہی
قبلے لے اس کو دیکھا۔

۱۔ جہنم کی آگ جس کی آواز
 ایک کئے کے نیالی ہے دوسرے
 کئے کے تھیں آریں جن ایک
 ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں
 مختلف مشیت کا بیان کرتا
 دیکھو جو بعض پیش اور فرما
 کی شہادت کہ اسی حقیقت کے
 اہل کائنات کی انہیں سنا بیکار
 ہے پسینہ راجہ روگ پر شہ
 شرماء کی شہادت سے خدای
 ہیں ان کو کربا بھی حاصل ہوتا
 ہے۔
 ۲۔ لکھنؤ کی لکھنؤ سورہ اور
 میں مسعودی نے خطا ہے کہ ان
 کافر ہیں، کہ جسے کھائے

وہ زندہ بیند عاقبے احوال عشق
اگر کوئی قلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا

حسن یوسف دیدہ اخوال ندیہ
 یوسف کے حسن کو بھائیوں نے آنکھ لے دیکھا
 مرعصہ را چشم مولیٰ چو بید
 حضرت مولیٰ نے آنکھ لے عساکر کوئی دیکھا
 چشم ستر با چشم سسر در جنگ بود
 بھائی کے آنکھ سر کے آنکھ سے جنگ میں تھی

چتر موسیٰؑ دست خود را دستِ
 نعت، سرزمینِ کھنکھنے اپنے ہاتھ کو ادا دیکھا
 میں سخن پایاں ندارد ہر کمال
 سب بات کا فائدہ نہیں ہے، ہر کمال
 میں حقیقت پیش اور فرج و گلو
 بلکہ اس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور ظن ہے
 پیش اور فرج و گلو با شخیال
 ارے سامنے شرمگاہ اور ظن خیال ہے
 ہر کر اور فرج و گلو آئین و خواست
 جس شخص کا طرہ اور عادت شرمگاہ اور ظن ہے
 چنناں انکار کو تیرا سخن
 بے انکار گئے ہوئے تیرے ماتمتر کر

کلم نگر در دماہ نیکی کو فال عشق
(تر) عشق کا نیک فال مانند نہیں کہتا ہے

از دل یعقوب کے شہ ناپید
حضرت یعقوب کے دل سے کب شاہ
پشیم قطبی افعی و آشوب دید
قبیل کی آئینہ کے انکسار اعدا ارمیت کجا
غالب آمد چشم بر حجت نمود
باغ کی آئینہ غالب بر جنس و شہرت چشم گریا

پیش چشم غیب نورے بکرید
 سب کی آنکھ کے سامنے ایک درخشاں
 پیش ہر محروم باشت چوں خیال
 محروم کے سامنے خیال کی قرب ہوتا ہے
 ہم یہاں کن پیشی و اسرار دوست
 دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر
 جرم ہر دم نماید جاں جمال
 عار و جان ہر وقت جمال دکھاتا ہے
 ن لکھ دین و لی دین بہر او
 ہر دم کے تمام دین او کی لئے برابر ہیں اگلے لئے ہے
 خدا کلم گوئے با گسر کہن
 ہے اعجازِ پڑانے کائنات سے ات نہ کر

شرح

شرح خلیفہ مصر سے ایک غماز نے کہا کہ ہادشاہ موصل ایک حوڑ سے ہم آغوش ہے یعنی اسکی پہلو میں ایک کینڑک ہے جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی اور چونکہ وہ بیحد حسین ہے اسلئے اس کا شن بیان سے باہر ہے اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ مبالغہ معلوم ہو۔ تو لیجئے یہ اسکی تصویر ہے جو اس کاغذ میں موجود ہے آپ اسکی تصویر سے بیان کی تصدیق فرمائیں۔

جب خلیفہ نے کاغذ میں اسکی تصویر کا مطالعہ کیا تو مبہوت ہو گیا اور

جام شراب اسکس ہاتھ سے گر گیا جب حواس درست ہوئے تو اسکی ایک نہایت بہادر افسر کو بہت بڑی فوج کے ساتھ شاہ موصل کی طرف روانہ کیا اور اسکو ہدایت کر دی کہ اگر وہ اس کنیزک کو دینے سے انکار کرے تو موصل کو تہس نہس نہیں کر دو اور اگر وہ اس کو تہارے حوالہ کر دے تو اسکس کچھ تعرض نہ کر دو اور صرف اس چاند کو کو لے آؤ۔ تاکہ میں زمین پر ہی چاند کو بغل میں لینے کا فخر حاصل کروں۔

یہ ہدایت سنکر وہ پہلوان لادشکر اور ہزاروں شجاعان جنگی اور طبل و علم کے ساتھ موصل کو روانہ ہو گیا۔ اور جس طرح بہت بڑا ٹٹی دل کھیت کھود

جمع ہو کر اسکو تباہ کرنا چاہتا ہے یوں ہی یہ ٹٹی دل سپاہ اہل موصل کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئی اور ہر طرف کوہ قاف کی مانند بڑے بڑے منجیق قائم کر کے ان سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور یہ حالت تھی کہ تیر اور منجیقوں سے پتھر برس رہے تھے اور لوگوں کو زحمتی کر رہے تھے اور تلواریں اپنی جگہ کے سبب گرد میں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ابر میں بجلیاں کو نذر نہی ہوں۔

القصد ایک ہفتہ تک انہوں نے یوں ہی خون ریزی کا بازار گرم رکھا اور قلعہ سنگین سوم کی طرح یعنی قابل تسخیر ہو گیا۔ پس جبکہ شاہ نے اس خوف ناک جنگ کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے یہاں سے ایک قاصد روانہ کیا اور پوچھا کہ ان مسلمانوں کے خون سے ... جو کہ اس شدید جنگ کے سبب شہید ہوئے ہیں۔ تمہارا کیا مقصد ہے اگر تمہارا مقصد ملک اور شہر پر قبضہ کرنا ہے تو میں یہ تم کو بدوں اس خون ریزی کے دے سکتا ہوں۔ لو میں جاتا ہوں تم آجاؤ اور جنگ کو چھوڑ دو۔ تاکہ مظلوموں کا خون تمہارا دامن گیر نہ ہو۔ اور اگر مال اور دولت حاصل کرنا مقصود ہے تو یہ تو ملک اور شہر سے بھی زیادہ معمولی ہے جو کچھ اور جس قدر مال تم کو مطلوب ہو میں تمہارے پاس بھیج دوں۔ پھر یہ شور و شر کیوں ہے یہ پیغام لے کر قاصد روانہ ہو گیا اور جب کہ وہ اس افسر کے حضور میں حاضر ہوا تو اسکی پیغام شاہی اس سے

بیان کر دیا اسٹل اس کے جواب میں کہا کہ نہ مجھے ملک مطلوب ہے اور نہ مال۔ میں تو ایک
 حسین کا طالب ہوں یہ کہہ کر رقعہ اسکے حوالہ کر دیا جس میں اسکی تصویر تھی اور یہ کہہ دیا کہ
 اپنے بادشاہ سے میرا یہ پیغام صاف صاف کہہ دینا کہ غور سے دیکھ لو کہ کس کی صورت
 ہے اور جس کی یہ صورت ہے اسکو ہمارے حضور میں روانہ کر دو ہم نہ تمہیں کچھ کہیں گے
 نہ تمہارے ملک کو۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ اس مرقعہ کو دیکھ لو۔ میں اس کا طالب ہوں
 اور اسے میرے حوالہ کر دو۔ ورنہ میں ملک پر قبضہ کرتا ہوں۔ جب قاصد شاہی یہ پیغام لیکر
 لوٹا۔ تو اس نے اس کو بادشاہ کے حضور میں عرض کر دیا اور مرقعہ ان کے حوالہ کر دیا اور
 تصویر دکھلا دی اور بادشاہ نے پیغام کا مدعا سمجھ لیا۔ اب سنو کہ اس مرد بادشاہ نے
 اس کا کیا جواب دیا۔ اسٹل نہایت بے پرواہی کے ساتھ کہا کہ اچھا! ایک تصویر نہ سہی
 تم لے جاؤ۔ میں اپنے زمانہ ظہور اسلام میں بُت پرست نہیں ہوں کہ بُت پرستی کر دوں
 وہ بُت پرست ہے۔ اسلئے بُت کا اسی کے پاس ہونا زیادہ مناسب ہے یہ کہہ کر
 اسٹل لڑکی کو بٹے ساز و سامان کے ساتھ قاصد کے حوالہ کیا۔ اور قاصد اسکو لیکر
 لشکر گاہ کو روانہ ہو گیا اور افسر کے حوالہ کر دیا جبکہ وہ قاصد کنیز کو افسر کے پاس
 لے گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا۔ یہاں تک اس واقعہ کو پہنچا کہ آگے مولانا
 انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق ایک سمندر ہے اور آسمان اس پر مثل خشن خاشاک
 کے ہے۔ یعنی گردش فلک کا منشا عشق ہے جس طرح کہ گردش خشن خاشاک کا سبب
 ملاطمت سمندر ہے اور وہ زلیخا کی طرح ایک ایک یوسف کی محبت میں سرگردان ہے۔
 خلاصہ یہ ہے کہ گردش کا سبب۔ موجِ عشق کو سمجھو

اور ایک آسمان ہی کی... کیا تخصیص ہے ہم تو
 کہتے ہیں کہ نظامِ عالم ہی عشق پر مبنی ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو اجنمائے عالم ایک
 دوسرے سے کشیدہ رہتے اور جامد۔ نبات میں فنا نہ ہو سکتا۔ اور مٹی اور پانی نبات
 نہ بن سکتی۔ اور نباتات حیوان پر قربان نہ ہو سکتی اور اغذیہ جزو حیوان ہو کہ اس کی تربیت

نہ کر سکتیں۔ اور روح اس صاحب نفع (حق سبحانی) پر قربان نہ ہوتی۔ جس کی لیم فیض سے مریم بے شوہر کے حاملہ ہو گئیں تھیں۔ بلکہ ہر چیز اپنی جگہ پر برف کی طرح اتر کر رہ جاتی۔

اور طبع کی طرح دوسری چیز کی طالب اور جو یاں نہ ہوتی۔ پس جو انساق و انتظام ان کی آپس کے تعلق سے مشاہد ہے وہ انساق و انتظام ناممکن ہو جاتا۔ شاید کسی کو ہنگام بیان سے شبہ ہو کہ حق سبحانی پر صرف روح ہی عاشق ہے اسلئے اس کا دفع کرنا۔۔۔ مناسب معلوم ہوتا ہے سُنو! یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر ذرہ اصالتہ حق سبحانی کے جمال پر عاشق ہے اور اس بنا پر وہ پورے کی طرح علوم معنوی حاصل کر رہا ہے اس ترقی سے ہماری مراد وہ ترقی ہے جو ان کو تسبیح حق سبحانی سے حاصل ہے (جس کو حق سبحانی نے سبح لله صافی المسنون و صافی الارض سے بیان فرمایا ہے) اور اس طرح وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے جسم کا تنقیہ کرتے ہیں۔

(خاندک: تفصیل اس کی یہ ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں حق سبحانی کی شوائب نقص سے پاک ہونے کا اظہار۔ اور یہ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے اول تکوینی اور دوسرے تشریحی پس چونکہ ہر چیز سے حق سبحانی کا کمال علم و قدرت و حکمت وغیرہ ظاہر ہوتا ہے اور ہر چیز مستخر امر الہی ہے اسلئے تسبیح تکوینی تو۔۔۔۔۔ ہر چیز کے لئے ثابت ہوگی۔ اور تسبیح تشریحی سو اس کا تعلق صرف مکلفین سے ہوگا۔ اور وہ دو قسم کی ہوگی۔۔۔ اول وہ جو موافق امر الہی ہو جیسے تسبیح طالعین۔ دوسری وہ جو خلاف امر الہی ہو جیسے تسبیح عاصین مثل کفار کہ ان کی تسبیح غیر اللہ ہی مالا تسبیح حق سبحانی ہو گی کہ وہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں تو یا ان کمالات کی بنا پر کرتے ہیں جو ان کے لئے ثابت نہیں ہیں بلکہ حق سبحانی کے لئے ثابت ہیں جیسے ان کا بالذات نافع یا ضار ہونا یا ان کمالات کی بنا پر کرتے ہیں بلکہ ان کے لئے لبطاً حق ثابت ہے جیسے آگ یا ستاروں کا روشن ہونا وغیرہ اور ہر صورت میں تسبیح اربع حق سبحانی ہے گو مستحین کا مقصد نہیں تسبیح اعلیٰ مقبول ہے اور تسبیح ثانی مردود اس کے ثابت ہونا کہ عالم میں ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے خواہ وہ تسبیح تکوینی ہو یا تشریحی اور مقبول حق سبحانی ہو

یا مردود حق سبحانہ۔ اسلئے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر چیز عاشق حق سبحانہ ہے کیونکہ اس مقام پر عشق سے مراد مطلق منشاء و مبداء تسبیح ہے۔ خواہ وہ عشق متعارف ہو یا غیر متعارف۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے تسبیح کی علت غائی تنقیہ تن فرمایا ہے

پس چونکہ تسبیح دو قسم کی تھی اسلئے تنقیہ بھی دو قسم کا ہوگا ایک عام جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز تکوینی طور پر مسخر امر الہی ہے اور اطاعت حق کے لیے اسلئے اپنے جسم کو مشقت طاعت میں ڈال رکھا ہے۔ اسلئے کہ گویا کہ وہ اس طرح اپنے جسم کا تنقیہ کر رہے ہیں تاکہ مادہ عصیان اس کی جان کو ہلاک نہ کر دے۔ یہ تنقیہ تو تکوینی ہوگا جو کہ تسبیح تکوینی سے متعلق ہوگا۔ اور دوسرا تنقیہ خاص۔ یہ تنقیہ تسبیح تشریحی کی طرح صرف مکلفین کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اور تسبیح تشریحی کی طرح وہ بھی دو قسم کا ہوگا۔ ایک واقعی اور دوسرا خیالی۔ تنقیہ واقعی طالعین کا ہے۔ اور تنقیہ خیالی عاصیوں کا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر چیز خدا پر عاشق ہے خواہ بعشق تکوینی ہو یا بعشق تشریحی۔ اور ہر چیز کے لیے ہر قسم کے عشق سے اس عشق کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب تنقیہ تن مرتب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خیر! یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سُنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ افسر اس کنیز پر عاشق ہو گیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس کو ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اس کو دیکھنا چاہیئے تھا کہ یہ کمال اس میں کہاں سے آیا ہے اور اس کے مبداء پر عاشق ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اسلئے ایسا نہیں دیکھا۔ اسلئے کنوئیں کو رستہ اور ایک مُضر شے کو اپنے لئے مفید سمجھا۔ اسلئے وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اور ایک زمین مشور اور بے نتیجہ شے اُسے پسند آگئی۔ اور اسی میں اپنا تخم عشق بو دیا۔ اسلئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے ایک شخص سو رہا ہو اور اس کو خواب میں ایک خیالی صورت دکھلائی دے

اور وہ اس کی ہمبستر ہو اور اپنی منی گرا دے۔ اور جب ایسا شخص جب خواب سے بیدار ہوگا تو دیکھے گا کہ وہ محبت چین بیداری کے وقت نہیں ہے اس پر وہ افسوس کرے گا اور کہے گا کہ افسوس! میں نے اپنی منی کو ایک بے حقیقت چیز پر ضائع کر دیا۔ اور اس دھوکہ باز کا دھوکہ کیا گیا۔ پس یہی حالت اس افسر کی ہے اور اس کو بھی اپنے اس فعل پر ایک وقت میں ندامت ہوگی۔ اچھا اب سنو کہ اس بیہوشی کا منشا کیا تھا جو اس افسر نے کی۔ سو بات یہ ہے کہ بس وہ جسم ہی کا پہلوان تھا۔ اور حقیقت مردے (یعنی قوت کمال ایمانی) اسے حاصل نہ تھی اس لئے اس کی مرانگی کا بیج (یعنی عشق جو کہ جسٹ ہے قوت کمال ایمانی کی) ریت میں بودیا۔ یعنی ایک فانی پر عاشق ہو کر یہ اپنے عشق کو بے نتیجہ بنا دیا۔ خیر اس کا تو عشق... سرکش اور بے قابو ہو گیا تھا۔ اور وہ جو شش عشق سے فاخستہ کی طرح نعرہ لگا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ مجھے خلیفہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں عشق میں بادشاہ کی کیا پرواہ کروں گا۔ میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں برابر ہیں پس مجھے خلیفہ سے کس بات کا خوف ہو سکتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بے باک افسر سے کوئی کہے کہ میاں! تجھ... عشق کے بونے میں اس قدر جانفشانی نہ کرو۔ ذرا اس معاملہ میں کسی جاننے والے سے بھی مشورہ کر لو۔ تاکہ وہ اس کے نشیب فراز سے تمہیں واقف کرے اور تمہارے فعل کی خرابی تم کو سمجھا دے مگر کجا صلاح و مشورہ اور کجا عقل۔ اس کے سیلاب حرص نے تو عقل کے پردے اُدھیر دیئے ہیں پھر وہ صلاح و مشورہ کیونکر کرے گا اور اس کی تو آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے پھر وہ مفتونِ رخسار آگاہی بھی کیسے دیکھے گا اور اس کی قصر جان میں تو عشق کا سیلابِ عظیم آچکا ہے۔ اب وہ کیونکر بچے گا۔ اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ ایک لومڑی (کمزور عورت) ایک شیر (اتنے بڑے بہادر) کو تباہی کے کنوئیں میں گرا دیگی۔ اور اب تو کنوئیں سے ایک معدوم شے محسوس نظر آنے لگی ہے لہذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خیالی شے پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل شیریں

کو اس میں گرا دیگی۔ پھر وہ افسر کیسے بچ سکے گا۔

الحاصل وہ حُسنِ فانی سے دھوکا کھا کر عشق کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا ہے اب اس کی نجات کی کوئی سبیل نہیں نظر آتی۔ حنین! اس واقعہ کو تو ہم بہین چھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو! تم اس واقعہ سے عبرت لے لو۔ اور کسی شخص کو عورتوں کا محرم نہ بناؤ۔ کیونکہ عورت اور مرد کی مثال روئی اور آگ کی سی ہے پس جبکہ ان میں اتصال اور اختلاط ہوگا تو نتیجہ بد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مرد کا عورت کے ساتھ اختلاط ہو اور معصیت سے ملوث نہ ہو اس کی لیے ضرورت ہے کہ آبِ رحمت حق سے آتشِ شہوتِ دہی ہوئی ہو۔ جیسے کہ حرام کاری کے مقابلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام معصوم تھے کہ وہ زلیخا سے خوب صورت اور سرفرد عورت کے اپنے کوششوں کی طرح الگ کھینچتے ہیں اور باوجود اسکے خواہش اور اصرار شدید کے معصیت میں ملوث نہیں ہوتے۔

اچھا اب سمجھاؤ کہ وہ آگ کیونکر دب سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو کچل دیا جائے اور نفس کو بدوں امداد عقل کاملہ (اہل اللہ) کے نہیں کچلا جاسکتا اس لیے اس آگ کو دبانے کے لیے ضرورت ہے امداد و تربیت اہل اللہ کاملین کی۔ پس اگر تم اس آگ کو دبانا چاہتے ہو۔ تو ان سے مدد لو۔ اور اپنے کو ان کے سپرد کر کے ان سے تربیت حاصل کرو۔

(فائدہ: واضح ہو کہ مولانا کا مقصود یہ نہیں ہے کہ نفس کشی اور تہذیبِ اخلاق کے بعد آدمی کو اختلاطِ بازناں کی اجازت ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا اس کے لیے مباح ہو جاتا ہے۔ بلکہ مولانا کا مقصود صرف اس قدر ہے کہ اگر شخص مذکور کو کسی مجبوری سے عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو جائے تو وہ خود اسکے ضرر سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ساتھ غیر اختیاری اختلاط ہو گیا تھا۔ تو وہ بچ گئے تھے اس لیے لازم نہیں آتا کہ انکو اختیار خود ایسا کرنا جائز ہو جائے۔ راز اس کا یہ ہے کہ گو کسی کا نفس کتنا ہی مُردہ ہو جائے مگر وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا

کہ اسکے اندر تقاضائے معصیت بالکل نہ رہے بلکہ فی الجملہ تقاضائے نفس سب میں ہوتا ہے خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ”ایک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صد حنت طوق نفس“ (اسکی شرح شروع دفتر دوم میں گزر چکی ہے اسکو دیکھ لو) مگر انبیاء اور غیر انبیاء میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ انبیاء کو تقاضائے نفس کو مغلوب کرنے کی پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی جانب سے ان کی حفاظت کا وعدہ بھی ہوتا ہے اسلئے وہ تقاضائے نفس پر اسکو خلاف مرضی الہی سمجھ کر عمل نہیں کرتے اور صدور گناہ ان سے نامکن ہوتا ہے۔

اور غیر انبیاء کو نہ تقاضائے نفس کے مغلوب کرنے پر وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور نہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے اسلئے وہ نفس کو مخالف مرضی حق جان کر اس پر عمل کر سکتے ہیں یعنی ایسا کرنا ان کے لیے نامکن نہیں ہے اب غیر انبیاء کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو مغلوب نفس اور اسکے ہاتھ میں کھلونا ہوتے ہیں کہ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے پس یہ لوگ تو اہل ہویٰ کہلاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس مغلوب ہوتا ہے اور وہ اس پر غالب ہوتے ہیں ایسے لوگ اہل اللہ کہلاتے ہیں اور چونکہ غلبہ قابل شدت و ضعف ہے اسلئے اسکی درجات متفاوت ہوتے ہیں اور اسکی ان کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اور بعض دوسرے بعض سے اکمل ہوتے ہیں۔ پس چونکہ غیر انبیاء معصوم نہیں ہیں اسلئے انکو ہرقت خطرہ ہے معصیت میں مبتلا ہو جانے کا۔ لہذا انکو قصداً اختلاط بازناں کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی اپنے نفس پر بالکل قابو یافتہ یا اسکو بالکل مردہ سمجھ کر عورتوں کے ساتھ اختلاط کو اپنے لیے مضر نہ سمجھے تو یہ اسکی غلطی ہے۔ اور خود اس کا ایسا سمجھنا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا نفس زندہ ہے جو کہ اسکو اس دھوکہ میں ڈال کر اسکی اپنا کام نکالنا چاہتا ہے۔

اور مولانا کے الفاظ آتش بایہ نشستہ زاب حتی - اور نفس خودا کے تو ان کو ان
 زبوں میں ہمارے مضمون بالاک صریح تائید کیونکہ انہوں نے آتش کو نشستہ
 اور نفس کو زبوں کہا ہے اور مردہ نہیں کہا جس میں اشارہ ہے اسکے زندہ اور منکسر
 السورۃ ہونے اور معدوم محض نہ ہونے کی طرف — اور جہاں کہیں الفاظ مردہ وغیرہ
 لقا معشوق اسکی رجولیت کو دیکھ کر دنگ رہ گئی - اب وہ شہوت سے اسکے ساتھ
 ہمبستر ہوا وہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو کر ایک جان ہو گئے اور ان دونوں
 کے اتصال سے ان کو غیب سے ایک اور جان عطا ہو رہی تھی ان دونوں کو ایک بنا رہی
 تھی - اگر وہاں مانع حمل نہ موجود ہوتا تو طریق ولادت اس کا ظہور ہوتا -

اب سمجھو کہ یہ کچھ انہیں کے اتصال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جب کبھی دو شخصوں کا محبت یا عداوت
 سے اجتماع ہوتا ہو تو یقیناً وہاں ایک تیسری شے پیدا ہوتی ہے لیکن وہ صورتیں عام طور پر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ
 عالم غیب میں پیدا ہوتی ہیں - جب تم وہاں جاؤ گے اسوقت وہ تمہیں دکھلائی دیگی -
 ہماری مراد ان صورتوں سے وہ نتائج ہیں جو کہ تمہارے اقترانات و اتصالات
 یا افعال وغیر افعال سے پیدا ہوتے ہیں - پس تم کو چاہیے کہ ہر مقارن کے اقتران
 سے تم کو فوراً خوش نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ اسکی اقتران سے کیسی
 صورت پیدا ہوگی - بلکہ خوب سوچ سمجھ کر کسی فعل یا غیر فعل کی مقارنت پیدا کرنی چاہیے
 تاکہ اس اقتران سے بڑے نتائج پیدا نہ ہوں -

(مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی تم کرو اور جس شخص کے ساتھ اختلاط کرو اسکی
 متعلق یہ سوچ لو - کہ اسکی کوئی بُرا نتیجہ تو نہ پیدا ہوگا - اگر بُرا نتیجہ پیدا ہو تو اسکو
 چھوڑ دو - اور اگر اچھا نتیجہ پیدا ہو تو اس کو اختیار کرو)

تم اس وقت کے منتظر رہو جبکہ وہ تم کو دکھلائی دیں گے اور ان ذریعات کو
 کے الحاق کو حق سمجھو - جو کہ ہر ایک کے لیے اسکی اعمال سے جو کہ ان کے لیے علتیں ہیں
 یوں ہی پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ اپنی علتوں سے گویا فی اور گونگا پن پیدا ہوتی ہیں - یا
 جیسے کہ گویا فی اور گونگے پن سے ان کے آثار پیدا ہوتے ہیں - ان خوش حال (نتائج)

اعمال کی طرف سے لوگوں کو ہر دم یہ آواز پہنچ رہی ہے کہ ارے غافلو! ہم سے جلدی
 آکر ہم سے ملو۔ ہم کہ مردوں اور عورتوں کی جان اور ان کے بچے ہیں تمہارے منتظر
 ہیں پس تم کو توقف کیوں ہے جلدی آؤ اور ہم سے ملو۔

[فائدہ: نتائج اعمال کو باوجودیکہ ان میں اچھے اور بُرے دونوں ہیں
 استعمال کیے ہیں وہاں مردہ سے یہی معنی مراد نہیں۔ پس اس مضمون کو خوب سمجھ
 لینا چاہیئے۔ اور دھوکا نہ کھانا چاہیئے واللہ اعلم]

اچھا اب اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے تمام قصہ کی طرف لوٹنا چاہیئے
 کیونکہ یہ گفتگو تمام نہیں ہو سکتی۔ اچھا سنو! افسر مذکور موصل سے روانہ ہو گیا اور
 چلتے چلتے وہ ایک بن میں پہنچا۔ جہاں اس کی پٹاؤ ڈال دیا چونکہ اس کی آتش عشق
 اس قدر بھڑک رہی تھی اور وہ اس کی اس قدر بے خود ہو گیا تھا کہ زمین اور آسمان میں
 اس کو امتیاز نہ رہا تھا۔ اس لئے اس کی غیمہ کے اندر اس کینزک سے ہم بستری کا قصد کیا
 عقل کہاں اور خلیفہ کا خوف کہاں۔ جو اس کو ایسا کرنے سے باز رکھے کیونکہ جب شہوت
 آدمی کے اندر شعلہ زن ہوتی ہے تو عقل کو یونہی بھسم کر دیتی ہے جیسے شعلہ آتش کانٹوں
 کو۔ اور جبکہ وہ آدمی پر اپنا تسلط کرتی ہے تو پھر بے چارے عقل کی کیا حقیقت
 ہوتی ہے کہ اس کی مزاحم ہو۔ اس وقت اس کی دیکھتی ہوئی آنکھوں کے سامنے سیکڑوں
 خلیفہ مکھی سے زیادہ بے وقعت بھگتے ہیں اس لئے وہ اس فعل پر آمادہ ہو گیا اور جبکہ
 وہ زن پرست پا جامہ اتار کر کینزک کے پاؤں کے درمیان بیٹھا ہے اور جبکہ عضو تناسل
 اپنے مقام کی طرف سیدھا جا رہا تھا اس وقت لشکر میں ایک شور قیامت برپا ہوا
 اس شور کو سن کر وہ ننگا ہی صف لشکر کی طرف یوں دوڑا کہ شعلہ آتش کی طرح چمکتی
 ہوئی تلوار کے ہاتھ میں تھی اور اس طرح وہ وہاں پہنچا اور جا کر دیکھا کہ ایک کالا شیر
 بن سے نکل کر دفعۃً قلب لشکر پر آ پڑا ہے اور گھوڑے جو شان و خروش میں آ رہے تھے
 نے طویل اور شیوں کو تپس نہیں کر دیا ہے اور شیر ہوا میں موج دریا کی طرح بے
 بے گزاونی اچھل رہا ہے۔ یہ افسر چونکہ نہایت بہادر اور نڈر تھا اس لئے وہ شیر مست

اور نہ کی طرح اُس کے سامنے آیا اور اس پر تلوار کا وار کیا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کا کام تمام کو کے فوراً خیمہ کی طرف چل دیا۔ جبکہ وہ اس حور و شل کے سامنے گیا ہے تو اس کا عضو تناسل اسی طرح کھڑا تھا۔ اور باوجودیکہ اسٹیل ایسے خطرناک شیر سے مقابلہ کیا۔ مگر اس کا عضو تناسل اسی طرح قائم رہا اور بیٹھا نہیں اور وہ شیریں مطلقاً غوش جمال کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی بُرائی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان میں جو کچھ بُرائی ہے وہ عکسِ زشتی افعال اختیار یہ مکلفین کا۔ پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے آئینہ جو کہ اپنی ذات سے بُرا نہیں ہے بلکہ عکسِ روئے زشت سے بُرا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم)

ہاں تو وہ افسر صبح کا ذب کو دیکھ کر مغالطہ میں پڑ گیا اور مکھی کی طرح بیٹھے کی ہانڈی میں گر گیا (یعنی وہ کنیز کے حُسنِ فانی کو حُسنِ باقی اور اس کے حُسنِ مستعار کو حُسنِ ذاتی سمجھ کر اس عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے اس کی ایسی مثال ہوئی۔ جیسے کوئی صبح کا ذب کو صبح صادق سمجھ کر مغالطہ میں پڑ جائے یا مکھی لسی کو دودھ سمجھ کر اس میں گر جائے)

چند روز تک وہ افسر اسی تعیش و کامرانی پر قائم رہا لیکن اس کے بعد جبکہ نشہ شہوت اُترا تو اُسے اس بھاری جُرم پر ندامت ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ میں نے بڑی غلطی کی کہ بادشاہ کی محبوبہ پر دستِ اندازی کی۔ اس کے لیے اسٹیل یہ تدبیر کی کہ کنیز کو قسم دیکر کہا کہ دیکھو! ان واقعات کی بادشاہ کو اطلاع نہ ہو اور اسٹیل اسے قسم دیدی کہ دیکھو جو معاملہ ہوا ہے بادشاہ کو اس کی ہوا بھی نہ دینا۔ خیال میں اس قصہ کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ افسر اس کنیز کو بادشاہ کی حضوری میں لے گیا جب بادشاہ نے اس کو دیکھا تو مست ہو گیا اور اس طرح وہ بھی مبتلائے ذلت ہو گیا کیونکہ جس قدر اسٹیل اس کی تعریف سنی تھی اس کو اسٹیل سونگنا پایا پھر خود سننے اور دیکھنے میں بھی فرق ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ معلوم ہے۔ کیونکہ تعریف تو صرف چشم خیال کے لیے ایک نقشہ کھینچتی ہے اور آنکھ اس کا ادراک

نہیں کر سکتی اور صورتِ حسیہ مبصرہ آنکھ کا حصہ ہے کان سے اسے علاقہ نہیں
پس جبکہ یہ امر معلوم ہو گیا تو مشاہدہ کا سماع پر تفوقِ ظاہر ہو گیا کیونکہ مشاہدہ
عین شے مدرک ہوتی ہے اور وصف میں اسکی تصویر۔ اور ایک شے کا بلا واسطہ
ادراک لامحالہ اسکے ادراک بواسطہ تصویر سے بڑھا ہوا ہو گا۔

اب ہم تم سے اس مضمون کی تائید کے لیے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اسکو غور
سے سنو۔ اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھو کہ جب کسی مقصود کو مثالوں کے ذریعہ بیان
کیا جائے تو ان مثالوں کو خوب سمجھو تاکہ مقصود خوب ذہن نشین
ہو جائے اور اس شخص سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ایک شخص نے کسی شخص دان سے سوال کیا کہ جناب حق کیا ہے اور باطل کیا اسکے
جواب میں اس شخص کاٹ پکڑا اور کہا کہ یہ تو باطل ہے اور آنکھ کی نسبت کہا کہ یہ حق ہے
اور اسکو یقین حاصل ہے یعنی سنی سنائی بات کا کچھ اعتبار نہیں ٹھیک اور کچی بات
وہ ہے جو آنکھ سے دیکھ لی جائے اسکو معلوم ہو گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی
شے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک تو مضمون بالا کی تائید تھی۔

اب ہم ایک غلطی کا ازالہ مناسب سمجھتے ہیں جو اس حکایت کے سننے سے پیدا
ہو سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ سنی ہوئی بات کو باطل کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ واقعہ
میں غلط اور ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے۔ بلکہ اسکی یہ معنی ہیں کہ چونکہ سنی ہوئی بات
دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ اسکو مقابلہ میں باطل ہے خواہ وہ فی نفسہ
ٹھیک ہو۔ چنانچہ اکثر باتوں میں نسبت کا لحاظ ہوتا جن میں تم بھی نسبت کا اعتبار کرتے
ہو۔ پس تم حق سبحانہ کے غیر مبصر ہونے کی بنا پر اسکو علمِ سماعتی کو... بے حقیقت
اور باطل محض نہ سمجھنا۔ کیونکہ حق سبحانہ واقع میں موجود ہے اور گو تم ان کا مشاہدہ نہیں
کرتے مگر تم کو ان کے وجود کا جو علم ہے وہ واقعت رکھتا ہے اسلئے حق سبحانہ کی
اور تمہاری ایسی مثال ہے جیسے آفتاب اور خفاش کی کہ آفتاب واقع میں موجود ہے
اور گو خفاش نے اسکو روپوشی اختیار کی ہے۔ اور اسلئے وہ اسکو دکھلائی نہیں

دیتا مگر جو اس کا علم ہے واقعی ہے اور اس کے خیال صحیح اور علم واقعی سے بے بہرہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا یہ خیال واقعی ہی اسے ڈراتا ہے اور وہ خیال واقعی ہے اسکو ظلمات کی طرف لے جاتا ہے اور اسکل نور کا خیال واقعی ہی اسکو خوف زدہ کرتا اور اسکو شب تاریک سے وابستہ کرتا ہے نیز دوست اور دشمن کا جو علم خیالی تم کو حاصل ہے۔ وہ بھی غیر واقعی نہیں ہے بلکہ ان کا وہ خیال واقعی اور علم صحیح ہی ہے جس کی بنا پر تم دوستوں سے تعلق دوستی اور دشمنوں سے علاقہ دشمنی رکھتے ہو پس ایسا ہی تم حق سبحانہ کو سمجھ لو۔ اور جان لو۔ کہ گو وہ ہمیں دکھلائی نہیں دیتا مگر ہے ضرور۔ اور ہم کو جو اس کا علم ہے وہ ٹھیک ہے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے تحصیل مشاہدہ حق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اسکل لیے اول مشاہدہ حق اور اس کے علم خیالی کا فرق بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے موٹے گو کوہ طور پر حق سبحانہ کے نور کی ایک جھلک پڑی تھی۔ مگر اس سے جو کوہ طور کو حق سبحانہ کا علم ہو سکا وہ تو اس قدر کمزور تھا جس کو آپ کے مشاہدہ قلبی کے مقابلہ میں شل خیال کے کہا جائے اسلئے اس کا وہ علم تخمیلی آپ کے علم تحقیقی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تخمیل اور تحقیق میں جو تفاوت ہے وہ ظاہر ہے اس فرق کو بیان کر کے اب ترغیب تحصیل مشاہدہ شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو تم کو حق سبحانہ کا علم خیالی واقعی حاصل ہے مگر تم اسکو دھوکا نہ کھانا۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم صرف اس خیال کی بنا پر وصال حق سبحانہ کے قابل ہیں۔ کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو کوئی کسی شے کے علم خیالی کے قابل ہو وہ اس تک وصول کے بھی قابل ہو۔

چنانچہ خیال جنگ سے کسی کو خوف نہیں ہوتا۔ لیکن اس اس کا قابل جنگ ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ جنگ سے پہلے کی شجاعت اور فواں ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ جنگ سے پیشتر اور عالم خیال کے اندر نامر د بھی رستموں کی طرح فواں کیا کرتے ہیں اور رستم کی تصویر جو حمام میں منقوش ہو اسکل مقابلہ کا خیال ہر نابکار پکا سکتا ہے لیکن جب یہ خیال مسوع مبصر ہوتا ہے اور جنگ یا

رستم کا سامنا ہوتا ہے تو پھر کسی نامرد کی۔ تو کیا مجال ہے۔ بڑے بڑے بہادر جو اس باختہ ہو جاتے ہیں۔ پس تم حق سبحانہ کے علم خیالی پر فتاعت نہ کرو۔ بلکہ کوشش کرو کہ جس کو تم اب تک کان سے سنتے ہو اس کو اپنی آنکھ (چشم قلب) سے دیکھ لو اور جو چیز کہ اب تک مشاہدہ کے اعتبار سے بے حقیقت ہے گو فی نفسہ بے حقیقت نہیں ہے۔ اب مشاہدہ قلبی کے سبب اسکی واقفیت یقینی طور پر حاصل ہو جائے جس وقت یہ بات تم کو حاصل ہو جائیگی اس وقت تمہارے کان ہی ہم طبع چشم ہو جائیں گے اور تم کو اس کی خبر سے بھی وہی اطمینان حاصل ہو گا۔ جو دیکھنے سے ہوتا ہے اور اس وقت تمہارے کان یشب کی طرح بیش قیمت اور قابل قدر ہو جائیں گے اور صرف کانوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ حصول مشاہدہ کے بعد تمہارا سارا جسم مثل آئینہ کے ہو جائے گا۔ اور سب کا سب وہی کام دے گا جو آنکھ اور گوہرینہ یعنی قلب یتاہے یعنی تم اپنے تمام جسم سے حق سبحانہ کے جمال کا یوں ہی مشاہدہ کر دے گے۔ جیسا کہ آنکھ یا دل سے کرتے ہو جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا۔

تو اب سمجھو کہ گو تمہارا علم سماعتی۔ بے کار ہے مگر بالکل بے کار نہیں۔ کیونکہ سننے سے خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال مشاہدہ جلی حق کا ذریعہ بنتا ہے پس تم اس کو بالکل بے حقیقت نہ سمجھو۔ بلکہ اس کام کو اور کوشش کرو۔ تاکہ تمہارا یہ خیال ترقی کرے اور پختہ ہو کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچا دے۔

خیر: یہ مضمون تو استطرادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس افسر کی طرح بادشاہ نے بھی ایک عرصہ تک اس کینز کے ساتھ اجمقانہ برتاؤ یعنی تعیش و تلذذ کیا۔ لیکن جس طرح اس افسر کے لیے اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ تھا۔ یوں ہی اسکو بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ خیر! وہ تو ایک کینز تھی ہم تو کہتے ہیں اگر کتے کو مملکت شرق و غرب بھی حاصل ہو جائے اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ جب وہ باقی بھی نہیں ہے تو پھر اس میں اور برق خاطف میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ برق دل لگانے کی چیز نہیں ہے پس یوں ہی ملک شرق و غرب بھی دل لگانے کی شے نہ ہوگی۔ پس جو سلطنت

کہ ہمیشہ نہ رہے تم اسکو بمنزلہ خواب کے سمجھو اور اسکی دل نہ لگاؤ۔

بھلا! تم اس جاہ کو کیا کر دو گے جو آخرت میں جلاہ کی طرح تمہاری گردن پکڑ لے گی
پس تم تملذات دنیا کو چھوڑ دو اور اسے عالم میں اس بات کو یقین کامل کے ساتھ
جان لو کہ کوئی جائے امن ہے اور اپنے کو اس جائے امن کے قابل بناؤ۔ اور دھری کی
یہ بات نہ سنانو کہ دنیا کے علاوہ کوئی جائے امن نہیں ہے کیونکہ اسکی پاس اس کی کوئی
دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اسکی دلیل اور جو وہ کہتا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اگر کوئی
ما من ہوتا تو میں ضرور اسے دیکھتا دیکھتا یہ اسکی غلطی ہے کسی کی ایک شے کو نہ دیکھنے
سے اس کا عدم لازم نہیں آتا پس تم اسکی تبلیہ سے دھوکہ میں نہ پڑو اور ما من
غیبی کا انکار نہ کرو کیونکہ اگر سچا احوال عقل سے ناواقف ہو اور اسلئے وہ عقل کا
انکار کرے تو عاقل آدمی اس کی بات پر اعتماد کر کے عقل سے دست بردار نہیں ہو جاتا
اور اگر کوئی عاقل احوال عشق سے ناواقف ہو تو اسکی ماہ نیک خال عشق معدوم نہیں
ہو جاتا۔ اور اگر حسین یوسف کو بھائیوں کی آنکھوں نے نہ دیکھا تو وہ اسکی یعقوب علیہ
السلام کے دل سے نہیں مٹ گیا۔ غرض کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شے ایک شخص
کو دکھلائی نہیں دیتی اور دوسرے کو دکھلائی دیتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک
شخص ایک شے کو کچھ دیکھتا ہے اور دوسرا کچھ اور چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک
لکڑی معلوم ہوتی تھی یعنی وہ اسکی کچھ خوف نہ کرتے تھے لیکن فرعون یوں کو وہ ہی
لاٹھی اڑھا اور ان کی پریشانی کا سبب دکھلائی دیتی ہے۔ اور اسلئے اسکی ان کا
وہ فنا ہوتا تھا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود ایک ہی شخص کے چشم قلب اور چشم ظاہر
میں مخالفت ہوتی ہے۔ مگر آخر کار چشم باطن کو غلبہ ہوتا ہے اور وہ چشم ظاہر کو
مظلوب کرتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہر آنکھ ان کے ہاتھ کو عام ہاتھوں کی طرح ایک ہاتھ
دیکھتی تھی مگر انکی غیب میں آنکھ کچھ نہ دیکھتا ہوا اور تھا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
حکم ہوا ہے کہ اَسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخَرُّجْ رَيْصُكَ ذَرْنِ عَيْنَكَ لَعَلَّكَ تَلْوِيْ
ظاہر ہو گیا جس کو چشم ظاہری نے بھی دیکھ لیا اور اس طرح اسکو چشم باطن کے مقابلہ

میں مغلوب ہونا پڑا۔

خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اس کو چھوڑو اور حاصل اتنا سمجھ لو کہ جو شخص جس کمال سے محروم ہوتا ہے وہ اس کی نظر میں معدوم ہوتا ہے۔ چونکہ یہ خطاب ایک مجبور کو تھا جو کہ اہل اسرار نہ تھا۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اجماع اس کے نزدیک تو واقعی چیزیں کھانا پینا۔۔۔ اور جماع وغیرہ لذات دنیویہ ہیں اور اس کو سوا جو کچھ بھی ہے سب بے حقیقت اور باطل و معدوم ہیں پس تم اس کے اسرار خداوندی نہ بیان کرو کیونکہ وہ ان کا اہل نہیں اور ذرہ تم فی خودہم یلعبون۔ پر عمل کرو۔ اس کے نزدیک لذات نفسانیہ امور واقعیہ میں اور نعمائے روحانیہ بے حقیقت۔ اس لئے وہ لذات نفسانیہ سے متبتع اور لذات روحانیہ سے بے بہرہ ہیں۔

اور ہمارے نزدیک لذات دنیویہ بے حقیقت ہیں اس لئے ہم ان کی طرف التفات نہیں کرتے اور حق سبحانہ ہم کو اپنے جمال کے دیدار سے شرف فرماتے ہیں پس جس کا دین و ایمان لذات نفسانیہ ہوں اس کو اس کا دین مبارک رہے اور ہم کو ہمارا دین مبارک رہے اور ہم یوں ہی اس کے لکھ دینکھ ولی دین کہتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے اپنے رسول کو کفار سے کہنے کی ہدایت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ معاندین ملتے ہی نہیں تو ان سے کچھ نہ کہئے اور فرما دیجئے۔

يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۚ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ
مَّا أَعْبُدُ ۚ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۚ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ
مَّا أَعْبُدُ ۚ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۚ



آمدن آں خلیفہ نزد آں خور و وزیر لرے جماع

ہمسری کے لئے خلیفہ کا جس سید کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رای اجتماع
خلیفہ نے آفس ہونے کی سوجی
سوی آں زن رفت از بہر جماع
ہمسری کے لئے اس وڈی کے پاس گیا
قصہ خفت خیز مہر افزای کرد
اس محبت بڑھائی کیسے تھوڑے اور کئے کا اور کھانا
چوٹ میان پای آں غلغشت
جب اس خانوں سے اس کے کچھ میں پیش
خشت خشت خوش روکش کرد
خشت کی شش شہوش ملی مرید
اس کا آواز سوجی، جمل غیبت بالکل جاگ گئی
وہم آں کز مار باشدیں صریح
کہ ہی جنبد بہ شندی از صہیر
جو تیری سے بنائی میں سے دکت کر رہا ہے

خندہ گرفتار آں کنیزک را از ضعف شہوت خلیفہ وقت

اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر روشنی کا ہنس بڑھا

شہوت آں امیر و فہم کردن آں خلیفہ خندہ کنیزک را

اور وڈی کے ہنسے کر خلیفہ کا ہنس

زن بیدار آں سستی آواز شکفت
عورت نے حیران سے اس کی سستی کو کیا
یادش آمد مردی آں پہلواں
اس کی شش پہلواں کی مردانگی یاد آگئی
غالب آمد خندہ زن کشد دراز
عورت کی ہنسی غالب آگئی، لہی ہو گئی
سخت می خندید چوں بنکیال
وہ بہت گزروں کی طرح بہت ہنسی
ہر چہ اندیشید خندہ می فرود
شنا بھی سوجی، ہنسی بڑھتی تھی
گریہ و خندہ غم و شادی دل
دوڑا اور ہنسا، دل کی غرض اور غم

آمد اندر فہم خندش گرفت
وہ فہم دارنے گل، اس پر ہنسی جاری ہو گئی
کہ گشت او شیر و اندیش چنناں
کہ اس نے خبر کر مار ڈالا اس کا مسرہ سبیل
جہد میکرد و نمی شد لب فراز
وہ کوشش کرتی تھی اور ہنٹ بند نہ ہوتا تھا
غالب آمد خندہ بر نمود و زبیاں
فتح اور نقصان پر ہنسی غالب آگئی
چو بند سبیل ناگاہاں کشود
بھاڑ کے بند کی طرح جو پاک گل گیا ہو
ہر یکے رامعدے داں مستقل
ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

کچھ چلے جب بالکل تیار ہو
تھا کہ کھانا نے وہ روک رکھی
اور ایک چہرے کی کٹ کٹ
کی آواز آئی جس سے وہ غمزدہ
ہو گیا اور اس کی فہم نہ تھی
چو گئی مذہم۔ اس چہرے کی
کٹ کٹ کے بارے میں
اس کی یہ خیال آیا کہ میان
کے چنے کی آواز ہے جو رست
کے بچے ہے خندہ غلام
کی ناروی اور پہلو کی مٹائی
کی یاد کر کے وڈی ہنسے گی۔
لے سستی میں کر رہی تھی
بہر کی جیسے بیگنوں کی بے ہوشی
ہے اور اس ہنسی میں اس کی
یہ خیال بھی نہ رہا کہ وہ اس کی
ناروی میں کو نقصان پہنچا دے
گریہ و خندہ۔ ہنسی اور ہنسنے
کے مٹانے، اشد قند کے تپ
میں بھی۔ خندہ خندہ کا لہجہ
وہی ہنسا ہے وہی وہ ہنر۔

ہر کیے را مخزن و مفتاح آں
 ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی گنجی
 بیچ ساکن می نشد آں خندہ زو
 پس کی ہنس کسی طرح نہ حسرتی تھی
 زود شمشیر از غلافش بزرگشید
 اس نے فوراً خلاف میں سے تلوار سونت ل
 در دلم زین خندہ ظنی اوقاد
 اس میں سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی ہو
 و ز غلاف راستی بفریم
 اگر تو ہائی کے خلاف مجھے فریب ہے کہ
 من بدنام در دل من خوشیست
 میں بھی بھائی کا میرے دل میں دشمنی ہے
 در دل شاہاں تو لم ہے اں بظہر
 تو شاہوں کے دل میں ایک بڑا جانہ ہے
 یک چراغ ہست دل وقت گشت
 چلے بہرے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے
 اں فرست این زماں یارینست
 اس وقت وہ مشافقت میری دوست ہے
 من بدیں شمشیر بزم گردن
 میں اس تلوار سے تیرے گردن لادوں گا
 این ماں بکشم تر بے ہج شک
 اس میں مجھے بایں تھیں کروں گا
 و رنگونی راست آزادت کنم
 اگر تو کی کہی میں تجھے آزاد کروں گا
 ہفت مصحف آں ماں برسم نہا
 اس نے سات قرآن اور بھیجے رکھے

اے برادر در کف فتاح داں
 اے بھائی اکھڑے والے افشا کے اتھویں ہو
 پس خلیفہ تیرہ گشت شد خو
 تو خلیفہ ناراض اور فہبتاک ہو گیا
 گفت بہتر خندہ و آگواے پلید
 کہنے لگا اے ناپاک! پس کارا زبنا
 راستی گو عشوہ تنوا یسم داد
 کی تارے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہو
 یا بہانہ چرب آری تو بزم
 یا میرے سامنے چلنا چاہتا ہے یا نہیں
 بایدت گفتن ہر آنچه گفتنیست
 تجھے کہنے کے حق، بات کہہ دیجیہ پانچ
 گرچہ کہ کہ شد ز غفلت لیرابر
 اگرچہ وہ مجھ کو غفلت کی وجہ سے اب تک بچے آجاکے
 وقت خشم و حرص آید زیر پشت
 جو غصہ اور حرص کے وقت پشت کے نیچے بھٹا آئے
 گر رنگونی آنچه حق گفتنست
 اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے
 سو دینود خود بہانہ کردت
 تیسرا بہانہ کرتا، کچھ مفید نہ ہوگا
 تیغ را کرد او حوالہ گفت نک
 اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا ہے
 حق یزدان شکم شادت کنم
 خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کروں گا
 خورد سوگند و چیں تقریر داد
 قسم کھائی، ہر یوں عہد کیا

۱۵۰ ورقہ - روزی کی بے حیا
 ہنس پر شاہ کر گفت چہا اور
 تلوار سونت لی اور کہنے لگا
 ہنس کا راز صبح بتا دے غلہ
 بات سے تو مجھے غصہ ہو چکی
 میرے دل میں حق کی روشنی
 ۶
 لے آں کمرست - وہ غلام
 روشنی اس وقت میرے
 ساتھ ہے اگر تو میری بات نہ
 کہے گی میں خود لاکھ جانوں کا
 اور مجھے اڑھائی لاکھ اور ہے
 کہ کہ تلوار اس کے سامنے کرنا
 اور سات تیراں اس نے مجھے رکھ
 کر قسم کھائی کہ اگر تو کھتا ہیگی
 تو مجھے آزاد کروں گا۔

فانش کردن آں گنیز کں از را با خلیفہ از بیم زخم شمشیر
 تلوار کے زخم سے خود کو نہیں بچا، خلیفہ سے راز نہ لکھنا
 اگر اہ خلیفہ کہ راست ہو سبب اس خندہ را و گرنہ بکشتنت
 اور خلیفہ کا مجھ پر کنا کہ جس ہنس کا سبب بناتا وہ میں نے اڑھائی لاکھ

طے تو رہی تھی۔ لہٰذا نے
 کیا کچھ تیری یہ حالت ہے
 کہ مجھ سے کہ کھٹک سے
 خیریت کا فوہر گئی میرے
 بننے کا یہ سبب ہے۔ راز
 لا فراتے ہی کہ ہر راز
 ظاہر ہو کر رہا ہے ہذا وہ
 لایحیہ و بنا ہلکتے اس نے
 کروا کے گا۔ اب پانی ۱
 گویا ۱۱۔ سرور سے بھی
 راز ظاہر کر دیتے ہیں اور
 زمین کا ہر پروردگار
 آتی ہے۔ انبیاء پر ہر
 میں آجسے ہوئے ہیں ہر
 ننگ حاصل کرتے ہیں جو
 حفر فرشتے کے ایک لیلر جو
 طے و درباران ہو ہر بار
 میں زمین سے ہر روز ایک
 پڑا ہے جہنم میں پہنچا
 خدا اس سے اس کی
 معیت حاصل ہوتی ہے۔
 ہر شخص میں پسندوں کی
 میں۔ ہر جہت۔ اس کی ہر
 معیت آتی ہے وہ اس
 کے کھل کا فوہر ہوتی ہے۔
 طے بات۔ لیکن اس کو
 نہیں ہو سکتا ہے کہ جہنم
 اور کسی کھانا ہو سکتا ہے
 میں طار۔ اہل باطن میں
 ہیں۔ طار۔ کھانا اس کے
 خرو میں کوئی ظاہر نہ
 نہیں ہوتی ہے ہر شخص
 اور میں سے متعلق نہیں ہے

رنگ چو ما جز شد بگفت احوال را
 محبت جب ماہر آنی میں نے ملامت بنائی ہے
 شرح آں گردک کہ اندر لہ لہو
 اس سجدہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا
 شیر کشتن سہو خیمہ آمدن
 سفیر کا قتل کرنا نیمہ ہوا آنا
 اوداں قوت کہ از شیر شکار
 وہ اس وقت کے ساتھ شکاری شیر سے
 تو بدیں مستی کہ چوں کردی گوش
 تو اس شستن میں کہ جب قوت نہ تھی
 من چو دیدم از تو این ازو آں
 میں نے جب تجھے نہ دیکھا اور اس سے وہ
 راز ہا را میکنم حق آشکار
 افشادہ رکھنے، عیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے
 آب و ابر و آتش این آفتاب
 پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج
 ایں بہار نوز بعد برگ لیز
 نئی بہار، بہت عید کے بعد
 در بہاراں بستر پاید اشود
 بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں
 برودعاں از دہان و از لبش
 اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ آگ نکلتا ہے
 ستر بخت ہر درختے و خورش
 ہر درخت کی جڑ کا راز ادا اس کی خوراک
 ہر غے کزوے تو دل آزدہ
 ہر غم جس سے تو دل آزدہ ہے
 یکے کے دانی کہ آں بخت خار
 لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خار کی تکلیف
 ایں خار اشکوفہ آں دانہ نست
 یہ خار اس دانہ کا شگوندہ ہے

مردی آں رستم صد زال را
 سیکوں نال دے رستم کں مرداگی کے
 یک بیک باآں خلیفہ و انمود
 وہ اُس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کمر لڑی
 واں ذکر قائم چو شاخِ کرگدن
 اور لکھ کر گاؤں دے کے بیٹا کیوں کھڑا
 پیچ بغیر شش نشد بُد بقرار
 اُس میں کوئی تفریح نہ ہوا برستار تھا
 خشتِ خشتِ موشکے رفتی زہوش
 چوتھا کی کٹ کٹ بے ہوش ہو گیا
 زال بسبب خندیم اے شاہِ جہاں
 اے شاہِ جہاں ! میں اس سبب سے ہنس
 چوں خواہد رستم مخم بدکار
 جبکہ آگ کر رہے گا، بڑا بیچ نہ ہو
 رازِ رامی برارند از شراب
 جن سے سمجھوں کہ برآمد کر رہے ہیں
 بہت بُرا مان وجودِ رستم
 قیامت کے دور پہ راسل ہے
 ہرچہ خوردست این میں شود
 اس زمین نے جو کچھ اپنے ظاہر ہو رہا ہے
 تا پدید آید خمیر و نوش
 یہاں تک کہ اس کا ذہب اور میر کس بات ہے
 جملگی پیدا شود آں بر سر شش
 سب اس کے سر پہ پیدا ہو جاتا ہے
 از خمارے گو د کاں خورد
 اُس شراب کا غار ہوتا ہے جوتے بل ہے
 از کد امیں مے برآمد آشکار
 کونسی مشرب سے ظاہر ہوئی ہے
 آں شناسد کاگہ و فرزانست
 نہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشکوف نماںدانه را

شاخ اور اشکوف داد کے شاخ نہیں ہوتے

نیست مانند میولا با اثر

ادھر ، نتیجہ کے شاخ نہیں ہے

نُطفہ از ناست کے مانند نال

نطفہ ، روئی سے ، دنا ، ہے روئی کے شاخ کب ہے ؟

جتنی از نارست کے مانند نار

جی آگ سے ہے ، آگ سے شاخ کب ہے

از دم جبریل عیسیٰ شد پدید

حضرت ، عیسیٰ جبریل کی پھر تک پیدا ہوئے

آدم از خاکست کے مانند خاک

حضرت ، آدم جتنی سے ہیں جتنی کے شاخ کب ہیں

کے بوند طاعت جو خلد پایدار

بانت ، مستحق جنت کی طرح کب ہے ؟

ہیچ اصلے نیست مانند اثر

کوئی ، من ، نتیجہ کے شاخ نہیں ہے

لیک بے اصلے نہاںدایں جزا

لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

آنچہ صلت کشہ آں شمیست

وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے

پس بدایں رحمت تیز تیزت

پس جو بڑے کے تیز تیز تیز کسی لڑش کا نتیجہ

گردانی آں گنہ را ناعتبار

اگر غربت کے لئے تم گناہ کو نہ پہچان سکے

سجدہ کن صد بار میگوئے خدا

ہزار سجدہ کرو اور کہہ اے خدا !

لے تو سبحاں پاک از ظلم و تم

لے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے

من معین می نلا ظم جسم را

میں جو کم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں

نُطفہ کے مانند تن مروانہ را

نطفہ انسان جسم کے شاخ کب ہے ؟

وانہ کے مانند آید با شجر

وانہ ، درخت کے شاخ کب ہوا ہے ؟

مردم از نطفہ است کے باشند خیاں

انسان ، نطفہ سے ہے ، دیا کب ہوتا ہے ؟

از بخارست ابر و نمود چوں بخار

ابر ، بخار سے ہے اور ابر جیسا نہیں ہوتا ہے

کے بصورت همچو اوبد ناپدید

صورت کے اجارے کی طرح کتنی کب ہوتے ؟

ہیچ انگور سے نمی مانند تباک

کوئی ، انگور ، انگور کے درخت کے شاخ نہیں ہے

کے بوند دزدی بشکل پایدار

چور ، سونے کے ستون کی شکل کی کب ہے ؟

پس ندانی اصل رنج و درد سر

تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا

بیگانہ ہے کے برنجاند خدا

خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے ؟

گر نمی مانند بوسہ ہم از فرست

اگر وہ اس کے شاخ نہیں ہوتا ہم وہ کسی کی بوسہ

آفت ایں ضربت از شہوت

تیرہ ہی بوسہ کی آفت ، کتنا شہوت کی وجہ سے

زود زاری کن طلب کن اعتقا

بہت جلد عاجزی کرو اور سناں چاہ

نیست ایں غم غیر در خورد سزا

یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

کے دہی بے جرم جائز اور دم

تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کبہ ہوتا ہے ؟

لیک ہم جرے بساید کرم را

لیکن بخشش کے لئے جرم ہی چاہئے

بہتر پیدا ہوتا ہے لیکن خود
نہیں جس شاہیت نہیں ہے
بیتلا لہ ، آخر جو چیز را
ہے جی ۔

لہ نطفہ ، روئی سے ، تو
لیکن آپس کی شاہیت
نہیں ہے ، جی ، من ، آگ
پیدا ہوا ابر بخار سے پیدا
ہوا لیکن آپس کی شاہیت
نہیں ہے ، دم ، جبریل
حضرت عیسیٰ حضرت جبریل
کے دم سے پیدا ہوئے
میں کوئی شاہیت نہیں ہو
سے آدم ، آدم جتنی سے
پیدا ہوئے ، انگور ، انگور
پیدا ہوا ، ان میں جی کوئی
شاہیت نہیں ہے
بوند جنت ، جنت کا لڑو
ہے جو جی کا نتیجہ سونے ہے
لیکن باہمی شاہیت نہیں ہے
آپس ، من اور نتیجہ میں گم
کوئی شاہیت نہیں ہوتی
لیکن تیرہ کوں سے ہی جو
پس بدایں رحمت تیز تیزت
خدا کا لڑو ، جنت چاہئے
سے تو توانی ، خواہ انسان
غربت حاصل کرنے کے لئے
لیکن وہ کوئی بوسہ جس کے
نتیجہ میں رحمت میں گزرتا
ہوا ہے لیکن اس گناہ کی
سزا کی درخواست کوئی
چاہئے ۔ جہنم ، جہنم کے
کنا چاہئے کہ میرے گناہ
کی سزا ہے ، سزا کو سناں
قالے ، دھڑکنا چاہئے
کوئی تیرہ نطفہ ہم سے
پاک ہے ، بغیر خدا کے کوئی
نہیں دیکھ سکتا ، جرم بخشش
من کی ستی ہے ۔

[illegible]

وَأَمَّا آلُ جُرْمٍ بِالْبُشِيدَةِ دَارِ
مِنْ خَلْقِكَ بَعْدَ هَيْمَةِ بَدِشِيدِ رَاكِ
كَزِيَاةٍ دُرْدِيمٍ ظَاهِرٍ شَوْدِ
كِرْكُ مَرْحَمَةٍ بِرِيٍّ بِرِيٍّ بَانِيٍّ
تَأْشُورٍ مَعْلُومٍ أَسْرَارٍ نِيَا
بَاكِ مَاجُورِيٍّ كَسْرٍ مَعْلُومٍ بِرِيٍّ

عظیم کروں شاہجوں واقف شدہ راں عیانت کہ
جب ارفاء اس عیانت سے واقف ہوا قرض کا امانہ کنا کہ چشم پوشی کرے
پیشوا ند و عفو کند و اورا با او رہد و دانست کہ آن فتنہ
اللہ صاف کر دے اس کی کہ جس ہی کو دے اور کھولے کر دے فتنہ
جزائے قصہ او بود و ظلم او بر صاحب موصول کہ مَن
موصول کے ہاتھ پر اس کے ظلم اور امانہ کی غلطی کے کیڑوں میں غصے نے
اَسَاءَ فَعَلِیْہَا وَاِنَّ رَبَّکَ لَیْلَیْہِ ذَہِیْزَادُ و ترسید کہ اگر
ملاؤں کہ تو اس پر ہے اور شک تیرا ہے گناہ کی بجائے ہے اور تو کرا کر
اِس اِنْتِقَام کُشْدَاک اِنْتِقَامِ باز ہم بر سر او کید خیاں نکلاں
یہ کہ لے گا تو بلکہ ہی اس کے سر پہ آنے کا ہر ایک ظلم اور دھوکہ
ظلم و طمع بر سرش آید
اس کے سر پہ آئے

یادِ حرم و زلت و سراسر کرد
جرم اور نفس اور سراسر یاد کی
شدید جڑے آں بجائے من گھڑاں
نفس کی سراسر پر پہنچنے والی بے گمانی
بر من آمدن وافتاد و بچا
دیا بجے ہمیشہ آیا ادنیٰ کنہیں میں کر گیا
اودر خاد مر از دلا جسم
اُس نے لامحالہ سراسر ادوار پیشا

شاہ باخود آمد استغفار کرد
 قد بخشید ایامی نے توبہ کی
 گفت باخود آنچه کردم باکس
 ایچہ آپ ہے بولایے مکرر دیکھ کے
 قصد حقیقت دیگر ایں کردم زجاہ
 مدنے توبہ کی بے ہوش کی بیرون کا
 من درخانہ کس دیگر زدم
 میں نے کسی دوسرے کے گمراہ اور اللہ پشا

اہل خود را داں کہ قواست او
 بکمرے کردہ اپنے اہل کا ریت ہے
 چوں جزای سیدہ مثلش بود
 جبکہ بڑائی کا بدلہ لاس جیسا ہوتا ہے

ہر کہ با اہل کساں شد فسخ جو
جو شخص دلوں کے اہل کے ساتھ فسخ کا طلب کیا کرنا
زانکہ مثل آن جزای آن خود
کیونکہ جس کی جوا اس کی مثل ہوتی ہے

چونکہ گری کشیدگی کی خویش
 جب ترسب بنا۔ تو نے اپنی جانب کیا
 غضب کردم از مشہ وصل کنیز
 میں نے شاہ وصل کی روٹی غضب کی
 او امین من بدولا لائے من
 وہ میرا امین تھا اور مسل غلام
 نیست وقت کیں گذاری افتام
 کینہ دہی اور بدل کا وقت نہیں ہے
 گر کشم کینہ اڑاں میر دھرم
 اگر میں اس لڑکی اور سردار سے بدلوں
 ہچمنائیں کیں یک بیامد در جزا
 جیساکہ یہ ایک بدلے میں آیا
 درو صاحب صلح گردانست
 موصل کے بادشاہ کے درو لے میری گردن لڑکی
 وادحق ماں از مکافات گئی
 بدلے سے خدا نے ہمیں مسبار کر دیا
 چوں غزونی کردن اینجا شویت
 چونکہ ابس جگہ زیادتی کا مفید نہیں ہے
 رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا سَهْوَرْت
 اے ہمارے رب شکستہ ہم نے ظلم کیا یہاں پہن
 عفو کردم تو ہم از من عفو کن
 میں نے معاف کیا تو ہم مجھے معاف کر دے
 گفت کنوں لے کنیزک واکو
 کہا اے لڑکی! اب نہ کہنا
 پاس دارو باکے عرضہ کن
 تمھارا رکھ اور کسی سے نہ کہہ
 باامیرت جفت خواہم کردن
 میں اسیر سے تیرا نکاح کر دوں گا
 تا نگرود از رویم مشر سار
 تاکہ وہ میرے سامنے شہر مند نہ ہو

مثل آں را پس تو دیتی پیش
 اس جیسا پس تو پہلے سے دیرت ہے
 غضب کردند از من اور از دو فیز
 انھوں نے اس کو میرے پاس ہی تو غضب کیا
 خائش کرداں خیانتہائے من
 اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرتے لانا
 من بدست خویش کردم کار خام
 میں نے ہیرا کام اپنے ہاتھ سے کیا
 آں تعدی ہم بیاید بر سرم
 وہ ظلم بھی میرے سر پہ آئے گا
 اگر مود باز نماںم ورا
 میں نے آ کر لیا پھر میں اس کو نہ آؤں گا
 من نیام ایں دگر رانیزخت
 میں اس کو دوبارہ نہیں توڑکتا ہوں
 گفت ان عذتھم عذت کا لہم
 فرمایا اگر تم وہاں ایملے کر لے ہم وہاں نہ آؤں گے
 غیر صبر و مرحمت محو نیست
 سوائے صبر اور رحم کے کچھ بچتا نہیں ہے
 رحمت کن لے رحیمہات نفوت
 رحمت کر لے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں
 از گناہان نو و جہرم کہن
 نئے گناہوں اور پرانی گناہوں کو
 ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
 یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی
 آنچه گفتی لے کنیزک زیں سخن
 اے لڑکی! تو نے جو یہ بات کہی
 اللہ اشد زیں حکایت م مزن
 خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ
 کوئی بکر و نیکی صد ہزار
 کیونکہ اس نے ایک بڑائی اور لاکھوں بھونٹائی

چونکہ سبب جب تیرا
 نفس و نور کا سبب بنا تو
 معلوم ہوا کہ تو قوت تھا
 غضب میں نے شاہ وصل
 کی روٹی غضب کی میرے
 سردار لے میری روٹی غضب
 کر لی۔ وہاں غلام۔
 غم نہایت۔ تو میں دھرم
 سے کیا بدل لوں یہ تو میرا خدا
 کر دے ہے۔ تو قسم اب اگر
 میں پہلوان کر سزا دوں گا تو
 جس کا خیانتہ بھی مجھے بھگتا
 پڑے گا۔ ہچمنائیں۔ ایک
 دفعہ میں آ کر پاؤں لڑائی کا
 بدل لڑائی سے ہے اب
 میں ایسا نہ کروں گا۔ آٹ
 غنہ غنہ۔ قرآن پاک میں فرمایا
 جا ہے کہ اگر تم جیسے وہی
 خیر از ہم بد کرے تو ہم بھی
 بد کر دیں گے۔
 غم چون۔ اب میں پہلوان
 بد کر لی ظلم دنیا دہی مناسب
 نہیں ہے میرا دھرم سے
 کام لینا ہی مناسب ہے۔
 تفتا۔ اب تو بارگاہ خدا کی
 میں ہیں دعا کرتی چاہیے کہ ہم
 سے ظلم ہوا ضل ہوئی تو سزا
 کرے شکوہ دم۔ شاہ بدلے
 دیا میں کہا لے خاصیت نے
 لے گفت۔ شاہ معر نے
 روٹی کو دیا دیت دی کہ پہلوان
 کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔
 باہمت۔ میں نے طے کر لیا
 ہے کہ پہلوان سے میری
 شادی کروں گا تو اب
 پہلوان کا رات کا قصہ کسی
 سے نہ کہنا۔ تاکہ عہد۔ اس
 لئے کہ ایک بڑائی کی ہے
 تو یہ سنگڑوں پہلوان میں
 کی ہیں میں شکوہ نہ کرنا
 نہیں چاہتا۔

بارہا من امتحانش کردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے
خوب تر از تو بد و سپردہ ام
جو سے زیادہ میں اس کے سپرد کرنے میں
درا منت یا فتم اور اتم
میں نے اس کو امانت میں محکم پایا ہے
ایں قضائے بودیم از کردہ ام
یہ بھی میرے کاموں کی مستزاحی

کنیزک نجشیدن شاہ بچیلست بہلولان

ادقاء کا پہلوان کو ایک تدمیر سے لڑی بخش دینا

کشت در خود خشم تہر اندیش را
تہر ٹھانے والے غم سے کہ اپنے اندر دباوا
کہ خدتم زیں کنیزک نس نیر
کہ میں اس لڑکی سے بہت متفرق ہو گیا ہوں
مادر فرزند دار و صد ایزر
لڑکے کی ان بہت زیادہ کر رہی ہے
مادر فرزند ہست اندر رخا
لڑکے کی ان محبت میں ہے
اوند در خود جنیں جور و جفا
وہ اس طرح کے ظلم و زیادتی کے وہ نہیں ہے
زیں کنیزک سخت تلخی می برد
اس لڑکی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی

پس ترا اولی ترست ایں اعوز
اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے
خوش نباشد دادن آں جزو
تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا
خشم را و حرص را یکسو نہاد
غمت اور لاچ کو ایک طرف رکھ دیا
کرد خشم و حرص را و خود مرود
اس نے غم اور لاچ کو بڑھ بڑھ کر دیا

بیان آنکہ نحن قسمنّا کہ یکے راقوت و شہوت خراں دہد
اس کو بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ کسی کو گھر میں کی قوت اور شہوت

و یکے را کیاست و قوت انبیاء و فرشتگان دہد
دیکے کو کیا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی قوت اور فرائض دیتا ہے

پس بخود خواند آن امیر خویش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلا
کرد یا او یک بہانہ و پذیر
اس نے دل کو مجھے والا ایک بہانہ کیا
زاں سبب کہ غیرت رشک کنیز
اس لئے کہ لڑکی کی غیرت اور رشک ہے
زاں سبب کہ غیرت اودا نما
اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستفاد
مادر فرزند را بس حقہاست
لڑکے کی ان کے بہت حقوق ہیں
رشک و غیرت میرد خون معجز
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے

چوں کہ را دا خواہم ایں کنیز
چونکہ یہ لڑکی میں کسی کو دوں گا
کہ تو جانبازی نمودی بہر او
کیونکہ تو نے اس کے لئے جانبازی دکھائی ہے
عقد کردش با امیر او را و داد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اس کو دیدی
عقد کردش با امیر او را سپرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا، انکو سپرد کر دی

۱۔ خوب تر میں نے تجھ
سے ہی زیادہ میں اس کو سپرد کرنے میں
اس کے سپرد کی تھی بلکہ اس
نے خیانت نہیں کی۔ اچھا
تھانے۔ یہ میری برائتوں
کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔
اس کے برہانہ نے اس
امیر پہلوان کو بلا دیا اور اس
سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس
لڑکی سے متفرق ہوں۔
۲۔ تلخی۔ اور میری غیرت
کا سبب یہ ہے کہ میری
بیوی بہت ڈالان ہے۔
آؤ۔ زہ۔ لڑکی کے پچنے کی
آواز۔ زان سبب۔ میرا
لڑکی سے متفرق ہونے کا
سبب یہ ہے کہ میرے
بچہ کی ان کو اس سے کینہ
پہنچتی ہے۔ غنا۔ شوق۔
در خود لاؤ۔
۳۔ لڑکی کے۔ اسبب کہ
لڑکی نے کسی کو نہیں ہے
قرقر زیادہ حق ہے۔ کہ تو۔
کیونکہ تو نے اس کے لئے
میں جانبازی کی ہے۔ عقد
خواہ مصر نے اس لڑکی
کا اس پہلوان سے نکاح کیا
اور اپنے عقد کو غیر کر دیا۔
بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے
جسمان و طاقتوں کی تقسیم ہر
ایک کے مناسب حال کی
ہے کسی کو گھر میں کی
قوت و شہوت دی ہے کسی
کو فرشتوں اور نبیوں کی
قوت اور فرائض عطا
ہے۔

سکر ہوا تا متن از سر و ریت
خوابش نشان سے سزا لی کرنا سرور کی ہے
تخمینے کے شہوتی ہوو
وہ بیچ ہر شہوت والے نہوں

ترک ہوا قوت پیغمبر کی
خوابش نشان کو چھوڑ دینا پیغمبر کی طاقت ہے
بر او جز قیامت ہی ہوو
اُن کا پہل قیامت کے ہوا دلاہر نہوگا

گر بندش مستی ز تری خراں
اگر ایش میں گدھوں کی کسی شہرت سے مستی تھی
تیرے چشم و شہوت و حرص آوری
غصہ اور شہوت اور راج کرنے کو چھوڑنا
تری غر گو مباحش اندر گرش
گواہی کی رگ میں گرے ساسا نہ بنانا ہو
مردہ باشم بمن حق سنگرد
اگر میں مردہ ہوں (اور حق دے جانے کی نظر ہو)

بود اور امر دے پیغمبر اس
تو اس میں پیغمبروں کی سی مراد کی تھی
ہست مردی و درگ پیغمبری
مرداگی اور پیغمبری رنگ ہے
حق ہی خواند افع بکگر بکاش
اللہ (حقانی) اسکی امید لارائی کو چاہتا ہے
پہ از اں زندہ کہ باشم دور درو
اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور دور درو)

مغز مردی اس شناس پوست
اس کو مرداگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے
حُفَّتِ النجۃ مکارہ رار رسید
جنت کی دی گئی ہے۔ نا پسندہ و چیزوں کو

آں بردور دوزخ و ایں در جہنم
وہ دوزخ میں ہے جانی اور یہ جہنم میں
حُفَّتِ النَّار از ہوا آمد پدید
دوزخ کی دی گئی ہے۔ خوابش نشان سے نکل پڑا

لے ترو ہوا غمناک
بقا پر اپنا سرور کی
دل ہے اور یہ پیغمبر کی
ہے بشر ہونا کا نہیں
ہے بلکہ کسمستان ہے۔
چھلنے۔ جو غصہ شہوت کی
خیمہ ریزی کے ۱۲ قیامت
میں اپنی خیمہ ریزی کا پہل پانچا
بشر میں سلا لانا نہیں ہے
خیمہ سلا ہے۔ گر چہ
شاہ مصر میں گدھوں کی سی
شہوت نہ تھی اس میں نہی
مردی تھی۔

لے خیمہ نشان نشان
کو ترک کرنا پیغمبر کی مردی ہے
ایک بزرگ۔ بزرگ
ایسا اور مردہ باشم۔ ہمارے
جو خدا کی جملہ نظر میں نہی
سے بہتر ہے جو مردہ ہو گیا
جو بقیہ مردی اسل وہ ہے
جو پیغمبر میں ہے وہی جنت

نہی ہے بکلی شہوت کی زری ہو گیا انسان کی ہر ہے۔

شرح

خیال جبہ کینز بادشاہ کے پاس پہنچ گئی تو اس نے اس کے ساتھ
ہمبستری کا قصد کیا اور جماع کے لیے اس کے پاس گیا اس نے جماع
کا خیال کیا اور عضو تناسل کو استادہ کیا اور روح افزا عیش و نشاط کا ارادہ کیا
پس جبکہ وہ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو تقدیر الہی نے اس کے عیش و
نشاط کا راستہ بند کر دیا۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ چوہے کی حرکت کی آواز اس کے کانوں میں آئی اور
اس نے اس کے شہوت بالکل منقطع ہو گئی اور اس کا ذکر استادہ بیٹھ گیا کیونکہ اسے
خیال ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہے جو کہ تیزی کے ساتھ بوری کے نیچے سے گزرا ہے جب
عورت نے اسکی اس کمزوری کا مشاہدہ کیا تو وہ تعجب سے تہمتہ مار کر پہننے لگی کیونکہ اس

وقت اس کو اس افسر کی مرمانگی یاد آگئی۔ جس نے شیر لہرا تھا اور باوجود اس کا عضو مخصوص اُسی طرح استادہ تھا۔ اس خیال سے اس پر ہنسی کا غلبہ ہوا اور یہ تک ہنستی رہی وہ کوشش بھی کرتی تھی کہ ہنسی بند ہو جائے مگر وہ رکتی تھی اور اس کا منہ بند نہ ہوتا تھا۔ اور جھنگڑوں کی طرح بے غور ہو کر خوب ہنس رہی تھی اور وہ ہنسی نفع و نقصان کے خیال پر غالب آ رہی تھی اور جو کچھ بھی سوچتی تھی اس سے بھلے اس کے ہنسی رُکے اور ہنسی آتی تھی۔

اس کی ہنسی کی یہ حالت تھی جیسے کہ سیلاب کا بند دفعہ کاٹ دیا جائے اور اس وقت وہ جاری ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اس غیر اختیاری ہنسی کا راز کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہنسی ادرٹنے اور رنج اور خوشی کا ایک غفی اور مستقل معدن اور گودام ہے اور اس کی کبھی حق سبمانہ کے ماتحت میں ہے پس وہ جس وقت چاہتے ہیں اس وقت اس کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور رنج اور خوشی خندہ دگر آدھی پر ٹوٹ پڑتی ہیں جس کو وہ دفع نہیں کر سکتا۔

اس بنا پر اس کینز کی ہنسی نہ رکتی تھی اور وہ برابر ہنس رہی تھی اس بادشاہ کی طبیعت مکد ہو گئی اور اسے غصہ آگیا اور اس کو فرامیان سے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ او خبیثہ ! اس ہنسی کا راز بتلا۔ میرے دل میں تیری ہنسی سے شبہ پیدا ہو گیا ہے دیکھ سچ کھنا اور دھوکا نہ دینا۔ کیونکہ تو مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔ اور اگر تو جھوٹ بول کر مجھے دھوکا دیگی۔ یا کوئی دل خوش کن بہانہ پیش کریگی تو میں تیرے فریب کو سمجھ لوں گا کیونکہ میرے دل میں روشنی اور نور فراست ہے پس جو کچھ کہنے کے لائق ہو وہ ہی کہنا۔ اور جھوٹ نہ بولنا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے دل میں فی الحقیقت ایک عظیم الشان چاند (نور فراست) ہوتا ہے۔ جس سے وہ صحیح اور غلط اور جا اور بے جا میں تمیز کر لیتے ہیں لیکن کبھی وہ ابر حوص و خشم کے نیچے مستور ہو جاتا ہے۔ اور ان کے دل میں نفرت کے وقت ایک چراغ ہوتا ہے اور غصہ اور حرص کے وقت وہ طشت کے نیچے غفی

ہو جانا ہے اور روشنی نہیں دیتا۔

اب اس جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ
کہا کہ وہ فراست اس وقت میسر ساتھ ہے اور میں اس کی تیرے صدق اور کذب میں
تمیز کر لوں گا۔ اسیلئے سچ کہنا اگر تو سچ سچ نہ کہے گی تو میں اس تلوار سے تیری گردن
اڑا دوں گا اور حیلہ بہانہ کرنے سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور میں تجھے ابھی مار ڈالوں گا
تجھے اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر تلوار اس کے حوالہ کر دی گئی اور کہا کہ لے لے
لے یہ تلوار موجود ہے لیکن اگر تو سچ سچ کہے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ اور غلطی
قسم میں تجھے نہ ماروں گا بلکہ خوش کروں گا۔

اسٹل سے یقین دلانے کے لیے اس وقت سات قرآن اور پرتلے رکھے
اور قسم کھائی اور اس طرح اپنے عہد کو پختہ کر دیا۔ خیر جب عورت مجبور ہو گئی اور
لے لے کچھ بن نہ آیا تو واقعہ کہہ دیا اور اس بہادر کی مردانگی کو بیان کر دیا۔ اسٹل اس واقعہ
کی جو کہ رستہ میں واقع ہوا تھا پوری تفصیل بادشاہ سے بیان کر دی کہ یوں اس نے
شیر مارا اور یوں واپس آیا اور جب واپس آیا تو اس کا ذکر گینڈے کے سینک
کی طرح کھڑا تھا وغیرہ وغیرہ اور اسٹل کہا کہ اس کی قوت کی تو یہ حالت تھی کہ شیر
سے اس میں کچھ تغیر نہ آیا اور اسی طرح قائم رہی اور تمہاری کمزوری کی یہ حالت ہے
کہ چوہے کی رفتار کی آواز سے تمہارے حواس جلتے رہے۔ پس جبکہ میں نے
اس کی وہ حالت اور تمہاری یہ حالت دیکھی تو مجھے ہنسی آ گئی۔

اس واقعہ سے تم سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ حق سبحانہ یوں اسرار کو ظاہر
کر دیتے ہیں اور جبکہ تم نے سمجھ لیا کہ جو بیج بویا جائے وہ اُگے گا تو تم کو احتیاط
چاہیئے اور بُرائیج نہ بونا چاہیئے ورنہ اس کی ظہور کے بعد تم کو رسوائی کا سامنا ہوگا۔
اب ہم تمہیں اس مضمون کو دوسرے نظائر حسیہ سے سمجھاتے ہیں اچھا سنو! پانی اور
آب اور گہمی اور آفتاب سب کے سب مٹی سے امور مخفیہ کو ظاہر کرتے ہیں پس بس یونہی
حق سبحانہ بھی آدمیوں کے اسرار مخفیہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔

یہ پت جھڑ کے بعد درختوں کی سرسبزی قیامت کے وجود کی اعلیٰ درجہ کی دلیل
یعنی قیامت کے متعلق جو استبعاد ہے جس کی بناء پر اس کا انکار کیا جاتا ہے
اس کو بالکل دور کر ہی ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں اسرار مخفیہ بلا ہتہ ظاہر ہوتے ہیں اور
جو کچھ زمین نے کھایا ہے وہ ظاہر ہوتا اور اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ تا آنکہ اس کی
باطنی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر درخت کی جڑ کی باطنی حالت اور اس کی غذا
سب کی سب اس کے سر پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

جب واقعات مشاہد اور ناقابل انکار ہیں تو قیامت کا وقوع مستبعد نہیں رہتا
کیونکہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ ہر شخص کی حالت مخفیہ ظاہر ہوگی۔ اور اس پر اس کے موافق
نتیجہ مرتب ہوگا۔ واقعات مذکورہ سے تم کو یہ بھی نتیجہ نکالنا چاہیے کہ جو غم تم کو لاحق
ہو اور تم اس پریشان ہو وہ اس شراب کا خمار ہے جو تم نے پی ہے اور ان
افعال کا نتیجہ ہے جو تم نے کئے ہیں لیکن تم کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ رنج حاکم
کس شراب سے پیدا ہوا ہے اور تم کیا جان سکتے ہو کہ یہ خمار فلاں دانہ کا شگوفہ اور
یہ رنج فلاں عمل کا اثر ہے۔ ہاں ایک حقائق شناس عارف اس کو سمجھتا ہے مگر
نہ جاننے کا سبب یہ ہے کہ تم اشیاء اور ان کے نتائج میں۔ مشابہت کو ضروری۔۔۔
سمجھتے ہو اور افعال اور ان کے آثار میں مشابہت نہیں دیکھتے۔ اشیاء اور ان کے
نتائج میں کسی ایسے مشابہت کا ہونا خود ضرور نہیں ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ سکے
دیکھو؛ شاخیں اور شگوفے بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان میں ایسی مشابہت
نہیں ہوتی۔ جس کو ہر شخص مان لے۔ علیٰ ہذا آدمی لطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر لطفہ
کو آدمی سے کون سی واضح مشابہت ہوتی ہے۔

غرض کہ تمام مادہ اپنے آثار کے ساتھ کھل ہوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دانہ درختوں
کے مشابہہ نہیں ہوتے اور مٹی رُوٹی سے پیدا ہوتی ہے مگر اس کو رُوٹی سے مشابہت نہیں
ہوتی۔ آدمی لطفہ سے پیدا ہوتا ہے مگر لطفہ کے مشابہہ نہیں ہوتا۔ خواتین آگ سے پیدا ہوتے
ہیں مگر آگ کے مشابہہ نہیں ہوتے۔ آب و بخار سے پیدا ہوتا ہے مگر بخار کے مشابہہ نہیں ہوتا

علی علیہ السلام نفقہ جبریلی سے پیدا ہوئے مگر جس طرح نفقہ غیر محسوس تھا یوں حضرت علی علیہ السلام
 غیر محسوس نہ تھے۔ نین آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تھے مگر وہ خاک کے مشابہ
 نہ تھے۔ انگور اپنی بیل سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ بیل سے مشابہ نہیں ہوتا۔ جنت نتیجہ
 اعمال حسنة ہے (بائیں معنی کہ جنت اعمال صالحہ کے بدلے میں ملے گی نہ بائیں معنی کہ جنت اعمال صالحہ سے پیدا ہوئی ہے)
 مگر اعمال حسنة سے اُسے کیا مناسبت اور چوری کا نتیجہ سولی ہے۔ مگر چوری کو اس کی کیا
 مشابہت ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ عام طور پر کسی اصل کو اپنے اثر سے مشابہت
 نہیں ہوتی۔ اور چونکہ تم سمجھ ہوئے ہو کہ ہر اصل کو اس کے اثر کے مشابہ ہونا چاہیئے۔ اسیلئے
 تم ان ربووں اور تکلیفوں کا منشا نہیں سمجھ سکتے جو تم کو گناہ کے عوض میں دی جاتی ہے۔
 واقع میں وہ سزا بلا وجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق سبحانہ بدوں گناہ کے تکلیف اور سزا نہیں دیتے
 پس جو چیز کسی سزا کی اصل اور اس کو کھینچنے والی ہے۔ گو وہ سزا اپنے اصل کے مشابہ
 نہ ہو۔ مگر وہ پیدا اسی سے ہوئی ہے۔ اس کی تم سمجھ لو کہ تمہاری تکلیف ضرور تمہاری غلطی کا
 نتیجہ ہے اور اس سزا کا منشا ضرور کوئی خواہش نفسانی ہو۔ اگر تم اس گناہ کو خصوصیت
 کے ساتھ نہ جان سکو تو عجب سے فوراً حق سبحانہ کے سامنے تضرع کرو اور اس کے معافی
 چاہو۔ اور سو دفعہ سجدہ کرو اور کہو کہ اے اللہ! یہ غم اور سزا ضرور اسی لیے ہے کہ میں
 مستحق سزا ہوں کیونکہ اے سبحان! اور اے ظلم و ستم سے پاک تو بے قصور جان کو تکلیف
 اور سزا نہیں دیتا۔ اور گو میں خصوصیت کے ساتھ اس جرم کو نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور...
 جانتا ہوں کہ سزا کے لیے کسی جرم کی ضرورت ہے۔ پس ضرور مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے
 جس کی یہ سزا ہے۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ جب آپ نے میرے جرم کو میرے علم
 مخفی کیا ہے تو اس کو آپ ہمیشہ کے لیے پوشیدہ رکھیے یعنی مجھے سزا سے معافی...
 دیجئے اس لئے کہ سزا دنیا میں کر جرم کا اظہار ہے۔ کیونکہ عقوبت سے میری چوری ظاہر ہوگی
 (فائدہ: اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایلام حق سبحانہ کی ضروری تفصیل
 کر دی جائے۔ تاکہ مضمون شنی کی توضیح ہو جائے اور کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ سودا صیح ہو کہ حق...
 سبحانہ کو اپنی مخلوق پر مختلف قسم کے حقوق حاصل ہیں وہ ان کا مالک بھی ہے اور مرنے بھی۔

اور بادشاہ حاکم بھی۔ پس اگر وہ کسی کو بحیثیت مالکانہ تکلیف پہنچا دے۔ یا اس میں کوئی تصرف کرے تو چونکہ وہ اس حق کی بنا پر ہے جو اس کو حاصل ہے تو یہ تصرف کی حالت میں ظلم نہیں کہا جاسکتا لیکن چونکہ وہ حکیم بھی ہیں اسلئے اس تصرف میں کسی حکمت کا ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اس حکمت کا علم مخلوق کو بھی ہو۔ بلکہ اس حکمت کا خدا کو علم ہونا کافی ہے اور اگر وہ کسی کو مرتبانہ حیثیت سے تکلیف پہنچا دے تو چونکہ وہ بنا بر مصالح مخلوق ہے خواہ بنا بر مصلحت مملکت ہو۔ یا بنا بر مصالح مخلوق دیگر اسلئے اس کو بھی ظلم نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً ڈاکٹر کسی مریض کی مصلحت کا لحاظ رکھ کر اس کو کھانی عضو کاٹ ڈالے یا کسی جگہ شگاف دیدے۔ یا کوئی حاکم بنا پر رعایت مصلحت عامہ بشرائط مخصوصہ کوئی ایسا فعل کرے جو بعض رعایا کے لیے موجب تکلیف ہو تو اس ڈاکٹر یا حاکم کے فعل کو ظلم نہ کہا جائے گا اور اگر وہ کسی کو مالکانہ حیثیت سے اور بطور سزا کے کوئی تکلیف دے تو اس کے لیے ضرورت ہے کہ مملکت کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ کیونکہ سزا بلا جرم ظلم ہے اور حق سبحانہ ظلم سے منزہ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا ذَرَفَ۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غیر مکلفین کو جو تکلیفیں ہوتی ہیں ان کا منشا یا حق مالکانہ ہوتا ہے یا حق مرتبانہ۔ اور ان کے لیے کسی جرم کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو تکلیفیں کہ مکلفین کو ہوتی ہیں ان میں تینوں احتمال ہوتے ہیں یہ بھی کہ بحق مالکانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق مرتبانہ ہوں۔ اور یہ بھی کہ بحق مالکانہ اور بطور سزا ہوں۔ تیسرے صورت میں تقدیم جرم لازمی ہے اور پہلی دو صورتوں میں مجرم کی ضرورت نہیں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ جو تکلیف

عہ : شرائط مخصوصہ کی قید ہم نے اسلئے بڑھائی ہے کہ ہر حاکم کو ہر مصلحت عامہ کا لحاظ کر کے ایسا فعل کرنا جو بعض رعایا کے لیے موجب تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً یہ کہ وہ فعل کسی اور ہم مصلحت کے معارض نہ ہو۔ نیز اس میں کسی حاکم بالادست ۔۔۔۔۔ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ

منزل کے طہر پر ہو فقط۔ اس کے لیے تقدم جرم کی ضرورت ہے اور کسی تکلیف کے لیے تقدم جرم کی ضرورت نہیں کہیں چونکہ مکلف یہ نہیں جان سکتا کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کا منشا کیا ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے کو مستہم کرے اور سمجھے کہ یہ میرے کسی جرم کا نتیجہ ہے اور حق سبحانہ سے استغفار کرے کیونکہ اگر وہ کسی تکلیف کو اپنے گناہ کا اثر سمجھے گا اور اس کے استغفار نہ کرے گا۔ اور واقع میں وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوگی تو اس کے ایسا کرنے میں فرغ خدا کا اندیشہ ہے۔

اس تفصیل سے ما اصابکم من مصیبة فَمَا كَسَبَتْ ایدیکم کا مطلب بھی واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں مصیبت کے ہر تکلیف مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ تکلیف مراد ہے جو منزل کے طور پر ہو۔ اور جس طرح دلائل عقلیہ اس تخصیص پر دلالت کرتے ہیں۔ یوں ہی دلائل نقلیہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً خود حق سبحانہ فرماتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ الخ یہ آیت دلیل ہے اس امر کی کہ ہر تکلیف کا منشا جرم نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں حق سبحانہ نے بعض تکالیف کا منشا محض امتحان قرار دیا اور ان کو کسی جرم کا نتیجہ قرار نہیں دیا نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعُسَىٰ اَنْ تَكُوْهُوا شِیْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایک مصیبت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت میں پھنسانا کسی جرم کا سبب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا منشا رحمت ہے جس کی طرف ہوا خیر تکمیل میں اشارہ ہے پس ضرور ہوا کہ آیہ مذکورہ بالا میں مصیبت سے مراد ہر مصیبت نہ ہو۔ بلکہ خاص مصیبت ہو وہ ہو الدعی۔ پس آریوں کا آیہ مذکورہ میں مصیبت کے ہر تکلیف مراد لینا مقصود مشکلم کے خلاف ہے اور اس تنازع پر استدلال صحیح نہیں)

اچھا اب ہم بادشاہ کی توبہ کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے توبہ کے اسرار معلوم ہوں۔ اچھا سنو! کنیزک کے منہ سے واقعہ خیانت افسر شکر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے فرقا توبہ کی اور اپنے جرم اور اپنی لغزش اور ضد کو یاد کیا اور اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ میں نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا۔ وہ میرے آگے آیا۔ میں نے دوسروں

کے محبوبوں پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کا وبال مجھ پر پڑا اور جو کُنواں میں نے اوروں کے لیے کھودا تھا اُس میں میں خود گر گیا۔ میں نے دوسروں کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تھا میں نے افسر نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! جو کوئی دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا قصد کرتا ہے وہ گویا کہ اپنی بیوی کی بھرمتی کرتا ہے کیونکہ جس جرم کا وہ ارتکاب کرتا ہے وہ بدالالت حال اس کی مثل سزا پر رضا مند ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جینا جیم ہوتا ہے اسی قسم کی اس کی سزا ہوتی ہے پس جبکہ تم نے دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا ارتکاب کیا تو حالاً تم نے ویسی ہی سزا کو قبول کر لیا۔ اس تمہارا دیوتوش ہونا خود ظاہر ہو گیا۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سُنو کہ بادشاہ نے کہا کہ میں نے شاہ موصل سے کینز غضب کی تھی اوروں نے مجھ سے چھین لیا۔ وہ افسر میرا معتمد اور غلام خاص تھا۔ وہ ہر گز خیانت نہ کر سکتا تھا اسکو خائن خود میری خباثت نے بنایا ہے۔

اچھا اب اس کا وقت نہیں ہے کہ اس کے دشمنی نکالی جائے اور بدلہ لیا جائے بلکہ خاموشی اور غفو ہی مناسب ہے کیونکہ میں نے اپنا کام خود خراب کیا ہے اس کا کیا قصور ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس افسر اور کینز سے انتقام لیتا ہوں تو اس ظلم کا وبال بھی مجھ ہی پر پڑے گا جیسا کہ اُس جرم کا وبال پڑا ہے پس مجھے انتقام کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ اور جب مجھے ایک بار تجربہ ہو چکا ہے تو پھر دوبارہ اُس قسم کی حرکت کر کے دوسری دفعہ اس کا تجربہ نہ کرنا چاہیئے۔ صاحب موصل کی تکلیف نے میری گردن توڑ دی ہے۔ اب مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ دوسرے وبال کا طالب ہوں۔ حق سبحانہ نے ہم کو بدلے کی اطلاع کر دی ہے اور فرمادیا ہے کہ اگر تم پھر ایسی ہی حرکت کرو گے تو ہم پھر اسی قسم کی سزا دیں گے۔ اس بنا پر دوبارہ سزا ضرور ملے گی پس جبکہ اس موقع پر زیادتی کرنا بے فائدہ ہے تو اب صبر اور شفقت ہی بہتر ہے۔ اے اللہ! ہم نے ظلم کیا اور ہم سے غلطی ہوئی پس اے بڑی رحمت والے

تو ہم پر رحم کر۔ میں نے اپنے مجرموں کو معاف کیا تو مجھے معافی دے اور میرے سناے اور پر
 گناہ بخش دے۔ اس کے بعد اسٹیل کینزک سے خطاب کیا اور کہا کہ اے کینزک جو بات
 تو نے مجھ سے کہی ہے اسکو کسی اور سے نہ کہنا۔ دیکھ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کا خیال
 رکھنا۔ اور جو کچھ تو نے مجھ سے کہا ہے اس کو کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ میں امیر سے تیری
 شادی کر دوں گا۔ مگر خدا کے لئے اس واقعہ کو اس سے بھی ذکر نہ کرنا۔ تاکہ وہ مجھ سے شرمندہ
 نہ ہو۔ کیونکہ اس نے اگر ایک بُرائی کی ہے تو لاکھوں بھلائیوں کی ہیں ایسی حالت میں اُسے
 شرمندہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں بارہا اس کا امتحان کر چکا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر حسین
 حسین عورتیں اس کے سپرد کر چکا ہوں لیکن اس نے خیانت نہیں کی اور ہمیشہ میں نے اسے لہذا
 این پایا ہے۔۔۔۔۔ یہ واقعہ محض بتقدیر الہی اور میرے افعال کی بدولت پیش آیا۔ بادشاہ
 نے کینز کو یہ ہدایت کر کے افسر کو طلب کیا۔ اور غصہ جو کہ قہر کو مقتضی تھا اسکو اسٹیل دیا
 اور اس کے ایک جی لگتا بہانہ کیا اور یہ کہا کہ مجھے اس لونڈی سے سخت نفرت ہو گئی ہے کیونکہ
 اس کے رشک سے بچی کی ماں بہت کڑھتی ہے اور اس کے رشک سے وہ ہمیشہ مبتلائے رنج
 رہتی ہے اور چونکہ وہ قدیم الصبیہ ہے اسلئے اس کے حقوق مجھ پر بہت ہیں اور وہ اس
 قسم کی تکالیف کی مستحق نہیں ہے پس چونکہ وہ نہایت رشک کرتی ہے اور اپنا خون
 جگو کھاتی ہے اور اس کینزک سے اسکو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں
 کہ اسکو الگ کر دوں۔ پھر خیال کرتا ہوں کہ جب الگ کر دوں گا تو آخر کسی کو دوں گا۔ ایسی
 حالت میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کو دے دوں کیونکہ تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ اس
 لئے کہ تم اس کے لئے جان پر کھیل گئے ہو۔ اور اس کو اپنی جان بیچ کر لائے ہو۔ پس
 مناسب نہیں ہے کہ تمہارے سوا کسی اور کو دی جائے۔

یہ کہہ کر اس کا امیر سے نکاح کر دیا اور اس کو امیر کے حوالہ کر دیا اور غضب اور حرص کو
 بالائے طاق رکھ دیا اور اس کا امیر سے نکاح کر کے اسکو امیر کے سپرد کر دیا اور اپنے
 غضب اور حرص کو چھٹا چھڑ کر دیا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو اس بادشاہ میں مستی حیوانی کی تھی مگر اس میں پیغمبروں کی

مرا لگی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنے غضب اور شہوت اور حرص کو چھوڑ دیا۔ اور اس کا چھوڑ دینا پیغمبروں کی مردی اور رگ پیغمبری ہے پس اگر اس میں گدھوں کی مستی نہ ہو۔ نہ سہی خدا سے عظیم الشان خان غانا کہتا ہے اور ہی درکار بھی ہے کیونکہ اگر ہم عورتوں کی نظر میں بالکل مردہ ہوں مگر ہم پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہو یہ ہزار درجہ بہتر ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کی نظر میں زندہ ہوں۔ مگر حق سبحانہ سے دُور اور اس کی درگاہ سے مردود ہوں۔ تم سمجھ لو کہ حقیقت مردی ترک غضب و شہوت و حرص ہے اور غلبہ شہوت مردی نہیں ہے بلکہ یہ محض بے وقعت چیز ہے۔

کیونکہ غلبہ شہوت تو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے اور ترک شہوت وغیرہ جنت میں پہنچانے والا ہے کیونکہ غلبہ شہوت موجب تلذذ و تنعم ہے اور ترک شہوت وغیرہ موجب اذیت اور نہایت ناگوار۔ اور جنت ناگوار یوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشات نفسانیہ سے۔ پس ناگوار یوں کے تحمل سے آدمی جنت میں پہنچا ہے اور خواہشات نفسانیہ کے اتباع سے دوزخ میں۔ اس قصہ کو حکم کو کے پھر مولانا خطاب محسود کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

دیگر بار خطاب پادشاہ باایاز و امتحان کردن ارکان

بارش کا ایاز کو دوبار خطاب کرنا اور ارکان دولت کا امتحان لینا

دولت را و نمودن فرمانبرداری ایاز بایشان

اور ایاز کی فرمانبرداری ان کو دکھانا

مردی خرم فروں مردی ہش
گے کی مردائی کم ہے ہوش کی مردائی بڑی
لعب کودک کو دیش تیا تیر
تیرے سامنے بھڑک کیں تھا۔ زبہ مرانی
جاں سپرہ بہرہ امرم در وفا
دفا داری میں میرے حکم پہ جان فدا کردی
اِس حکایت گوش کن تا واری
یہ حکایت نہی کے تاکر نہایت باجائے

لے ایاز شیر نر دیو کش
لے ایاز: فرسخیر، دیو کو اڑا لئے والے
آپنے چندیں صدر لدا رکش نکر د
جس چیز کو اٹھے مددوں نے۔ سمجھا
اٹے بدیدہ لذت امر مرا
لے وہ: جس نے میرے حکم کا خدا جیسا ہے
اے کرا تعظیم امر شکر لگھی
لے وہ: اگر تو ایشاں کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے

لے جید: میں کا زبردست
خاویں نے پہلے کہتے
بات بھی ہے کرت کرت کو آ
سے گہری گئی ہے اور سہ
میر کا زبردست کیا ہے
کرت کو آہش نش سے
گہری گئی ہے ظاہر ہے
یہ بات حدیث کی میں
بھی ہے اور بات حدیث
سے ظاہر ہے دیگر کہ
سلطان محمود نے ایاز کو مدد
خطاب کیا اور اس کو ایاز کی
فرمانبرداری دکھانی۔ مگر ہش
میں پیغمبروں کی مری بھی
یہ دوسرے سرکارہ دیکھے
جو تو جانی سمجھائی

دستانِ ذوقِ امر و چاشنیش
 علم کے ذوقِ ادراک کی چاشنیش کی داستان
 بشنو اکنوں در میان مغنیش
 اس اس (حکایت) منور بیان کو سن لے

دادن شاہ گوہر را در میان دیوان و مجمع بدستِ زیر
 پیکری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو مرقی دینا کہ یہ کس
 این چمندار زرد و میالغہ گردن وزیر در قیمتِ فرمون
 قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا بیانیہ کرنا اور بادشاہ
 شاہ کہ اکنوں اس را بشکن و گفتن وزیر کہ اس گوہر
 کا ہم دینا کہ اب اس کو تقدیر ہے اور وزیر کو کہنا کہ اس عود
 نفیس را چگونہ بشکنم
 مرقی کو کیسے توڑوں؟

۷۷ اتنے مدیدہ لے یا ز
 تو بے حکم کی نسبت سے
 واقف ہے اس نے تو میر
 حکم پر جان بھرتا ہے کہ
 یہ مردانہ کام ہے امیش
 میں شین کی غیر شاہ کی باج
 ہے چاشنیش کی غیر ہر کی
 جانب اور منیش کی غیر
 حکایت کی جانب تھی ہے
 ۷۸ دران، دفر، دربار
 چنار زرد کس قیمت کا ہے
 گفت یعنی بیان کرنا ہے
 نے کہا ہے بی بی۔

۷۹ شہرِ روشن خروار
 گردے پر لادنے کا ہوا مخزن
 خزانہ، نیاید درسا جس کی
 قیمت کا اندازہ نہیں لگایا
 جاسکتا۔ ہزار رنگاں
 غلغلی شامی لباس تھے
 فنی کا مال ہے نوجوان
 ۸۰ محلہ پکروں کا جوڑا
 مشغول محسن چونکہ بادشاہ
 کو سب کا امتحان لینا تھا
 تو بات کاٹ دی تاکہ اثر
 نو دوسروں سے سوال و
 جواب کرے۔ حاجت ہے
 جو ہر اور جویشی کا وزیر ہوتا
 تھا۔

گفت رونے شاہ محمود غنی
 کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن
 شاہ رونے جانب دیوان شفتا
 ایک دن، بادشاہ پیکری کی جانب گیا
 گوہرے بیروں کشید اور مستنیر
 اس نے ایک روشن موتی! ہر نکال
 گفت چون ست چار زوایں گہر
 کہا کیا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟
 گفت بشکن گفت خوش بشکنم
 کہا توڑ دے اس نے کہا اسکو کیسے توڑوں؟
 چوں روا دارم کہ مثل اس گہر
 میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی
 گفت شاباش و بدادش طغے
 کہا شاباش ہے اور غلغلی عطا کی
 کرد ایشار وزیر اس شاہ جوڑ
 اس شاہ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا
 ساتے شاں کرد مشغول سخن
 ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا
 اس شہر غنی و سلطان سنی
 جو غنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا
 جملہ ارکانِ ادراک دیوال بیتا
 اس پیکری میں سب ارکان کو (موجود) پایا
 پس نہادش زود در کف وزیر
 پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا
 گفت بیش از زرد و صد خروار زر
 اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بونڈوں کا نڈہ قیمت کا
 نیک خواہ مخزن و مال متعم
 میں آپ کے مال اور خزانہ کا غیر خواہ میں
 کہ نیاید در بہا گرد و ہر
 جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا انگوٹیاں ہوتا
 گوہر ازوے بستہ اس شاہ فتنے
 اس جو امر و شاہ نے موتی اس سے لے یا
 ہر لباس و محلہ کو پوشیدہ ہو
 جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا
 از قضیتہ تازہ و زار کہیں
 نے معاملہ اور پرانے راز میں

تھے گفت۔ صاحب نے کہا
یہ آدمی سلطنت کی قیمت کا
ہے خود شیر تیغ بینی وہ
جس کی تلوار سورج جیسی
چمکدار ہے تیغ چمک
کرتخت۔ دن کی روشنی
اس کے سامنے بالہ ہے۔

۱۵۰ دربار ماہواری تنخواہ
کشتور۔ انکی تعریف اسنے کی
تاکہ دوسری کا امتحان کر کے
بقدر تعویذی دے کہ بعد شاہ
نے وہ موتی ایک دوسرے
ایسر کے ہاتھ میں دیا۔ نہیں
قیسی جاگیا۔ وہ اس پر جو
ملازمین کو سالانہ دیتے ہیں۔
آن قیسیاں۔ یہ داد و بخش
ان سب کیلئے گراہی کلب
تھی چونکہ مجھ سے تھے
کشاہ کو جواب پسند آکر
دیتے وہ انعام دے رہا ہے۔
شاہ قیسی۔ جو جواب پیسے
ایسر نے وہ اس کی تعید میں
سب ایسروں نے وی جوت
دیا۔ اگرچہ دنیا کا کام تعید
سے ہی چل رہا ہے۔ درداد
وہ موتی کیے بعد دیگرے
اسی طرح ایسروں کے ہاتھ
میں جاتا رہا۔ اخیر میں شاہ
نے ایاز کے ہاتھ میں دیا۔
تھے ایک بیگ۔ شام نے
ایاز سے کہا اس موتی کو
سب سرزاد دیکھ گئے اب
تو بھی دیکھو۔ رستہ میں
موتی ایاز کے ہاتھ میں جب
پہنچا تو اس نے پیسے سوارا
کہ تقلید میں جواب نہ دیا
اور بادشاہ کے انگو خلع
دیخو دینے سے دھوکے
میں نہ آیا۔

بعد از ان دادش بدست حاجے
انکے بعد اس کو صاحب کے ہاتھ میں دیا
گفت ارزدایں بنیمہ ملک
اس نے کہا یہ آدمی سلطنت کی قیمت کا ہے
گفت بشکن گفت خورشید تیغ
کیا تو اسکو توڑ دے اس کا ہاے سورج کی تلوار ولے!
قیمتش بگذار بین تاب و لمع
انکی قیمت کو دے دیکھ چمک اور روشنی کو دیکھنے
دست کے جنب مراد کسر او
انکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب لے گا!
شاہ خلعت داد و اور ارش فرمود
شاہ نے انکو خلعت دی انکی تنخواہ بڑھادی
بعدیک ساعت بدست میراد
تعویذی دیر کے بعد ایک ایسر کے ہاتھ میں دیا
او بھی گفت ہمہ میراں ہمیں
اس نے دی کہا اور سب ایسروں نے دی
جاگیا شاہاں بھی انکو در شاہ
بادشاہ انکے کہروں کے جوڑے بڑھا رہا تھا
لنچینش گفتند بنچہ شصت ایسر
پچاس ساٹھ ایسروں نے بھی کہا
گرچہ تقلید دست انتون جہاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے
شاہ چون کرد امتحان جملگان
شاہ نے جب سب کا امتحان کیا
ہچمنیں در و در گرداں شد گہر
موتی اسی طرح گردش کے پتھر میں رہا
آخریں بہادر در گفت ایاز
بالآخر اس کو ایاز کی جہیل پر رکھا
یکتہ یک بیدنایں کو ہر توہم
انتھانے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی

کہ چہ ارزدایں بر پیش طلبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے!
کش نگہدار و خدا از مہلکت
خدا اس کو بڑا ہی سے بچائے
بس دریغ ست این شکستن ہر دریغ
اسکا توڑنا بہت کمال انوس ہے بہت تامل انوس
کہ شدت این نور و ز اور تیغ
کہ دن کی روشنی انکے تابع میں گئی ہے
کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟
پس وہاں در مدح عقل او کشتور
پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا
دور آں امتحان کن باز داد
اس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا
ہر یکے را خلعت داد او تمیں
اس نے ہر ایک کو قیسی خلعت عطا کی
آں خیساں را بزر و از رہ بجاہ
ان کیسوں کو راستہ سے کنویں میں لگا
جملہ ایک یک ہم تقلید وزیر
وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے
ہست رسوا ہر مقلد ز امتحان
آرائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے
مال و خلعت بردہر یک کیل
ہر ایک نے لا اعتدال مل اور خلعت حاصل کیا
تا بدست آں ایاز دیدہ ور
یہاں تک دیدہ و دیدہ ایاز کے ہاتھ میں آیا
گفت اورا کاے حریف دیدہ با
اس سے کہا اے صاحب نظر دوست
در شعا عش در نگر اے محترم
اے محرم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدن گوہر از دست بدست آخر دور بایاز و کیاست
 موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچا اور ایاز کی
 ایاز و مقلد ناشدن اوایشان را و مغرور ناشد او
 ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اس کا دھوکہ میں نہ پڑنا
 بہ مال دادن شاہ و خلعتہا و جا بلیکھا افزوں کردن
 بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

مدح عقل ایشان کردن مگرین کہ شاید مقلد را مسلمان دانستن
 ان کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہئے
 مسلمان باشد اما نادیر باشد کہ مقلد ثبات کند بر ایمان عقدا و
 مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماعہ کہے اور
 مقلد از میں امتحانہا بسلامت میرسد کہ ثبات بینایان اورد
 مقلدان امتحان سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآجہ کرے کہ وہ دور اندیشوں کی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

چند می ارزد بدین تاب و ہنر
 اس چمک اور ہلکے کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟
 گفت اکنون ز او خوش و دشمن
 اس نے کہا اب اسکو فوراً ریزہ ریزہ کر دے
 خرد کردش پیش او آں بد صواب
 اس کو توڑ دیا اُنکے نزدیک یہ درست تھا
 دست داد آں لحظہ نادر بخشش
 اس وقت نادر حکمت اُنکے ہاتھ آگئی
 کردہ بود اندر غل دوسنگ را
 اس نے دو پتھر بن میں دالے تھے
 کشف شد پایان کارش ز آکر
 اُنکے لئے انجام کار اُنٹھانے کی بجائے کھل گیا تھا
 پیش او یک شد مراد بے مراد
 اُنکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے
 او چہ ترسد از شکست کارزار
 وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

لے ایاز انکوں بگوئی کایں گہر
 اے ایاز! اب تو بتا کہ موتی
 گفت افزوں ز آنچه تا نم گفت
 اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے
 سنگہا و آستیں بوش شتاب
 پتھر اس کی آستیں میں تھے، جلد
 ز اتفاق طالع باد و تشش
 اس کے باقیال نصیب کے اتفاق سے
 یا بخواب ایں دیدہ بود آں صفا
 یا اس روشن دل نے خواب میں دیکھا تھا
 پہنچو بوسف کا ندر و ن قعر چاہ
 یوسف کی طرح کہ کنوس کی گہرائی میں
 ہر کر استخ و ظفر سفیم داد
 جس کو رخ اند کا میابی نے پیغام دیا
 ہر کہ پائیدان سے شد وصل یاد
 یاد کا وصل جس کا مناسب ہو گیا

! و چمن تقی بی اسرار
 معتبر نہیں ہے ایمان کا استحقاق
 یقین سے ہے اور اعتقاد کو عموماً
 یقین حاصل نہیں ہوتا ہے
 معمولی خلک کو ہے اس کا
 علم زایل ہو جاتا ہے۔
 بینایان۔ وہ لوگ جن کو
 عین یقین کا درجہ حاصل
 ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ
 نے موتی کی قیمت ایاز سے
 گواہی اس نے جواب دیا کہ
 یہ اس قدر بیش قیمت ہے کہ
 اُنکی قیمت کا بیان کرنا
 ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے
 کی اسکو توڑ ڈال اُنکی آستیں
 میں پتھر تھا جس نے اس کے
 ذریعہ فوراً اسکو توڑ ڈالا اسکا
 نصیب تھا کہ دانائی نے اسکا
 ساتھ دیا لیکن کہ اس نے
 خواب میں یہ قصہ دیکھا ہے
 اور اسی لئے وہ آستیں میں پتھر
 لیکر مجلس میں آیا ہو۔
 لے، جو حضرت یوسف نے
 قیدریں خواب میں آنے
 والے واقعات دیکھ لئے
 تھے۔ ہرگز۔ جس شخص کو فتح
 اور کامیابی کی خوشخبری مل
 چکی ہو اُنکے لئے فتح و شکست
 کے اسباب یکساں ہوتے ہیں۔
 لے پائیدان۔ خاصاً چون
 جب بازی کی کامیابی پر
 یقین ہو جاتا ہے تو اس کو
 اپنے اسب اور دلیں کے
 بدلے کی کوئی پروا نہیں ہوتی
 مگر خود اسکا حریف اگر
 اُنکے اسب کو مارے تو
 اسب کا پٹا اُنکی کامیابی کا
 جیسا خیمہ ہوگا۔

لہ تردد را شرطی کو اچھے
 کوئی بہت نہیں ہوتی وہ تو
 جیسے کا خواہاں ہوتا ہے تیر
 ہمیشہ ہی رہتا ہے۔ خدا۔
 دوسرے صورت یعنی امید
 متقی یعنی کامیابی بہت متقی
 کے اور ان کے بھی مراتب
 مختلف ہیں ناہ کو انعام کا کم
 رہتا ہے کہ کہنے کیا ہوتا ہے
 عارفوں کو لوگ کھل ہیں بگو
 ابتداء سے ہی انعام کا کم
 ہوتا ہے اور انعام خوف
 اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔
 کلمہ وید عارف جان لیتا ہے
 جو بڑا ہے اس کی پیداوار کیا
 ہوگی چونکہ اس کی شکل ہی علم
 حاصل ہو گیا ہے لہذا انعام
 کے فکر کا شور و غل ختم ہو گیا
 ہے۔ بوجہ اس کو ہی انعام کے
 باب سے خوف اور امید کی
 تکلیف تھی لیکن اس پر حقیقت
 واضح ہو جانے کے وجہ سے اب
 خوف ختم ہو گیا ہے اور امید
 باقی رہ گئی ہے۔
 کلمہ خوف۔ اس کے لئے
 اب خوف ختم ہو گیا اور وہ نہ
 بکرنور و ملحق کے تابع ہو گیا۔
 زات امتحان ایاز بھی انہی میں
 سے تھا جن کو انعام کی خبر
 ہو جانے پر ہذا وہ بادشاہ
 کے احکام و فیروے کے
 میں بڑا متوثر ہو گیا جس نے
 مقلی کو شاہ کے حکم کے مطابق
 فیض توڑ دیا تاکہ وہ اپنے
 نے شوہر کی اور ایاز سے کہا
 کرے کیلئے بلکہ ہے کہ ایسے
 عہد مقلی کو توڑنے توڑ
 نکالا۔

چوں یقین گشتش کہ خواہد کرد تا
 جب اسکو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا
 گر بڑا پیش ہر آنکہ اسے جو ست
 شخص سب کا طالب ہے اگر اس کا سب مارا
 مگر اب اسے کہ خوشی بُود
 انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے
 بہر صورت تہا مکش چندین زحیر
 صورتوں کے لئے استعداد ہی و تاب نہ اٹھا
 ہست ز اہدرا علم پایان کار
 زائد کو انعام کا علم ہے
 عارفان ز آغاز گشتہ ہوشمند
 عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں
 بُود عارف را ہیں خوف ز رجا
 عارف کو یہی خوف اور امید تھی
 دید کو سابق زراعت کرد ماش
 دید کو سابق زراعت کر دیا
 وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے ڈل کا نت کی ہے
 عاریت او باز ست از خوف نیم
 وہ عارف ہے وہ خوف اور گدے سے چھوٹ گیا ہے
 بُود او را بیم و امید از خدا
 اس کو خدا سے خوف اور امید تھی
 خوف طے شد جنگلی امید شد
 خوف پٹ گیا وہ بہنم امید ہو گیا
 ز امتحان شاہ بُود آگہ ایاز
 ایاز بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا
 خلعت دادا ایاز را پیش بُود
 خلعت اللہ و فیض نے اسکو ملوایا
 چوں شکست او گوہر حاصل ز نرگس
 جب اس نے خاص مقلی توڑا اس وقت
 کا بیچہ میا کیست و اشد کافر
 کہ کیا ہے باک ہے خدا کی قسم کافر ہے

فوت اسے فیل پیشش تڑتا
 اسے اور فیل کا مارا جانا انکے لئے بکواس ہے
 اسے او گویا کہ پیش آئے ہنگ آو
 تو گویا اسے اس کا پیشرو ہے
 عشق پیش از پے پیشی بُود
 گھوڑے سے اس کا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے
 بے صدارع صورتے معنی بگیر
 صورت کا دردمند اعلیٰ غیر معنی مائل کر
 تاچہ باشد حال او روز شمار
 کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا
 از غم و احوال آخر فنا غ اند
 آخرت کے احوال اور غم بے نیاز ہیں
 سابقہ رایش خود راں ہر دورا
 انکی پیش رفتیں راضی نے ہن دونوں کو ختم کر دیا
 او ہی ز اندچہ خواہد بُود چاش
 وہ جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کیا ہوگی
 ہائے و ہورا کرد تیغ حق دو نیم
 اللہ تعالیٰ کی گواہی سے خود فنا کے دھڑکے کر رہے ہیں
 خوف فانی شد عیاں گشت آں
 خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی
 نور گشت و تابع خورشید شد
 نور بن گیا اور سورج کے تابع ہو گیا
 و ز فریب شہ نشد مگرہ ایاز
 شاہ کے فریب سے ایاز گروہ نہ ہوا
 کرد او گوہر ز امیر شاہ خرد
 اس نے بادشاہ کے حکم سے مقلی توڑ دیا
 زان امیر غایت حد بلک و فنا
 امیروں سے بہت شہزادہ فریاد بلند ہوتی
 ہر کس اس بُور کو ہر را شکست
 جس نے اس شہزادے کو توڑا

واللّٰم جماعت جملہ از جہل و عی

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے
قیمت گو بہر نتیجہ مہر و دود
دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت

در شکستہ دُرّ امر شاہ را

بادشاہ کے مکہ کے موتی کو توڑا تھا
برخیاں خاطر چرا پوشیدہ شد
ایسی قیمت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن مرا برا باز کہ چرا شکستی جواب دان یا از ایشان
اسی دن کا ایاز کو علامت کرنا کہ تو نے مجھ کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز نے بہت ان نامور

ایاز نے کہا اے نامور سردارو!

امر سلطان بہ بود پیش شما

تمہارے نزدیک بادشاہ کا مکہ بہتر ہے

لے نظرتاں برگہر بر شاہ نے

اے تمہاری نظر موتی پہنے شاہ پر نہیں ہے

من ز شہ بر می نگر دایم بصر

میں شاہ سے نظر نہیں پھرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ آہ

وہ بے گہر جان جو راست کے رنگیں پتھر

بشت سوی لبّیت گل رنگ کن

پہلوں میں سے رنگ کی گویا کی جانب بشت کرے

اندر آدر جو سبور سنگ زن

نہیں میں آجا، شلیا کو پتھر پر مار دے

گر نہ در راہ دیں از رہن مان

اگر تو دیں کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہو

گو بہر امر شہ بود اے ناکساں

اے ناکھو! موتی بادشاہ کا مکہ بہتر ہے

چوں ایازیں راز بر صحران گند

جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا

سرفروانداختند آں سرداران

ان سرداروں نے سر پہ بچے جھکائے

از دل ہر یک دھند آں لہاں

اس وقت ہلکوں آہیں ہر ایک کے دل سے

امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

قیمت میں بادشاہ کا مکہ بہتر ہے یا موتی

یا کہ ایں نیس کو گہر بہر خدا

یا۔ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

قبلة تاں غولست جاہ راہ نے

تمہارا قبلہ چلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من چو مشرک رویے نام در حجر

میں مشرک کی طرح پتھر کی صف میں کرتا ہوں

برگزیند پس نہد او امر شاہ

پس نہ کرے وہ شاہ کا مکہ بھیجے ڈال دے گی

عقل در رنگ آورندہ دنگ کن

عقل رنگ دینے والے میں حیران کر دے

آتش اندر بود اندر رنگ زن

بُہ اند رنگ میں آگ لگا دے

رنگ و بو میرست مانند زنان

عورتوں کی طرح رنگ و بو کی پریشانی نہ کر

جملہ بشکستید گوہر اعیان

تم سب نے ملائے موتی کو توڑا

جملہ از کاں خوار گشتند و ترشد

سب از کاں خوار اور ذلیل ہو گئے

عذر گویاں گشتہ زان لیاں بجا

(دل و جان سے اس بھول پر مذخوب ہو گئے

پچھو دودے پشندے نا آسمان

زمین کی طرح آسمان تک جاتی تمہیں

لہ و آں جماعت سر راہوں

کی جماعت اپنے جہل سے یہ

نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا

اور ان لوگوں نے بادشاہ کا

مکہ توڑا قیمت محبت اور

دوستی کے موتی کو انھوں نے

اس موتی سے زیادہ قیمتی

بسماء احمد شاہ ایاز نے ان

امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ

موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ

کا مکہ!

آہ آئے تفرم لوگوں کا

منظور نظر موتی تھا بادشاہ

کا مکہ نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ

سیدھا راستہ چھوڑ کر صحران

کو بنا لیا۔ من ز شہ بادشاہ

کو چھوڑ کر موتی کی طرف

توجہ کرنا قیمت کا شرک

ہے جسے گہر جو شخص راستہ

کے رنگیں پتھر کو بہتر سمجھے اور

شاہ کے مکہ کو پس پشت

ڈال دے وہ خود بے جوہر ہو

آہ بشت مضوعات سے

روگردانی کر کے صانع کی

جانب توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ

کا ہر کی طرف رخ کر ملاحظہ

پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بو

دنیا کی خوشنوائی راہ کی نکال دے

ہے گو تیرے اصل موتی شاہ

کا مکہ تھا نافرمانی کر کے تم

نے اس کو توڑ ڈالا۔ جملہ

ایاز کی یہ تقریر سن کر سب

امیر خورشندہ اور بیگانہ ہو گئے۔

شرح

واضح ہو کہ اس قصہ میں محمود و آواز محض روپوشی کے لیے ہیں اور اصل مقصود اس معاملہ کا بیان کرنا ہے جو اہل اللہ اور حق سبحانہ کے درمیان

ہوتا ہے۔ اسلئے اس قصہ میں بعض الفاظ و مضامین تو ایسے واقع ہوئے ہیں جن میں ظاہر قصہ کا لحاظ کیا گیا ہے جیسے "امی تو سلطان و خلاصہ امر کنی" وغیرہ اور بعض ایسے جن میں مقصود کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسے "اپنے معلوم تو نبود چیت آں وغیرہ جیسا کہ مضامین آئندہ سے آپ کو معلوم ہوگا اور بعض خطابات و عنوانات تو ایسے آئیں گے جن میں صاف طور پر مقصود کی تصریح ہوگا ان سے یہ امر صاف طور پر کھل جا دیگا۔ کہ مولانا نے آواز سے عبد حقیقی مراد لیا ہے اور محسوس سے شہنشاہ حقیقی۔ جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا تو اب مضمون اول سے آخر تک منتق و منظم ہو گیا اور انتشار کلام جو بادی النظر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے دفع ہو گیا اور تکلف انتقالات کی ضروری نہ رہی۔ محضیں چونکہ اس دقیقہ سے غافل تھے اسلئے انکو

شرح کلام و تعین انتقالات میں سخت دقت پیش آئی ہے قنبرہ۔۔۔ جب یہ مضمون تمہیدی معلوم ہو گیا تو اب جل شاعر سونو مولانا فرماتے ہیں کہ محمود آواز کو پھر خطاب کیا اور کہا کہ اے مشتبہ نژاد شیطان کش آواز جس میں مردی جوانی کم اور مردی عقلی زیادہ ہے۔ تیری کمال عقل کی یہ حالت ہے کہ جس امر کو اتنے اُمر نہ سمجھ سکے وہ تیرے نزدیک ایک بچوں کا کھیل اور نہایت معمولی شے تھا اور اے وہ شخص جو میرے حکم کی لذت سے آشنایا ہے اور جس بابے فائیں یہ حالت ہے کہ میرے حکم کے لیے جان دینے میں بھی دریغ نہیں ہے تو نہایت ہی عجیب شخص ہے۔ [فائدہ: اس مضمون کے الفاظ بھی صاف بکرا رہے ہیں کہ آواز سے عبد حقیقی مراد ہے] محسوس کہ خطاب کو ختم کر کے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ محمود آواز کی اتنی تعریف کرے اور اسلئے اتنے بڑھانے چڑھانے سے واقف ہے تو یہ حکایت سن! تاکہ تو شک شبہ سے جھوٹ جائے اور آواز کو امسلطانی میں جو مزہ آتا تھا اسکا بیان تو ایک پرہیزی بیان کے اندر سن! تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف بالکل صحیح اور بلا مبالغہ ہے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ غزنی اور علیجاہ بادشاہ نے کہا۔ کیا کہا اسکو تو ہم آگے بیان کرینگے پہلے یہ سن لو کہ ایک روز محمود اپنے دربار میں آیا۔ اور راکیں دولت کے لیے حاضر دربار پایا۔ اس وقت اسلئے ایک مجلس موتی نکالا اور وزیر کے ہاتھ

پر رکھا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ اس نے کیا کہا اس نے کہا کہ اے وزیر یہ موتی کیسا ہے اور کس قیمت کا ہوگا وزیر نے جواب دیا کہ حضور! یہ موتی اشرفیوں کے سو گونوں سے بھی زیادہ قیمت کا ہے جب اس نے یہ کہا کہ تو مجھ کو نے حکم دیا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے کہا کہ حضور بھلا میں کیسے توڑ دوں۔ میں خزانہ سلطانی اور دولت شاہی کا خیر خواہ ہوں۔ ایسی حالت میں میں کیسے جائز رکھ سکتا ہوں کہ ایسا انمول موتی ضائع ہو جائے محمود نے اسے شاباش دی اور خلعت سے فرما کر کیا اور موتی اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ اُس وقت جو کچھ پہننے ہوئے تھا اس نے وہ سب وزیر کو دیدیا۔

اس کے بعد اس نے لوگوں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگایا تاکہ یہ اقتدار کے ذہنوں سے بھل جائے اس کے بعد اس کو دربان کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا کہ خریدار کی نظر میں یہ کتنے کا ہوگا اس نے جواب دیا کہ حضور! کی سلطنت کا نصف اس کی قیمت ہوگی یہ سن کر محمود نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! جس کی تلوار آفتاب کی طرح چمک رہی ہے اس کا توڑنا نہایت ہی قابلِ فحش ہے اچھا اب اس کی قیمت کو جانے دیجئے اس کی چمک دمک ہی کچھ لیجئے کہ روز روشن کا نور اس کے تابع ہے ایسی حالت میں میرا ہاتھ اس کے توڑنے کے لیے کیسے ہلے گا اور میں اسے کیسے توڑوں گا میں خزانہ شاہی کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا بادشاہ نے اس کو خلعت دیا اور اس کا وظیفہ بڑھا دیا اور اس کے عقل کی بہت کچھ تعریف کی تھوڑی دیر کے بعد اس کو داروہ عدالت کے ہاتھ میں دیا اس نے بھی یہی جواب دیا جو اوروں نے دیا تھا اور دیگر اُمراء نے بھی۔ ایسا ہی کیا اس نے سب کو بیش بہا خلعتیں عطا کیں اور سخاوتیں بڑھا دیں اور اس طرح ان ذیلیوں کو راہِ راست سے ہٹا کر کنوئیں میں گرادیا۔

خبریں خلاصہ یہ ہے کہ پچاس ساٹھ اُمراء نے وزیر کی تقلید میں موتی کے توڑنے کا حکم کر دیا۔ اس موقع پر استطراداً اتنا سمجھ لو کہ گو عالمِ تقلید سے پُر ہے اور اس کا چارہ بھی نہیں کیونکہ تحقیق کے لیے بھی اول تقلید کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے کہ گویا کہ عالمِ ستونِ تقلید ہی پر قائم ہے لیکن ہر مقلد کو امتحان میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس لئے تقلید پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کو تحقیق کا ذریعہ بنا کر درجہ تحقیق حاصل کرنا چاہیئے۔

جب یہ مصنونِ استطرادِ حتم ہوا تو اب سمجھو کہ جب بادشاہ نے تمام اراکینِ دولت کا امتحان کیا تو ہر ایک بہت کچھ مال و دولت اور خلعت لے گیا اور اس طرح وہ موتی

تمام حلقہٴ اراکین دولت میں گشت کر گیا۔ یہاں تک کہ وہ آخر میں حقیقت شناس ایاز کے ہاتھ میں آیا اور بادشاہ نے اس کو کہا کہ اے صاحب بصیرت ندیم! ان سب نے ایک ایک کوکے موتی دیکھ لیا۔ اب تم بھی اس کی شمع کو دیکھ لو۔ اور یہ بتلاؤ کہ یہ موتی اس چمک اور کمال کے ساتھ کس قیمت کا ہوگا اس پر ایاز نے جواب دیا کہ میں جو کچھ بھی ہوں اس کی قیمت زائد ہوگی۔ جب اس نے یہ کہا تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو۔ اس کی آستین میں پتھر موجود تھے اس نے نکالتے ہی اس موتی کو وہیں چور چور کر دیا۔ اور ایسا کرنا ہی ٹھیک بھی تھا اب یائوں کہا جائے کہ اس کی بادولت طالع کے موافقت سے اس کو یہ نادر حکمت سوجھ گئی یا یوں کہا جائے کہ اس کی خواب میں یہ واقعہ دیکھ لیا تھا۔ غرض کچھ بھی ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اس آستین میں دو پتھر چھپا رکھے تھے۔ اور اس واقعہ میں اس کی حالت یوسف علیہ السلام کے مشابہ تھی جن کو اپنے معاملہ کا نتیجہ خدا کی طرف سے کونویں کے اندر ہی معلوم ہو گیا تھا۔ یہاں سے مولانا فضیلت مآل دے کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسن مآل کا علم ہو جانا نہایت عجیب چیز ہے کیونکہ جس کسی کو فتح و ظفر

پیغام دیدیتی ہے یعنی اس کو اپنی فتح کا علم ہو جاتا ہے اس کے نزدیک کامیابیاں اور عارضی ناکامیاں سب برابر ہو جاتی ہیں اور جس کو وصل یار کا اطمینان ہو چکا ہے اور گویا کہ اس طرح وصل یار اس کے پاس رہین ہو جاتا ہے اس کو اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خوف نہیں ہوتا اور جس کو یہ اطمینان ہو جائے کہ بازی میں ہی جیتوں گا اس کے نزدیک گھوڑے یا خیل کا مارا جانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اگر طالب اس کے اس کا گھوڑا لے جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ مقدمہ ہے اس کی فتح کا۔ کیونکہ اس کے لئے اس بازی کا راستہ کھلتا ہے جس سے وہ اپنے حریف کو شکست دے گا۔ ایسی حالت میں اس کو گھوڑے کے مرنے کا کیا رنج ہو سکتا ہے کیونکہ آدمی کو گھوڑے سے رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو کچھ تعلق ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ پس جبکہ ترقی اس کے مرنے کی صورت

میں یہی حاصل ہے تو اس کا مرنا اسکو کچھ صدمہ نہیں پہنچا سکتا۔
 جب یہ مضمون معلوم ہو گیا۔ تو اب تم کو چاہیئے کہ تم صورتوں کے لئے زحمت
 نہ اٹھاؤ اور صورتوں کے لئے درد سر کیے بغیر معنی حاصل کرو۔ کیونکہ مقصود صورتیں
 نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود حقیقت ہے جیسے کہ شطرنج میں اصل مقصود باقی گھوڑا
 نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصود مات دینا ہے پس جس طرح شطرنج باز حصول فتح
 کے لیے باقی گھوڑے کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کو مراد دیتا ہے یوں ہی تم بھی حقیقت پرورتوں
 کو قربان کرو اور لذات روحانیہ کے لیے لذات جسمانیہ کو چھوڑ دو اور آخرت کے لئے
 دنیا کو وغیرہ وغیرہ۔ ہاں تو تم نے اوپر کہا تھا کہ مال بے اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ
 خیال نہیں ہوتا اور اس مضمون کو ہم نے واقعات ثابت کیا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ نہ ابد خنک چونکہ مال
 کا رے مافات ہوتا ہے اسلئے اُسے نتیجہ کی فکر ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے کہ قیامت میں ہمارا
 انجام کیا ہوتا ہے مگر عارف آغاز سے واقف ہوتے ہیں اسلئے انکو نتیجہ کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی۔ یہ
 ضرور ہے کہ پہلے اہل عرفان بھی امید و بیم کی حالت میں ہوتے ہیں مگر اسکے آغاز دانی اس امید و بیم کو
 چٹ کر جاتی ہے دیکھ اجوش شخص ہوتا ہے وہ مال کا رو دیکھتا ہے اور جانتا ہے
 کہ انبار غلہ کیا ہو گا اسلئے اسکو اس کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی پس چونکہ عرفا بھی
 آغاز دانی کے سبب مال کا رے واقف ہوتے ہیں اسلئے وہ بھی امید و بیم کے مخصوص سے
 نجات پا جاتے ہیں اور تیغ حق اسکی شور و شغب اور صانے وائے کا خاتمہ کر دیتی ہے
 اور گو ابتداء میں ان کو بھی خلا سے امید و بیم دونوں ہوتے ہیں۔ مگر آخر میں خوف فنا ہو
 جاتا ہے اور صرف امید نظر ہو جاتی ہے اور خوف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ تمام امید
 ہو جاتا ہے اور خوف سرا یا نور بن کر تابع خورشید امید ہو جاتا ہے۔
 (فائدہ: تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ جب تک آدمی محجوب ہوتا ہے اس
 وقت تک اسکو نجات و عدم نجات کے بارے میں غلبان رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ
 دیکھئے نجات ہوگی یا نہیں لیکن جب وہ عارف ہو جاتا ہے تو اس وقت اسکو نجات کی

طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ غلبان جو پیشتر تھا دفع ہو جاتا ہے۔ اطمینان سے مراد ہماری یقین منہیں ہے بلکہ محض سکون قلب مراد ہے اور وجہ اس اطمینان کی یہ ہوتی ہے کہ اس کو حق سبحانہ کے وعدہ پر اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ بدوں جرم کے سزا نہ دیں گے پس وہ نجات کی طرف سے توبے فکر ہو جاتا ہے اب جو کچھ فکر ہوتی ہے وہ اس کی ہوتی ہے کہ اعمال میں کوئی خرابی نہ آئے اور وہ اپنے اعمال کو درست رکھتا ہے اور انکی درستی کی خود بھی کوشش کرتا ہے اور حق سبحانہ سے اس میں مدد لیتا ہے اور جبکہ وہ حق سبحانہ کی عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی توفیق اور امداد کو اپنے شامل حال پاتا ہے تو اس کو اعمال کی طرف سے بھی اطمینان ہو جاتا ہے اور اب اس کو نجات کے متعلق بالکل غلبان نہیں رہتا لیکن چونکہ عقلاً وہ یہ جانتا ہے کہ نہ فی نفسہ مجھ سے صدور معصیت کفر وغیرہ نامکن ہے اور نہ حق سبحانہ پر میری حفاظت واجب ہے اور نہ اس کی میری حفاظت کا قطعی طور پر وعدہ کیا ہے اس لیے عقلی خوف اس کو ضرور ہوتا ہے پس اس تقریر پر مولانا کا کلام خلاف حدیث الایمان بین الخوف والترجاء نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

خیبر: آیا زانتاجن شاہ سے واقف تھا اس لیے اس کی وہی کیا جو بادشاہ چاہتا تھا اور اس کے دھوکہ سے مغالطہ میں نہیں پڑا۔ اور خلعت اور وظیفہ نے اُسے گمراہ نہ کیا بلکہ اُس نے بحکم شاہی موتی کو توڑ دیا۔ جب اس کی وہ خاص موتی توڑا تو امیر نے چلانا شروع کیا کہ اسے یہ کیلے باکی ہے کہ ایسا بیش بہا موتی توڑ دیا گیا۔ واللہ وہ شخص نہایت کافر نعمت شاہی ہے جس نے ایسے بیش بہا موتی کو توڑ دیا۔

اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایاز کے خلاف شور و شر کرتے ہیں جس کی حکمت شاہی سے ایک موتی کو توڑ دیا تھا۔ حالانکہ خود انہوں نے اپنی جہالت اور اندھے پن سے امیر سلطانی کے موتی کو توڑ دیا ہے یہ روش ان کی نہایت غلط ہے کیا مہر و محبت اور خلوص و وفا کا نتیجہ فی الواقع قیمت گوہر ہے۔ جس کی رعایت کو وہ اپنی محبت و وفا کا۔

اور جس کا خیال نہ کرنے کو ایاز کے نمک حرامی کا شاہد بناتے ہیں ہرگز نہیں پس سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے زیرک طبیعتوں پر اتنی کھلی ہوئی بات کیسے معنی رہی۔

اسکو ختم کر کے مولانا ایاز کے جواب کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اے معزز سزاوار! تم بتلاؤ کہ کیا امر شاہی زیادہ قیمتی ہے یا موتی اور خدا کے لیے تم مجھے بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک امر سلطانی اچھا ہے یا یہ عمدہ موتی۔ صاحبو! تمہاری نظر موتی پر ہے اور بادشاہ پر نہیں ہے اور تمہارا قبلہ توجہ راہ راست نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو کہ تم کو راہ راست سے ہٹاتا ہے مگر میں تو بادشاہ ہی پر نظر رکھوں گا اور اس کی اپنی نظر نہ ہٹاؤں گا اور مشرکین کی طرح ایک پتھر کی طرف رُخ نہ کروں گا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے کمال ہے وہ شخص جو کہ رنگین پتھر (حطام دنیا) کو قبول کرے۔ اور امر حنی سُبْحَانَهُ کو پس پشت ڈال دے اس کی کوئی کہے کہ اے بے وقوف تو حسین معشوقوں وغیرہ کی طرف سے منہ موڑ لے اور اپنے عقل کو رنگ پیدا کرنے والے کے مشاہدہ جمال میں متخیر نہ کر۔ اور گھڑے کو توڑ کر نندی میں گھس جا یعنی مطلوبات خسیہ کے بُو و رنگ کو آگ لگا۔ اور ان کی معدن کو مطہر نظر بنا۔ اور اگر تو راہ دین کا ڈُکھ نہیں ہے تو مرد بن اور عورتوں کی طرح رنگ بُکھ کو مقصود نہ بنا۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ ایاز کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا۔ کہ اصل گوہر تو امر شاہ ہے لیکن تم نے کھلم کھلا اس موتی کو توڑ دیا اور تمہیں اس کا کچھ بھی خیال نہ ہوا۔ میں نے ایک پتھر کو توڑا وہ بھی حکم شاہی سے تو تم مجھ پر ملامت کرتے ہو کتنی نا انصافی کی بات ہے پس جبکہ ایاز نے اس راز کو کھولا ہے تو تمام امیر ذلیل اور پریشان ہو گئے اور دل سے اپنی بھول کا عذر کرتے ہوئے سب نے مارے شرم کے سر جھکا لئے۔ اور ہر شخص کے دل سے اس وقت مارے غم کے سیکڑوں آہیں دھوئیں کی طرح آسمان پر جا رہی تھیں۔



۱۵۔ عقد مصنت کرنے کے کہ کم سے ہر چہ بڑی اور ہر ایک آپس میں ہو گا۔

۱۶۔ کردہ شاہ نے بن سزلا کی نافرمانی پر ان کے تین حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کیسے میری جس کے ہاتھ ہیں ہیں ان سے جس کو پاک کرنا چاہیے انہوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی بھی پر ایاز شاہی محنت کی گرفت و دڑا اور اس کے سامنے ہڑ کر کے سفارش کرنے لگا۔ قباد - نوشیرواں کے باپ ۱۷۔ ام سے ہر ہر بڑے بادشاہ کو کہ دیا جاتا ہے۔

۱۸۔ اتے ہمای۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ مجھ میں دیکھ کر جس قدر ہمایوں آن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کریم حاصل کیا ہے آپ اس قدر بخشنے ہیں کہ کچھ شرمیلے سے اپنا لباس پاک

آپ کا عفو اور رحمہ جہاں کو مغفرت سے پرستیم ہو رہی ہے اور درویشان آپ کے عفو کی بنیاد پر شہر و دیہات میں ہیں۔

۱۹۔ جز۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کو سہارا لے کر کرتا ہے۔

قصہ گردن شاہ بقتل امر و شفاعت گردن ایاز پیش بادشاہ ۱۷۔ ایاز کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور محنت کے سامنے ایاز کا سفارش

تخت کے العفو اولے

کہا کہ صاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کہ زرد دم اس خاں پاک کن کہ ان کینوں کو میرے دربار سے صاف کر دو کہ پے سنگ امر مارا بش کنند جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں بہر رئیس سنگ شد حوار و کسا رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کمزور ہو گیا پیش تخت آں اے سلطان نیکوید سلطان اہل علم کے تخت کے سامنے بڑھ کر گیا

کے قبائے از تو حرج آرد شکفت کہ شاہ! کہ تجھ سے آستانِ توبہ صاف ہے از تو دارند و سخاوت ہر سخی اور تمام سخی سماعت تجھ سے حاصل کرتے ہیں محو گرد و پیش اشارت نہاں تیرے تخی اشارت کے آگے مہر جاتے ہیں از خجالت پیر من را برودید شہر مندگی سے باس پاک کر ڈالا رُو بہاں بر شیراز عفو تو چیر تیری سمانی سے کوثرانِ شیر بہ غالب ہیں

ہر کہ با امر تو بیبا کی کند جو شخص تیرے حکم پر بیبا کی کرے از و فو عفو گست اے عفو راں اے سمانی بے دالے تیری سمانی کی کثرت کی وجہ سے ہے

کہ اشارت مشہ بجلاد کہن شاہ نے بڑانے جلاد کو اشارہ کیا اس خاں چلا تھی صدر مند یہ کیسے کیا میرے دربار کے لائق ہیں امر با پیش چنیں اہل فساد ایسے فسادوں کے نزدیک ہمارا حکم پس ایاز مہر افرا بر جبید بہر محبت بڑھانے والا ۱۰۔ ایاز امشا

سجدہ کر دو گلوئی خود گرفت سجدہ کیا اور اپنا سر اٹھا پکڑا اے ہمای کہ ہمایاں فرستنی اے ہمایا! کہ سب ہمایا برکت۔ اے کریمے کہ کر مہائے جہاں اے وہ کریم کہ جہاں کے کریم سے نیچے کر گئی شہرخت جو دید اے وہ صاحبِ نعمت کہ جب بھی شہر خاں نے تجھے از عفو رتی تو غمراں چشم سیر تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے

جز کہ عفو تو کرا دارد سند تیری سمانی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے، غفلت و گستاخی اس مجراں ان خطا داروں کی غفلت اور گستاخی

شہنشاہ بادشاہ نے جلا کو حکم دیا کہ ان نااہلوں کو میرے دربار سے صاف کر دے۔ یہ نااہل میرے دربار کے کیا قابل ہو سکتے ہیں؟ کہ ایک پتھر کے لیے ہمارے حکم کو توڑتے ہیں اور ہمارا حکم ان خراب لوگوں کے نزدیک ایک رنگین پتھر کے لیے بے وقعت اور ناقابل قبول ہو گیا جب بادشاہ نے یہ حکم دیا۔ تو ایاز مشفق اپنی جگہ سے فوراً اٹھا۔ اور دوڑا ہوا اس عظیم الشان بادشاہ کے تخت کے سامنے آیا۔ اور آداب شاہی بجالایا اور مطابق رسم دربار اپنے گلے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اے وہ کیقباد جس کی رفعت و علو مرتبت سے آسمان بھی متعجب ہے اور اے وہ پٹا جس سے اور پٹا سعادت حاصل کرتے ہیں اور جس پر سخی سخاوت حاصل کرتا ہے اور اے وہ کریم! جس کی بخشش کے سامنے تمام عالم کے کرم محو اور مخفی ہو جاتے ہیں۔ اور اے وہ پاکیزہ! جس کو گلِ سُرخ نے دیکھا تو شرمندگی سے اپنا پیرا ہن سُرخ و لطیف پھاڑ ڈالا۔ آپ کی بخشش سے۔ خود بخشش سیرِ حشم ہے کہ وہ کسی کے جرم کو خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ نظر میں نہیں لاتے

شیر پر غالب ہیں یعنی یہ مجھ خود حضور والا کے سامنے گستاخی کرتے ہیں آپ ان مجرموں کا قصور معاف فرما دیجئے اور ان کی جان بخشی کیجئے۔ بھلا جو حضور کے حکم ساتھ گستاخانہ برتاؤ کریگا وہ حضور کے عفو کے سوا کس پر بھروسہ کر سکتا ہے کسی پر نہیں پس ان مجرموں کی غفلت اور گستاخی حضور ہی کے عفو سے ناشے ہے۔
دعا نکلا: ان اشعار میں صورتِ قصہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

غفلت۔ آفاق رحمت اللہ
عفو کی غفلت ظاہر کر
عساکر اور فاعلِ نادانی
ہے، جب انسان کو انہیں
ذکر رہی ہوں تو وہ غلط
فاعل ہوتا ہے۔ بیشخص
آفاق بہت سا عفو ظاہر
میں بیماری پیدا کرنا ہے

کہ بردِ تعظیم از دیدہ رمد
بہر کی نہیں دکھا، نگاہوں سے تعظیم ختم کر دیتا
زاتِ تعظیمِ گردِ سونختہ
تعظیم کی آگ سے مل جاتا ہے
سہو و نسیاں از دلش بیرں جہند
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

و انما غفلت ز گستاخی و مد
غفلت بیشک گستاخی سے پیدا ہوتی ہے
غفلت و لیان بد آموزتہ
سیکس ہوتی بڑی غفلت اور بھول
ہیبتش بیداری و فطنت
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ بھرا کرتی ہے

شرح

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیشہ غفلت ترک تعظم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ لحاظ غفلت کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ کی بیماری کو کھودیتا اور نظر کو تیز کر دیتا ہے اور خوف آدمی کو بیداری اور کچھ عطا کرتا ہے اور اس سبب سہو اور نسیان دل سے بالکل نکل جاتا ہے۔ دیکھو! ٹوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی بدیں خیال کہ کوئی ہماری گڈری نہ اتار لے جائے پس جبکہ گڈری کے خوف سے نیند آ جاتی ہے۔ تو جان کے خوف کے ساتھ نیند یا بھول کیسے ہو سکتی ہے یہ دلیل تو عقلی تھی اب ہم اس کا ثبوت قرآن سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں لَا تَقْضُوا آخِذًا فَإِنَّ لَّسَيْنَا أَوْ اِخْطَاؤَنَا شَاہِد ہے اس بات کا کہ خطا و نسیان ہی ایک حیثیت سے گناہ ہیں۔ ورنہ .. دروغ است مدافعی کے کیا معنی اور ماہر اس کا یہ ہے کہ ناسی اور غلطی نے عظمت حق سبھا کا لحاظ کامل نہیں رکھا۔ ورنہ خطا و نسیان اس پر حملہ نہ کرتے۔

یہ ضرور ہے کہ خطا و نسیان اضطراری ہیں مگر اختیار سبب یعنی ترک تعظیم میں تو وہ مختار تھا پھر اس تعظیم میں کیوں کوتاہی کی جس کا اثر یہ ہوا کہ نسیان یا سہو خطا پیدا ہوئے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے وہ مست جو مستی میں جرائم کا ارتکاب کئے اور کہے کہ میں معذور تھا کیونکہ اس کا جواب صاحب حق یہ دے گا کہ ہم نے مانا کہ مستی کی حالت میں تو مجبور تھا لیکن اس اختیار کے زوال کا سبب تیری طرف سے تھا پھر تو نے اس کا ارتکاب کیوں کیا۔ بخودی خود نہیں آئی تھی۔ بلکہ تو نے خود اسے بلایا تھا اور تیرا اختیار خود نہ زائل ہوا تھا۔ بلکہ تو نے خود اسے زائل کیا تھا لہذا تو معذور نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر مستی یا تیری کوشش کے طاری ہوتی تو حق سبحانہ جو کہ روح کو مست کرنے والے ہیں تیرے عہد کا لحاظ رکھتے۔ اور اس تجھ پر عہد شکنی کا الزام نہ لگاتے اور خود تیرے حامی اور تیری طرف سے معذرت کرنے والے ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اسلئے تو معذور نہیں ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں مست حق کی لغزش کا قائل ہوں کہ اسکی خطا بھی صواب

عفو کا عالم دوزخ
تمام جان کی معافیاں ایک دوزخ ہیں
عفو کا لغت شناسی عفو تو
تمام معافیوں سے تیری معافی کی تعریف کی ہے
جان شان بخش زخوشان ہم مل
ان کی ہاں بکند سے اور پے آپے انکو معفو نہ کر
رحم کن برے کر مئے تو بدید
اس پر دم کر جس نے تیرا دوا کر گیا ہے
از فراق و بجز میگوئی سخن
تو سراق اور جدائی کی بات کرتا ہے
در جہاں نبود تراز و جزیار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے
صد ہزاراں مرگ تلخ شصت تو
ساتھ دے کے لاکھوں کر دی موتیں
تلخی بجز از ذکر و از اناث
مزدوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کر
بر امید وصل تو مردن خوشست
تیرے وصل کی امید پر مرنے کا ہمسلا ہے
عفو کا عالم دوزخ
تمام جان کی معافیاں ایک دوزخ ہیں
عفو کا لغت شناسی عفو تو
تمام معافیوں سے تیری معافی کی تعریف کی ہے
جان شان بخش زخوشان ہم مل
ان کی ہاں بکند سے اور پے آپے انکو معفو نہ کر
رحم کن برے کر مئے تو بدید
اس پر دم کر جس نے تیرا دوا کر گیا ہے
از فراق و بجز میگوئی سخن
تو سراق اور جدائی کی بات کرتا ہے
در جہاں نبود تراز و جزیار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے
صد ہزاراں مرگ تلخ شصت تو
ساتھ دے کے لاکھوں کر دی موتیں
تلخی بجز از ذکر و از اناث
مزدوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کر
بر امید وصل تو مردن خوشست
تیرے وصل کی امید پر مرنے کا ہمسلا ہے

فراق کی تلخی

شرح

عکس عفو سے زخوش ہر پہر
لے دے ذات اگر ہر دھڑ تیری معافی کا عکس ہے
نیست کفوش اینھا الناس اتقوا
اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے لے دے لوگو! دور
کام شیرین تو اندلے کامراں
لے دے نارنگی! وہ تیرے شیریں مقاصد میں
فرقت تلخ تو جوں خواہد چشید
وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے پیچھے چلا
ہر چہ خواہی کن ولیکن اس کن
جو چاہے کر، بسک یہ نہ کر
ایں سخن از عاشق خود گوشدار
اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ
نیست مانند فراق شست تو
تیرے ملحد (دُلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں
دور دار لے مجرماں و استغاث
لے خطا کاروں کے فریادیں! دور رکھ
تلخی بجز از فوق آتش ست
تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے



یہاں سے پھر شفاعت ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
ایاز نے کہا کہ تمام عالم کی معافیاں آپ کی عفو کے مقابلہ میں بالکل پتیر
اور آپ کی عفو کا عکس ہیں اور جو کچھ کسی کو ملا ہے وہ آپ ہی سے ملا ہے اور تمام عفو
آپ کی عفو کے مداح ہیں (پس) لوگو چونکہ عالم میں اس کی عفو کا کوئی ہمسر نہیں ہے
اسلئے تم اپنے عفو کو اس کے عفو کے برابر کہنے سے بچنا) آپ ان کی جان بخشی فرمائیں

اور انکو اپنے دربار سے نکالیں ہی نہیں کیونکہ یہ آپ کے ارکان دولت اور آپ کی ...
 کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کا روئے مبارک دیکھا ہے۔ آپ ان پر رحم
 فرمائیں۔ اور آپکو اپنے سے جُدا نہ کریں۔ کیونکہ وہ آپ کی ناگوار جدائی کا مزہ کیسے چکھ سکیں
 گے۔ آپ مفارقت اور جدائی کا نام لیتے ہیں۔ آپ ایسا نہ کریں اور اسکی سوا آپ جو کچھ
 چاہیں کریں مگر یہ نہ کریں۔ اور آپ اپنے عاشق کی اس بات کا خیال رکھیں کہ دنیا میں
 کوئی چیز دوست کی جدائی سے بدتر نہیں ہے۔ لاکھوں نہایت ناگوار موتیں آپ کے
 پھٹکے سے جدائی کے برابر ناگوار نہیں ہو سکتیں پس اے مجرموں کے فریادرس! آپ۔
 مردوں اور عورتوں سے تلخی، ہجر کو دور رکھیے اور انکو اپنے وصال سے بہرہ مند رکھیے
 کیونکہ آپ کا وصل اتنا مرغوب اور محبوب ہے کہ اس کی اُمید میں مرجانا بھی بہتر ہے اور
 آپ کا فراق اتنا ناگوار ہے کہ اسکی ناگواری آتش و زرخ سے بڑھی ہوئی ہے۔

(فائدہ: ان اشعار میں مولانا نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو اشارہ کرتے
 ہیں اس طرف کہ اس قصہ میں محمود سے مراد حق سبحانہ ہیں اور یاز سے عبد حقیقی۔ اور
 اس قصہ سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ اور حق سبحانہ کا آپس کا تعلق ظاہر ہو۔

اے گزشتہ کا فریبی بہتر میں
 یہ کہے گا کہ آپ کی نظر کو ہر
 قہر میں گوارا ہے۔
 ساحراں۔ آپ کی نظر کرم
 نے زمروں کے جادو گروں
 کے لئے باق پاؤں کو ادینا
 آسان کر دیا اور انہوں نے
 آپ کی مشیر میں نظر کر لیا
 باق پاؤں کے خون کا بد بکھا
 بقیہ رب فروں نے
 ساحروں کو قتل کرنے کی جگہ
 دی تو انہوں نے کہا ہاتھ
 باند لگنے میں کوئی ممانعت
 نہیں ہم اپنے رب کی بات
 ٹوٹ رہے ہیں۔ چرخ ہی
 نعرہ سے آسمان میں رقص
 کرتے لگا۔

گہر میں گویہ میان آں سقر
 دوزخ کے دریاں کا فرکہ رہا ہے
 کاں نظر شیریں کندہ رنجبات
 کیونکہ وہ نظر غلوں کو شیریں بنا دینے والی ہے
 چرخ غم بُدے گرم کر دے نظر
 اگر وہ جو بر نظر کرینا، مجھے کیا غم رہتا
 ساحراں! خون بہائے دست و پا
 ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا غریبا ہے

تفسیر گفتن ساحراں فرعون را در وقت سیاست کہ
 سزائے دقت فرعون سے ساحروں کے۔ کوئی نقصان نہیں بینک ہم اپنے
 لَا ضَرَّ لَنَا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلَبُونَ
 نبی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ کہنے کی تفسیر

نعرہ لا ضَرَّ لَنَا شَنِيد آسمان
 آسمان نے۔ کوئی ضرر نہیں۔ کا نعرہ شننا
 چرخ گئے شد پئے اُل صوبال
 اس پئے کے لئے آسمان گہند ہی گیا
 لطف حق غالب بود بر قہر غیر
 دوسرے کے قہر خداوندی کا حکم غالب
 فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں

۱۱ حضرت۔ مار کر دی۔
 اگر تو ہمارے اس جذبہ کو
 سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ
 دیتا۔ جتنے انگلیکروں نے
 جب حبیب بھارت حضرت
 میمن کے حواری کو شہید کیا
 تو انہوں نے فرمایا کہ شش
 میری قوم اس بات کو جان
 لیتی کہ میرے دل کی میری
 مغفرت فرمادی اور مجھے
 معذور بنا دیا۔ انہوں نے شہر
 باہر سے جس کو انھوں نے
 ایک دیکھا تھا۔
۱۲ فرقہ یعنی شہنشاہی
 نے تھیں۔ وہ شہنشاہی
 فرعون کی کسی غلامی نہیں ہے
 جس کا نام۔ ان جاد
 موں نے کہا تھا کہ غلامی
 غلامت سے شہنشاہ اور
 جادری پائندہ اور غلامت
۱۳ تو ان فرعون قوم
 کہا تھا کہ شہنشاہ اور
 ماحوں نے کہا تو ان کا
 رب دونوں کی حقیقت سے
 بے پروا ہے۔ آنا ہے جو
 فنا کے بعد صل ہو تو جس سے
 نادان ہے۔ رب تو رب
 کی حقیقت سے ہی نادان
 ہے جو بھی راہ کے گواہی
 سے غور نہ ہو وہ رب کیسے
 ہو سکتا ہے۔ اتنا ہم اس
 امانیت کو جب حاصل ہوتی
 ہے جب ان ہی امانیت
 اور خودی کو چھوڑ دیتے جو حقیقت
 اور حقیقت سے پر ہے۔
۱۴ آن۔ تیری امانیت
 خودی نے ہوئے ہے تو جس
 ہے جو ان کا وہ حاصل کر کے
 میں ہندو جادری امانیت ایک
 دولت ہے۔ مگر حقیقت تیری

گردانی ستر ماراے مفضل
 لے کر کر کے دے۔ اگر تو ہمارا راجہ نہ
 ہیں بیا اس سو بیکیاں رغوں
 خبردار۔ دھڑا دھڑا۔ باج
 داد مارا فضل حق فرعون نے
 اشد اتالی، کے فضل نے ہیں فرعون مٹا کر
 سر پر آؤ ملک میں زندہ چلیں
 شہنشاہ زندہ اور مالیشان سلطنت کو دیکھ
 گرتو ترک اس نجس خرقہ کٹی
 اگر تو جس ناپاک ستر سے کو چھوڑ دے
 ہیں بدراز مصر لے فرعون دست
 خبردار! لے فرعون! لے تو اٹھا لے
۱۵ تو ان اذہ راہی گوئی بعام
 تو عام سے۔ "میں خدا ہوں" کہتا ہے
 رب بر مروبوب کے لرزاں بود
 پروردگار زہر پر و شمس سے کہ رہا ہے
 نیک انا ما یم رستہ از انا
 دیکھ! "انا" ہم ہیں۔ "انا" سے چھوڑے ہوئے
 آن اناے بر توئے سنگ شکم بود
 لے گئے! وہ "انا" تیرے لئے نہیں تھی
 گرنہ موت لیں انا کے کینہ کش
 اگر یہ کینہ نکالے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا
 شکر آں کز دار فانی میسریم
 اس کا شکر ہے کہ ہم دار فانی سے چھوڑ دیے
 دار قتل ما براقی رحلت است
 ہمارے قتل کی سولی سفر کا بران ہے

میرا ہی ماں زرنج لے کو دل
 لے دل کے اندر! ہمیں تیری نعمت دیتا
 میزند یا لکنت قومی یعلکمون
 مکاش میری قوم جان نہیں۔ جس کا ہے
 نے جنہیں فرعون نے بے عوینے
 وہ فرعون نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو
 لے شکہ غرہ بمصر رود نیل
 لے، مصر اور دریائے نیل پر معذور
 نیل را در نیل جاں غرقہ کنی
 تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈوب دے
 در میان مصر جاں صد مصر مت
 جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں
 غافل از ماہیت این ہر دو نام
 ادا کہ تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے ناخبر
 کے انا داں بند جسم و جاں بود
 "انا" کو جانتے والا جسم اور جان کا باندک ہوتا
 از اناے پربلائے پیر عنت
 اس "انا" سے جو عنت (اور استغاثہ) پر
 در حق ما دولست محتوم بود
 ہمارے حق میں یقینی دولت تھی
 کے زوے برا چنیراں قبال خوش
 تو ایسا اچھا نصیب ہیں کہ حاصل ہوتا
 بر سر ایں دار پندت میسریم
 اس سولی پر ہم جسے نصبت کر رہے ہیں
 دار ملک تو غرور و غفلت است
 تیرا دار السلطنت، غرور اور غفلت ہے

کو کہ لے مہ اور میں کی سلطنت پر غور نہ کر۔ اگر تو اس حق سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری مدد میں
 اس قدر دست پیدا ہو جائے گی کہ وہ دنیا بھر میں جس میں غرق ہو جائے گا۔ جہی برابر ساموں نے
 فرعون سے کہا کہ اس مہر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر اٹھ آ جائیے۔

می قذابیں غفلتہا در افتقاد
درفغا کے دحلول و اتحاد
جسہر میں = عقلیں جاگرتی ہیں
گرہے اور ملول و اتحاد میں

ہوگی۔ اندر میں۔ اس بحث میں
کفتا اپنی آنا غم کرنے کے بعد
ماصل ہوئی ہے عقل و مشائ
نہیں کرتی ہے لہذا ۱۱۰۰
قرالین رانفا جو دلائل عقل
پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین
کے اسرار کے سب سے بڑے
عالم ہوتے۔ ایک۔ یہ مسائل
ذولی ہیں جس نے انکا مزاج کیا
وہ انکی حقیقت تک نہیں پہنچ
سکتا ان مسائل میں دلائل
مندی حیرت میں اور اضافہ کر کے
ہیں۔ ایمان۔ حقیقی آنا کا علم
فکے بعد واضح ہو چکا ہے۔

در افتقاد اگر عقل عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائے گا تو انسان ملول اور اتحاد سے عقیدوں میں مبتلا
ہو جائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجود عبد کے بغیر صفات رب کیساتھ متصف
ہوا ہے عقل کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجود عبد کو اپنا ممل جانتے ہیں یا عبد اور رب
میں اتحاد ہو جانے کی صورت ہے۔



شرح
یہاں سے مولانا اپنے مقصود کی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون
بالا سے کثایت تم کو حق سبحانہ کے فراق کی سختی معلوم ہوئی ہے اور اس میں
دعوائے کیا گیا ہے کہ اسکی ہجر کی سختی آتش دوزخ سے بڑھ کر ہے اب اس کثایت کی توضیح
اور اس دعویٰ کی دلیل سنو: کفار دوزخ میں کہیں گے کہ اگر آپ ہم پر نظریعتاً کہتے
تو پھر ہمیں دوزخ کا بھی ملال نہ ہوتا وجہ اسکی یہ ہے کہ نظریعتاً تکالیف کو نہ تو
بنا دینے والی اور ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا خون بہا ہے۔ چنانچہ جب فرعون نے جادو گروں
کو سولی دینے اور پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی تو انہوں نے آپ کی نظر کے شوق میں اس کی کچھ پڑا
نہیں کی۔ اور لاضیور کا اس قدر زور سے نعرہ لگایا کہ اسکو گوش فلک نے بھی سن لیا اور اس
بلا کے سامنے آسمان بھی گیند ہو گیا (یعنی یہ نعرہ آسمان سے یوں ٹکرایا جیسے بلا گیند سے ٹکراتا
ہے یا یہ کہ اس کو سنکر آسمان یوں رقص کرنے لگا۔ جیسا کہ گیند بلے سے رقص کرتی ہو
واللہ اعلم) اور انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ فرعون کی مار سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے
کیونکہ حق سبحانہ کی ہم پر عنایت ہے اور خدا کی عنایت دوسروں کے غصہ پر غالب ہے
اسکی بعد انہوں نے فرعون کو خطاب کیا اور کہا کہ او گمراہ کرنے والے فرعون! اگر تجھے ہماری

باطنی حالت معلوم ہو۔ تو تو بھی یقین کر لے کہ تو ہم کو تکلیف نہیں دے رہا ہے بلکہ ہم کو تکلیف سے نجات دے رہا ہے۔

دیکھ! ادھر آدرسن! کہ ہماری ارجح کار گن یا لیت قومی یعلوم کاراگ گار رہے اور کہہ رہا ہے کہ کاش لوگوں کو معلوم ہو کہ ہیں اس تکلیف میں کس قدر راحت ہم خدائے ہم کو اپنے فضل سے روحانی بادشاہت عطا کی ہے جو کہ اس سلطنت جسمانی سے بڑھ کر ہے جو تجھ کو عنایت ہوئی ہے کیونکہ ہماری سلطنت باقی ہے اور تیری سلطنت فانی فیض ہماری سلطنت رنج و غم سے پاک صاف ہے اور تیری سلطنت میں ان کی آمیزش ہے ارے مصر اور رودنیل سے دھوکا کھائے ہوئے تو ذرا ظلمات ناسوت سے سر تو باہر نکال اور دیکھ تو یہی کہ اقلیم روحانی کس قدر عظیم اور زندہ ہے اور پایدار ہے اس کے بعد تجھے اپنی بادشاہی کی حقیقت معلوم ہوگی۔ اگر تو اس ناپاک لباس تن کو چھوڑ دے تو پھر تو رودنیل کو روح کے دریا معرفت میں ڈبو دے یعنی اس دریا کے سما منے اس دریا کو بے قدر سمجھ کر چھوڑ دے۔

دیکھ فرعون! کہنا مان! اور ملک مصر کو چھوڑ کر سلطنت روحانی حاصل کر۔ اس لئے کہ اس سلطنت میں ایسی ایسی سیکڑوں سلطنتیں ہیں۔ احمق تو لوگوں سے کہتا ہے کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ یہ تیری کتنی بڑی حماقت ہے کیونکہ نہ تو آنا اور میں کے حقیقت جانتا ہے اور نہ رب کی اس لئے کہ تجھے اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ ہے اور تو ڈرتا ہے کہ کہیں موسیٰ (علیہ السلام) اپنا اثر جاکر میری سلطنت نہ چھین لے اور لوگوں کو مجھ سے نہ توڑ لے حالانکہ جب تو رب اعلیٰ ہے تو ملک وغیرہ سب تیرے مرلوب ہیں پھر تجھے کیا خوف ہے بھلا کبھی رب کو اپنے

مرلوب کے متعلق کوئی اندیشہ ہوتا ہے اور کیا وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرا ملک نہ چھین لے وغیرہ وغیرہ ہرگز نہیں۔ پس سے ثابت ہوا کہ تو رب کی حقیقت نہیں جانتا۔

اچھا اب سن کہ تو آنا اور میں کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا کیونکہ جو اپنے کو جانتا ہے وہ ہرگز تن پوری میں مشغول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خالق اور میرا مالک اور میرا حاکم اور مربی خدا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کے احکام بجالاؤں۔ پس سے ثابت ہوا کہ

تو اُن کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا۔ دیکھ! اُن کے معنی جاننے والے ہم ہیں کہ ہم نے خودی یعنی تکلیف کی بھری ہوئی خودی۔۔۔۔۔ کو چھوڑ دیا اور اپنے کو خدا کا مطیع بنادیا یہ تیری انایت گو تیرے لئے منحوس ثابت ہوئی۔ مگر ہمارے لئے اعلیٰ دولت ہو گئی۔ کیونکہ اگر تیرے کی نہ کش انایت نہ ہوتی تو ہمیں یہ خوش قسمتی شہادت کیسے میسر ہوتی۔ خیر الحمد للہ! کہ اب ہم اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں۔ مگر سُولی پر چڑھے ہوئے محض خیر خواہی سے تجھے بھی نصیحت کرتے ہیں کہ تو اس جہالت کو چھوڑ اور طاعتِ عبودیت حق کو اختیار کر۔ تو ہماری سُولی کو حقیر اور اپنی سلطنت کو وقیع سمجھ کہ ہماری نصیحت کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ معاملہ بالعکس ہے۔ اسلئے کہ ہمارے قتل کی سُولی ہمارے سفرِ آخرت کا بُراق ہے جو کہ ہم کو ہمارے محبوب اور بادشاہ تک پہنچائے گا اور تیرا دار الحکومت تیری غفلت اور تیرے غرور اور بُعد عن الحق کا ذریعہ ہے اور گو ہم مُردہ ہیں اور تو زندہ مگر تو اس مبالغہ میں نہ پڑنا کیونکہ ہماری حیات روحانی موت جسمانی کی صورت میں مخفی ہے اور تیری موت روحانی بے وقعت حیات جسمانی میں مستور ہے اسلئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نورِ آگ اور آگ نور دکھلائی دیتی ہے یعنی موت حیات معلوم ہوتی ہے اور حیات موت۔

اب مولانا جملہ معرضہ کے طور پر فرماتے ہیں: — ہونا بھی یہی چاہیے
ورنہ دنیا و صلوٰۃ کا گھر — کہلاتا ہے یہ جملہ معرضہ حتم کو کہ پھر مضمون سابق کی طرف
عقد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ — ساحروں نے کہا کہ دیکھ! ہم کہتے ہیں کہ تو دعوے اُنائیں
جلدی نہ کر۔ بلکہ اول اپنی خودی کو فنا کر۔ پس جب تو مٹ جائے اور آفتاب کی
طرح غروب ہو جائے اس وقت مشرقِ روحانی سے آفتاب کی طرح چمکتا ہوا اور شاندار ہوگا

بھل۔ اس وقت اگر تو اُنّا کہے گا تو یہ اُنّا بر عمل ہوگی کیونکہ اس وقت تجھے بقا باللہ حاصل ہو جائے گی۔ اور تو خدا کے رنگ میں رنگ جائے گا۔ اور ایسی حالت میں تیرا اُنّا کہنا ایسا ہوگا جیسا کہ لوہے کا آگ سے سُرخ ہو کر اُنّا التار کہنا وغیرہ وغیرہ اور تیرا یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہوگا۔

اب مولانا انا سے فرعون اور انا سے فانیس کا فرق دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انا
 فرعون تو ازل میں بھی دلتنگ ہے۔ اور انا فانیس کی جان بے خود اور دل دنگ ہے (مطلب
 یہ ہے کہ اشخاص مبتلائے خودی کے راحت کے لئے وسعتِ ازل بھی کافی نہیں اور انا ہی
 بے خودی نہایت آرام دہ اور راحت بخش ہے۔) اور وہ انا بالکل بے مزہ اور پھیکی
 اور موجبِ دل تنگی و تکلیف ہے اور یہ انا چنگ کی طرح خم دی ہوئی اور مہنی برا کھار
 وفنا اور موجبِ لذت و راحت ہے۔

اور اس انا سے جو کہ خودی سے خالی ہے جان خوش ہوتی ہے اور وہ اس کے فریاد سے
 اس انا ناسوتی جس کا منشا خودی ہے چھوٹ جاتی ہے اور جب کہ وہ اس انا سے
 مذموم سے چھوٹ جاتی ہے تو اس کو انا کہنے کا منصب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو کیا
 کہنا ہے اس انا کا جو مصائبِ خودی سے خالی ہو۔

دیکھو: جب آدمی اپنے کو مرضیات حق میں فنا کر دیتا ہے اس وقت اس کی
 یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ انا سے بھاگتا ہے لیکن جبکہ انا محمود اس کو فانی محض پاتی ہے
 تو وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے اور اسے نہیں چھوڑتی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی
 کو فنا کرتا ہے اور حق سبحانہ، اسی کو اپنی طرف سے ایک نئی ہستی جس کو بقا باللہ کہتے ہیں
 عطا فرماتے ہیں لیکن جب کہ تم خود ہستی اور خودی کے طالب ہو تو اس وقت وہ تم سے
 بھاگتی ہے اور تمہاری طالب نہیں ہوتی۔ ہاں جب تم اپنے کو فنا کرو اور اپنی خودی کو مٹا دو
 اس وقت وہ تمہاری مطلوب ہستی تمہاری طالب ہوتی ہے اور تم کو پلٹی ہے کیونکہ اس
 کے طلب کی شرط فنا ہے اور جب کہ شرط مفقود ہوگئی تو مشروط بھی مفقود
 ہوگئی۔ دیکھو: جب تک تم نہ مرو۔ اس وقت تک تمہیں مردہ شو کیسے نہلا سکتا ہو
 اور جبکہ تم خود طالب ہو اس وقت تک مطلوب تمہارا طالب کیونکر ہو سکتا ہے اور جبکہ نہیں
 ہو سکتا۔ تو عدم فنا کی صورت میں ہستی بھی تمہاری طالب نہیں ہو سکتی۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے فنا اور بقا اور دعویٰ انا کے متعلق بحث فرمائی

ہے اور چونکہ مسئلہ فنا و بقا ایک وجہ فی مسئلہ ہے جس کو ار باب احوال ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور جو لوگ صاحب حال نہیں ہیں وہ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے جس طرح کہ لذت جماع کو کما حقہ وہی سمجھ سکتا ہے جسے جماع کا اتفاق ہوا ہو اور جس کو اتفاق نہیں ہوا وہ نہیں سمجھ سکتا اور ایسی حالت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ لوگ اس بیان کو جو کہ پورے طور پر حقیقت فنا و بقا کو ظاہر نہیں کرتا کافی سمجھ جائیں اور گمراہ ہو جائیں۔

اسلئے مولانا لوگوں کو متنبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو! بحث فنا و بقا عقل کے ادراک سے باہر ہے اور یہ ایک امر فوقی ہے جس کو صاحب حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور غیر صاحب حال عقل سے اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اگر مجرد عقل اس بحث کا پتہ چلا لیتی تو امام فخر الدین رازی کو دین کا راز دار اور حامل اسرار شریعت ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ امام موصوف صاحب حال نہ تھے اور اسلئے وہ ان معاملات کی حقیقت کو نہ جانتے تھے۔ بنا بریں وہ عقلی تکتے چلاتے تھے اور ان کی عقل اور خیالات بجائے حل مشکل کے اُن کو اور حیرت میں ڈالتی تھیں پس اگر تمہیں اس ہستی اور بقا کی حقیقت معلوم کرنی ہے جو کہ فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے تو فنا حاصل کرو۔ کیونکہ اس ہستی اور بقا کی حقیقت غور اور فکر سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی حقیقت حصول فنا سے معلوم ہوتی ہے عطیوں جب اس بحث میں پڑتی ہیں تو راہ راست بہت گمراہی کر لے کر حلول و اتحاد کے شبہ میں پڑ جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

پہچو اخترا و شرع آفتاب
میساک سترہ سورج کی شعاع میں
نزل حلول و اتحاد مفتون
نہ کہ حلول اور پڑفتن اتحاد سے
سابق لفظی ہمہ مسبوق تو
تو بہرانی میں سابق ہے تب ترے پیچھے ہیں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقرب
اے ایاز تو قرب میں فانی بن گیا ہے
بلکہ چون لفظ تبدیل تو بتن
بلکہ میساک تیرا لفظ جسم میں تبدیل ہوا
عفو کُن اے عفو در صندوق تو
صاف کر دے اے وہ کہ معانی تیرے صندوق میں

اے ایاز بقا اور فنا کی صحیح مثال
اگر ہے تو یہ ہے کہ مسطر سترہ شعاع
شمس میں گم ہو جائے اس طرح
عبد حادث اپنے آپ کو مرتبہ قدیم میں
گم کر دیتا ہے یہ توصفات کی تبدیلی کی
مثال ہے یہ ہموار لفظی ہم

فنائی میں تبدیل ہو جاتا ہے یہ تبدیل ذات کی مثال ہے۔

شرح

بعض محشین نے ان ابیات کو سلطان محمود کا مقولہ قرار دیا ہے اور حصن
 نے مولانا کا۔ محسود کا مقولہ ہونے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب محمود نے
 عفو کو ایاز کے سپرد کر دیا۔ تو اب ایاز کی اس مغذرت کا کوئی موقع نہیں رہتا جو وہ آئندہ
 اپنے مطاعت کے متعلق کرتا ہے۔ بلکہ اس کا موقع اس پہلے اور شفاعت کے ساتھ ہے
 اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ مغذرت از شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ میرا تو شفاعت
 کرنا بھی گستاخی ہے۔ چہ جائیکہ خود عفو کرنا۔ مگر یہ توجیہ جی کو نہیں لگتی۔ اسلئے مناسب
 معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ مولانا ابی
 فدا کی بحث کر چکے ہیں۔ اسلئے وہ اس فلسفہ ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے
 ہیں کہ اے ایاز جو کہ قُرب شاہی کے سبب یوں فنا ہو گیا ہے جیسے خورشید کے نور میں
 ستارہ۔ بلکہ جس کی یوں گایا پلٹ ہو گئی ہے۔ جیسے لطفہ کی جسم بن کر۔ مگر نہ اس میں
 حلول کو دخل ہے اور نہ اتحاد کو۔ تو شفاعت کیوں کرتا ہے اور محسود کیوں درخواست
 کرتا ہے تو خود معاف کر دے اسلئے کہ عفو تیرے قبضہ میں ہے کیونکہ تو محسود جدا
 نہیں اور مہربانی میں اور سب سے بڑھا ہوا ہے اور دوسرے لوگ سب اس صفت میں
 تجھ سے پیچھے ہیں کیونکہ تجھ میں یہ صفت خود تیری نہیں ہے۔ بلکہ محسود کی ہے جو کہ اس
 صفت میں سب سے بڑھا ہوا ہے (فاٹک ۵: ۵) تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ بقا و فنا۔
 ایک ایسا مسئلہ ہے جو صرف عقل سے بخوبی سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ جس پر یہ حال طاری
 ہو کہ محقق اس کو ہی سمجھ سکتا ہے۔ لہذا ارباب حال جب اس مسئلہ کو دوسروں کو سمجھانا چاہتے
 ہیں تو اس کے لیے تقریبی مثالیں اختیار کرتے ہیں جو پورے طور پر تو مثل لہ پر منطبق
 نہیں ہوتیں۔ ہاں کچھ کچھ اس کے مناسب رکھتی ہیں۔ اسلئے کبھی وہ اس کو بے اوراگ
 سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی ستارہ اور آفتاب کے اور کبھی سرکہ اور شہد سے اور کبھی لطفہ
 اور جسم سے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ یہ مثالیں تقریب نہم کے ساتھ مخالطہ میں بھی لگنے
 والی بھی ہوتی ہیں اسلئے وہ مخالطہ سے بچانے کے لئے کہیں کہیں تنبیہ بھی کرتے ہیں
 اور کہتے ہیں کہ یہ مثالیں تقریبی ہیں نہ کہ حقیقی۔

چنانچہ مولانا نے ابیات سابقہ میں فرمادیا ہے کہ یہ مسئلہ ذوقی اور وجدانی ہے جو کہ کماحقہ ذوق سے سمجھ میں آ سکتا ہے نہ کہ عقل سے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اندر میں ارخورد
 راہ میں بد — اس کے یہ امر واضح ہو گیا کہ جس قدر مثالیں اس مسئلہ کا بیان کی جاتی
 ہیں وہ تقریبی ہوتی ہیں نہ کہ تحقیقی۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے
 اس مقام پر مسئلہ فناء کو اولاً تمثیل ستارہ و آفتاب کے بیان فرمایا تھا۔ مگر چونکہ یہ مثال اس لئے ناقص
 تھی کہ اس میں بعد فناء عود الی الحالت الاولیٰ ہوتا ہے جیسا کہ غروب آفتاب کے بعد توبہ
 ہے مگر مثل لہ میں عود نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کی ترقی کی اور اس کی تمثیل نطفہ ادرتن
 سے بیان فرمائی لیکن یہ مثال بھی مثل لہ کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس
 مثال میں بعض باتیں ایسی ہیں جو مثل لہ میں نہیں مثلاً مثال مذکور میں نطفہ کی صورت
 نوعیہ بدل جاتی ہے اور مثل لہ میں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان بعد فناء بھی انسان
 ہی رہتا ہے۔ نیز مثال مذکور میں مفتی فیہ یعنی جسم خود فانی سے پیدا ہوا ہے
 اور مثل لہ میں مفتی فیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پہلے سے ہوتا ہے اس لیے
 یہ مثال بھی تقریبی ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ جیسے مثال مذکور میں نطفہ بلا حلول
 اور اتحاد کے فنا ہو جاتا ہے۔ اور فنا کے بعد حالت اولیٰ کی طرف عود نہیں کرتا یونہی
 ایاز بھی عود میں بلا حلول و اتحاد اور بدول عود الی الحالت الاولیٰ فنا ہو گیا د اللہ اعلم



محرم داشتن یا از خود را درین شفاعت گری عذرا این جرم

این شفاعت کرنے میں ایذا کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی خواہش و در اس عذر کوئی ہم خود را محرم داشتن میں شکستلی

چاہتا اور اس عذر کوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا اور یہ کسر نفی

از شناخت عظمت شاه خیزد و آنا اعلمکم باللہ

شاه کی عظمت اور بزرگی سے پیدا ہوتی ہے۔ "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جانتے والا ہوں اور

وَ اَخْشَاكُمْ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جانتے والے مرد تھے

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم عفو کُن

میں کون ہوتا ہوں جو کہیں کے معاف کر دیکھے؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوتا ہوں کہیں کی بڑی نعمت کے سامنے عاجز رہوں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

لہذا خواستہ ایاز نے اس

شفاعت کے بارے میں پہلے

آپ کو تصور وار سمجھا اور پھر

خواہی کرنے لگا اور یہ صحت

جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان

شاہ کی عظمت کو سمجھتا ہو

چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا

ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ

جانتا ہوں اور خدا سے تم

سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے

جانتے والے ہی اللہ کو ڈرتے

ہیں۔ میں کہ با شمشیر پڑتے رہے

سامنے شفاعت کرتا ہی جی

کا اقرار کرتا ہے جو طرفہ سنا ہے

لے حق میرے دم میں تو

خلوص نہیں ہے میں توصیف

آپ کے ملکی راہنما کی رہا ہوا

صدر تباروں۔ اگر تو مجھے سزا دینا

پسند ہے تو میں لاکھوں ہاتھوں

کا صفی ہوں۔ شفاعت کرنا

میری گستاخی ہے جس کی میں

کون ہوتا ہوں کہ آپ کو

لے تو سلطان مخلص مر کُن

اے وہ کہ آپ ارشاد اور مکن کے امیر خلاص ہیں

اے گرفتہ جملہ منہا و امت

اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا واسی چھا ہے

رہ نمایم علم علم اندود را

میں تو علم سے بہرہ ہوئے ہم کی رہائی کرتا ہوں

گر زبون صفعہا گرا ایم

اگر آپ مجھے طاہروں کا مغلوب بنالیں

یا کہ وایادت دہم شرط کرم

یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

وایادت نیست گواند رہا

جو مجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

کہ فراموشی کند ویرا نہاں

کہ سبوں اس کو چھا دے

ہمچو خورشیدش بنور افراشتی

تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

مستقیم شو لا بہ ام را از کرم

تو کرم کر کے میری فرخندہ کو تسلی

آں شفاعت ہم تو خود را کردہ

تو وہ۔ قاضی ہی تو نے خود ہی سے کی ہے

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم عفو کُن

میں کون ہوتا ہوں جو کہیں کے معاف کر دیکھے؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوتا ہوں کہیں کی بڑی نعمت کے سامنے عاجز رہوں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟

مَنْ كَبَا شَمُّ كَر بگویم مَنْ مِنْ مَنَّت

جوں جیک میرے پاس اپنا کم
نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے
میری ملکیت نہیں ہے تو نے
ہی مجھے سفارش کی تو فریق کا
ہے اب تو ہی اسکو قبول فرمے
آج تو دعا کرنے والا تو ہی ہے
تو مجھ سے قبول کر لینے کی
امید و انتہا ہے تاہم جیک
میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے
تو خواہ خواہ کا تو ہر گاہ کہ
نے میری سفارش پر خط کا لکھ
کو معاف کیا ہے۔
لکھ دے۔ میں تو خود مرض تھا
شاہ نے مجھے دوا بتایا۔ میں
دورخ تھوڑا دوسرا کھاتا
ہے اس شاہ کے فضل نے مجھے
کوڑھ تھوڑا جھیلے ہوؤں کو
زندگی بخش دی ہے۔ ہرگز۔
اب چونکہ میں کوڑھ نہیں دورخ
نے مزاجیں جکا دم ملا کر نکھر
کر دیا ہے لہذا کو دوبارہ جہ
دے دیتا ہوں

چوں کہ تیرے تحت میں تہی گشت میں

جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا
ہم دعا از من میں ادا کر دی جواب
تو نے ہی دعا میرے ہاں کی طرح جانی کر دی
ہم تو بودی اول آئندہ دعا
تو ہی اجازت مجھ سے دعا کرنے والا ہے

تاہم من لاف کاں شاہ جہاں
تاکر میں شی گھار سکوں کہ اس شاہ جہاں نے
در د بودم سر بسر من خود پسند
میں شکستہ سراسر درد تھا
دورخ نہ بودم پیراز شور و شرے
میں شلو و شرے پڑا ایک دورخ تھا
ہر کہ را سوزید دورخ در قود
جب شخص کو دورخ نے سزا میں مبتلا دیا ہے

تو تو خشک خانہ بنو و آن من

تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے
ہم ثباتش بخش و گردان متجرب
تو ہی اسکو مجاؤ عطا کر اور قبول فرما
ہم تو باش آخر اجابت ارجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امیدیں

بہر بندہ عفو کرد از مجراں
اب خطا کا دل کو غلام کی خاطر معاف کر دیا
کر دشا ہم داروی ہر درد دند
شاہ نے مجھے ہر درد مند کی دوا بتا دیا
کر دوست فضل او کم کرتے
انکی مہربانی کے احسان نے مجھے کوڑھ بتا دیا
من بر ویاکم دگر بار از جسد
میں انکے جسم کو دوبارہ آگاہ دیتا ہوں

شرح

چونکہ مسمون نے امرار کے قتل کا حکم دیا تھا اور ایاز نے امرار
کی شفاعت کی تھی اور یہ شفاعت بادی النظر میں فنا تام کے
منافی تھی۔ اسلئے ایاز اپنے اس فعل پر ندامت ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے باؤشا
اور خلاصہ مخلوقات! میں کون ہوں کہ آپ کے کہوں کہ آپ معاف کر دیں۔ اور اے
مرجع جملہ ہستی! میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی ثابت
کروں اور آپ کی خواہش کے خلاف اپنی خواہش پیش کروں اور اپنے غیر خالص اور
خشم آلود رحم کو کام میں لاؤں اور آپ کے علم حلم آمیز کو مصلحت سمجھاؤں پس میں
نے جو کچھ کیا مجھ سے غلطی ہوئی۔

اب اگر آپ میرے چہیت لگائیں تو میں لاکھوں چہیتوں کا مستحق ہوں کیونکہ میں نے

سخت گستاخی کی۔ اسلئے کہ میری کیا مجال ہے کہ حضور والا کے سامنے کسی مصلحت کو ظاہر کروں یا کسی شرط کرم کو یاد دلاؤں۔ کیونکہ وہ کون سی بات ہے جو آپ کے علم سے باہر ہے اور ایسی چیز عالم میں کہاں ہے جو کہ آپ کو یاد نہ ہو۔ یہاں تک بیان تھا۔۔۔ معذرت کا۔ جس کا منشا نظر بر ظاہر حال تھی۔

اب ایاز کی نظر حقیقت حال تک پہنچتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ شفاعت میری ذاتی خواہش سے نہ تھی بلکہ پر تو تھی محمود کی خواہش کا۔ اسلئے وہ اب اپنے کو اس معذرت میں مجرم قرار دیتا ہے اور پھر شفاعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وہ بادشاہ جو کہ میل سے پاک۔ اور جس کا علم اس کے منزہ ہے کہ بیان اس پر پردہ ڈالے۔ آپ نے ایک نا اہل (مجھ) کو اہل سمجھا۔ اور آفتاب کی طرح اس کو نور سے سرفراز فرمایا ہے پس جبکہ آپ نے مجھے لائق کیا ہے تو اگر میں کوئی درخواست کروں تو آپ اپنی عنایت سے اسے قبول فرمادیں۔ اسلئے کہ جب آپ نے مجھے میری ہستی سے خارج کر دیا ہے اور اپنی ہستی کا خلعت عنایت فرمایا ہے تو اب میں آپ کا غیر نہیں ہوں اور میری شفاعت جدا گانہ نہیں ہے بلکہ میری شفاعت وہ شفاعت ہے جو کہ آپ خود اپنے سے کرتے ہیں کیونکہ جب میری ذاتی اوصاف سے میری روح خالی ہو گئی ہے تو اب اس میں جو صفت ہی ہوگی وہ میری نہ ہوگی بلکہ آپ کی ہوگی۔

بنابراین یہ شفاعت بھی آپ کی ہوگی پس اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ جب یہ دعا آپ نے مجھ سے کرائی ہے تو آپ اس کو پروان چڑھائیے اور اسے قبول فرمائیے تاکہ میں فخریہ یہ کہہ سکوں کہ حضور والا نے ایک غلام کی خاطر مجرموں کا قصور معاف فرمادیا۔ اور میں خود پسند سر بسر مرض تھا۔ مگر حضور والا نے مجھے ہر مریض کی دوا بنادیا۔ اور میں شور و شر سے پر دوزخ تھا۔ مگر حضور کے دست فضل نے مجھے حوض کوثر بنادیا۔ اسلئے اب اگر کسی کو دوزخ قہر سلطانی کسی جرم کے معاوضہ میں جلائے تو میں دوبارہ اس کا جسم درست کر سکتا ہوں۔

بابت مانگے

والا۔ اور دفعہ جمع شدہ۔
 ۱۰۰ قطروں کوثر کا ایک ایک
 قطرا کر کہتا ہے کہ میرے
 قریب آ جاؤں مجھے ہونے کو
 دوبارہ جسم عطا کروں گا میری
 مثال مرم کی کسی چیز ہو
 ہونے زخم پر دوبارہ عودہ
 گوشت پیدا کر دیتا ہے۔
 دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی
 طرح اور کوثر موسم بہار کی طرح
 ہے دوزخ موت ہے کوثر حیات
 صور ہے جس سے فردے زعم
 لے آتے۔ جن لوگ دوزخ کی
 آگ سے جل گئے ہیں ان کو
 اللہ کا کرم کوثر کی جانب بٹاتا
 ہے

کار کوثر چیست کہ ہر سوختہ

کوثر کا کام کیسا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا
 قطرہ قطرہ اوستادی کرم
 اس کا قطرہ قطرہ کرم کا مستاد رہے
 پیچو مرم ہم بر سر زخم عفن
 جس طرح مٹے ہوئے زخم پر مرم
 ہست دوزخ پیچو سرمائے خلیل
 دوزخ جلاؤں کی خزاں کی طرح ہے

ہست دوزخ پیچو مرگ و چوں فنا

دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
 ہست دوزخ پیچو مرگ و خاک گور
 دوزخ موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
 اے ز دوزخ سوختہ اجسام تان
 اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں

کردار از مے نابت انداختہ

اس سے گل جانے والا اند بیج ہونے م
 کانچہ دوزخ سوخت من بانا دور
 کہ جو دوزخ نے جلا دیا۔ میں لوٹا دوں گا
 نیست لٹھا جدیداً خالصاً
 خالص نیا گوشت اٹا دیتا ہے
 ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
 کوثر بہار اور چوں کی طرح ہے

ہست کوثر نفع صور از کبریا

کوثر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہیا کی ہوئی نفع
 ہست کوثر بر مثال نفع صور
 کوثر صور پہنچنے کی طرح ہے
 سوئے کوثر میکشہ اگر امتان
 (اللہ کا کرم تمہیں کوثر کی جانب کیسنا ہے)

شرح

اوپر مولانا نے ایاز کو کوثر سے تشبیہ دی تھی اور مقصود ایاز سے عبد حقیقی
 تھا پس یہ تشبیہ بکوثر حقیقت میں عبد حقیقی کی تھی۔ اسلئے اب اس

کوثر یعنی عبد حقیقی کی کچھ تعریف کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اسے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب
 دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوثر (عبد حقیقی) کا کام کیا ہے اس کا کام یہ ہے کہ ہر سوختہ دوزخ
 (آتش حرص و ہوا) اسے تعلق پیدا کر کے صحیح الجسم اور مجتمع الاجزاء ہو جائے یعنی اس کے
 روحانی لوازمات اور اس کا قطرہ قطرہ (جزو جزو) و فوہ کرم سے نفاذ کر دیا ہے کہ جو کچھ اس دوزخ
 نے جلا دیا ہے۔ میں اسکو دوبارہ پیدا کر سکتا ہوں (جس قدر تم کو آتش حرص ہوا سے
 نقصان پہنچا ہے میں اسکی تلافی کر سکتا ہوں) جس طرح مرم مٹے ہوئے زخم پر لگ کر
 نیا اور خالص گوشت پیدا کر دیتا ہے پس دوزخ (آتش حرص) ہوا کی ایسی مثال ہے جیسے مرنے والوں اور کوثر (عبد
 حقیقی) کی ایسی مثال ہے جیسے بہار گلستان اور دوزخ مرنے والوں کی ایسی مثال ہے جیسے مرنے والوں اور کوثر (عبد حقیقی) کی ایسی مثال ہے

جیسے حق سبحانہ کا نفع صواب و درخ مذکور کی امثال ہو جیسے گدا رنگ گدا رنگ کوثر مذکور کی ایسی مثال ہے
 جیسے نفع صور۔ پس اے وہ لوگو! جس کے اجسام دوزخ سے جل چکے ہیں اور جو کہ حصہ
 ہوا سے تباہ ہو چکے ہوں۔ تم اس کوثر (عبد حقیقی) سے تعلق پیدا کرو اس کا تم پر کرم
 تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کیے پھر مضمون سابق کی طرف
 عود فرماتے ہیں مگر عنوان بدل دیا ہے کیونکہ مضمون سابق میں صورت قصہ کا لحاظ تھا گو اس
 میں بھی حقیقت کا رنگ بہت کچھ تھا۔ اور اس مضمون میں صاف طور پر حقیقت کا لہجہ یعنی وہ مضمون
 بلسان ایاز معروف تھا اور یہ مضمون بلسان عبد حقیقی ہے اور اس میں مخاطب محمود تھا اور اس
 میں مخاطب حضرت جی ہیں۔

چون۔ میرٹ فتنی ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

میں نے مخلوق اس لئے پیدا

کی ہے تاکہ وہ مجھ سے غافلہ

اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں

اس سے غافلہ اٹھاؤں نہ کہ

شور۔ یہ فرمان خداوندی اسی

لئے ہے کہ اس کی ذات سے

باتیں درست ہوں یا نہیں۔

کلمہ غفر غفران۔ بطریق کا مٹنا

کرنا بھی اسی درجائے غفور کا

ایک حصہ ہے غفور کا مخلوق

کی معافی یا اپنی اصل کیلئے

پرواز کرتی ہیں۔ نکل شنی و

بیخ و باغ اعلیٰ پر چڑھتی

اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ آرزو

شائ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آفرین

میں کے لئے انسانی بدلتوں میں

محبوس کر دیا ہے اور یہ خواہ

کے وقت اس کی اصل کی طرف

پرواز کر رہی ہیں۔

کلمہ تاکر۔ یہ ان کی آمد و رفت

اس وقت تک ہے جب

تک کہ زندگی مقدر ہے

پرتزناں۔ انکی پرواز کائنات

اور کفایت کی پرواز کی طرح

اونہ سے منہ نہیں ہے۔

لطف تو فرمود اے قیوم و دخی

اے جی قیوم تو نے مہر ان فرما ہے

کہ شور و جھگڑا قصہ ہا درت

تاکر اس سے سب باتیں مٹ جی جائیں

غفور از درجائے غفور اولی ترست

معافی کے سند کہ جسے معاف کرنا ہی بہتر ہے

ہم بدلاں درجائے خود ما زند حیل

اس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑا ہے

چوں کہ تو ترسوئے تو آید شہا

اے شاہ! آپ کی جانب کیوں کی طرح آتی ہیں

تا شب مجبوریں بدلاں گئی

رات تک کیلئے ان جہوں میں قید کر دیتا ہے

می پرند از عشق آلی یوان بام

عشق کی وجہ سے اس میں اور بالائے پرواز کرتی ہیں

پیش تو آئید کہ تو مقبلند

آپکے پاس آجانی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آتوالی ہیں

در ہوا سکا آلی الیہ را جعوں

ہوائیں کہہ اسی طرف لوٹنے والی ہیں

چوں خلقت الخلق کے یزید و غلی

جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے

لا لآن آرزو علیہم جو دت

میں نے یہ کہ میں ان سے نفع لکوں۔ تیری عطا ہے

غفور زینا تصان تن پرست

ان باتیں تن پرستوں کو معاف فرما دے

غفور خلقاں چھو جوئی و چھو میل

مخلوق کی معافی نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح

غفور باہر شب ازیں دل پابا

معافیان باہر شب کو ان کے غلوں سے

باز شاں وقت سحر تریاں گئی

تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے

پر زناں بار در در وقت شام

دوبارہ، شام کے وقت پر چھوٹاتے ہوئے

تا اگر از تن تار و صلت گسلند

یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں

پر زناں ایمن زرجع سزنگوں

سزنگوں (جماعت کی) واپسی مطمئن ہو کر لاتی ہیں

بانگ اُن کی واپسی پر اٹھ
 لا کر آواز دیتا ہے کہ آج
 اب اس واپسی کے بعد
 دنیا کا درد اور رنج ختم
 ہو جائے گا۔
 اُس میں غم نہ رہا۔ اُن کے
 خداوندی کہنے کے ساتھ
 ان کے چھینٹے اُٹھائے ہیں اب
 کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا
 کر سوجاؤ۔ پائسیاں اب اُن
 پاؤں کو چھوئے۔ اُن کی
 عبادتوں میں بڑی عشقیتیں
 اُٹھائیں جن حلال کے ہاتھوں
 اور پہلوؤں میں پھیلاؤ۔ مجبور
 غمزدہ کرنے والا جھوٹاں۔ اُن
 لوگوں کی حالت سورج کی
 روشنی کی سی ہے جو مٹی اور
 خاستوں پر سے بھی گزرتا ہے
 لیکن پاک و صاف سورج کی
 طرف لوٹ آئے۔ یہ جتنی ہی
 دنیا کی خاستوں پر سے پاک و
 صاف گزرتا ہے واپس آئے ہیں۔
 اُن آئین گروہ خطا و انحراف
 شرمندہ ہیں۔ تہہ بہ تہہ شرمندہ
 شرمندہ ہوتا۔ برحق۔ اگرچہ
 قدرت سے مطلوب تھے لیکن
 اپنے جرم اور خطا سے واقف ہیں۔
 شمس

اور طریق اب ان کی گناہوں کی

کبتیں۔ تو زمین پر ہوتی ہیں
 جن سے ہر ایک کی چھ مٹیں
 ہوتی ہیں اور ہر طرح پروردگار
 ہوتا ہے اُن سے باری کیل
 ماتی ہے۔

اُن کے چہرے میں
 میں حضرت ایوبؑ کو قتل کرا
 گیا تھا۔ تاکہ پاک ہو کر نہ رہیں

بانگ می آید تعالٰو! زان کرم
 اُس کرم کیجئے کہ اُن کی آواز آئے ہے

بُش غم نہ پیدائید از جہاں
 تم نے دنیا میں بہت سے پریشانیوں پر راحت کی

زیر سایہ ایں درختم مست ناز
 میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر

پایہائے پُرغماں از راہ دیں
 وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں

خویریاں گشتہ منمزم مہرباں
 غمزدہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں

صوفیاں صافیاں چون نور خور
 ایسے صاف صوفی جیسے سورج کا نور

بے اثر پاک از قدر باز آمدند
 بغیر کسی نشان کے پیدے سے پاک واپس آئے ہیں

ایں گروہ مجرماں ہم اے مجید
 اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی

برخطا و جرم خود واقف شد
 اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں

روبو کر زندانوں اہ کُناں
 اب آئیں ہوتے ہوئے انصاف پوری جانب رخ کیا ہے

راہ وہ آلودگاں را البخل
 آلودہ ہو جائیں لوگوں کو بہت جلد راستہ عطا کر

تا کہ غسل آند زان مجرم دراز
 تاکہ اُن لمبی خطا سے غسل کریں

اندراں صفہاں از اندازہ بریں
 اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ

شریک ہو گئیں۔ اقدار۔ اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ ملتی ہیں۔ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ خیرا
 کہ منور ہے اور شیک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

بعد از اں رجعت نہ ماند در و دم
 اُس واپسی کے بعد رجعت اندام باقی نہیں رہے گا

قدر من دانستہ باشید اے مہاں
 اے من دانستہ! تم نے یہی قدر جان لی ہے

ہیں بیت از یہ پایا را دراز
 آگاہ! پاؤں کے درمیان سے بھلاؤ

بر کنار و دست حوراں خالیدیں
 پیش رفتنے والی حوروں کی خواہ اور خدائیں

کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
 کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

مدتے آقاہ بر خاک و قدر
 جو ایک مدت تک سج اور پید کی پڑے رہے

بچو نور خور سوئے قرص بلند
 جس طرح کہ سورج کا نور بلند کرنے کی جانب

جملہ سر باشاں بدیوارے رسید
 ان سب کا شہر دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

گر جمات کعبتین شہ بند
 گھر وہ شاہ کی کعبتین سے ات کھائے ہوئے تھے

لے کر لطفت مجرماں ارہ کُناں
 اے وہ بڑی مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھا دیو

در فرات عفو و عین مغتسل
 مغفلی کی نہر اور نہانے کے جٹر کا

در صف پاکاں روزند اندر نماز
 نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

غرق گان نور سخن الصافون
 مہم صف باندھنے والے ہیں تھے نور میں غرق ہیں

شریک ہو گئیں۔ اقدار۔ اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ ملتی ہیں۔ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ خیرا
 کہ منور ہے اور شیک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

چوں سخن و وصفِ ایں حالتِ سید
جب باتِ اس حالت کے بیان میں پہنچی
بحرِ راسخوہ ہرچ اُسکرۂ
کسی سگورے نے سمندر کو ناپا ہے
گر حجابِ بستِ برونِ روزِ احتجاب
اگر ترے لئے ہمدرد ہے ہر درویش سے بہرِ نعل

ہم قلمِ شکستِ دیم کا غدِ درید
قلم ہی ٹوٹ گیا افسانہ بھی پھٹ گیا
شیرِ رابر داشت ہرگز بزد
کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھایا ہے
تابِ بینیِ بادشاہی عجب
ناکر عجب بادشاہی دیکھے

لے تھی میں سرِ شرافت
کامیانِ جزرِ سرِ کاک ایک
بے پاؤں سمندر چاندِ باری
نالاہی پتہ نہ دے
سگورے کی سی ہے سگورہ
سمندر کو نہیں ناپ سکتا بزرگ
کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے
اگر حماقت اگر اشرار تجھے
نظر نہیں آتے تو حجاب سے
بہرِ نعل کی کرشمہ کو پیر
عجب باخشاہی دیکھے

شرح

یعنی عہدِ حقیقی اپنے بادشاہِ حقیقی سے بوقتِ سفارشِ مخلوق کہتا ہے کہ اے
قسیمِ حی۔ جبکہ آپ اپنے مخلوق کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ کے نفعِ حاصل
کریں اور اسلئے پیدا نہیں کیا کہ آپ کو ان سے نفع ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی عنایت سے
فرمایا ہے کہ خلقتِ مخلوق کی یہ جماعتی۔ لا لان امرئ بح علیہ۔ اور خلقت
المخلوق الا آپ کی ایک ایسی سخاوت ہے جس تمام ناقصین کا مل ہو سکتے ہیں تو آپ
ان تن پرست ناقصین کا قصور معاف فرمائیے کیونکہ دریائے عفو سے عفو ہی زیادہ مناسب
ہے آپ دریائے عفو ہیں اور تمام مخلوق کی عفو نندی نالوں کی طرح سب کی سب اپنے
اپنے اسی دریا کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس سے وہ نکلے ہیں۔ چنانچہ ہر رات کو جس وقت سب
لوگ سو جاتے ہیں اور ان کے قلوب عفو سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ آپ ہی کی
طرف لوٹ جاتے ہیں اور آپ ہی... کے قبضہ میں آ جاتے ہیں لیکن جب صبح ہوتی ہے
تو پھر آپ انکو آزاد کر دیتے ہیں اور وہ پھر اپنی اپنی جگہ آ جاتے ہیں اور رات تک آپ
ان کو ابدان میں محبوس رکھتے ہیں مگر پھر شام کے وقت اپنے مقرر اصلی کے عشق میں
پھر پھٹ پھٹتے ہوئے اڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ موت کے وقت جسم سے بالکل تعلق
منقطع کر دیتے ہیں اس وقت وہ بالکل آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو جو کچھ سعادت حاصل
ہے آپ کی ہی جانب سے اور آپ کی ہی عطا کی ہوئی ہے اسلئے ان کا طبع و مادہ آپ
ہی ہیں۔ یہ طائرانِ گلشنِ قدس اور یہ اڑنے والے جو کہ رجعت

نامحسوس سے امین ہیں اور جن کی رجعت فساد کی طرح نامحسوس نہیں ہے یعنی اہل اللہ تو ہوا میں یہ کہتے ہوئے لوٹے ہیں کہ اب ہم اپنے مالک کی طرف لوٹتے ہیں اور انکو آپ کے رحم سے آؤ آؤ کی آواز پہنچ رہی ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم کو دنیا میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی لیکن وہ تکلیف بھی فائدہ سے خالی نہ تھی کیونکہ اسکی سبب اس وقت تمہیں میری قدر معلوم ہوئی ہوگی پس اگر وہ تکلیف نہ ہوتی تو تم کو اس راحت کی قدر نہ ہو سکتی تھی خیر گزشتہ آیت گزشتہ

اب تم میرے ظل عاقل میں چین سے پاؤں پھیلا کر سوؤ۔ اور ان کے وہ پاؤں جو سلوک راہ دینی سے چورچور ہو گئے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے حوروں کی بغل اور ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ نہایت محبت کے آپکے پاؤں دبا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں۔ صوفی جو کہ نور آفتاب کی طرح پاک صاف ہیں ایک عرصہ تک خاک اور گندگی پر پڑ کر بلا اثر کدورت اور پاک از گندگی یوں واپس آئے ہیں جیسے نور خورشید قرص خورشید کی طرف واپس آتا ہے لہذا ان کے پاؤں دبانا ضروری ہیں۔ لیکن لئے شہنشاہ عالیجاہ! اس مجرم جماعت کی حالت بھی قابل رحم ہے کیونکہ اب یہ اپنے قصور پر نادم ہیں اور اپنے سرور کو دیوار سے ٹکراتے ہیں۔ اور گواہ کے امتحان میں، انکو ناکامی ہوئی ہے لیکن اب یہ اپنی خطا پر مطلع ہو گئے ہیں اور رٹنے پٹنے آپ کی طرف آئے ہیں پس لئے مجرموں کے لیے نجات کی سبیل پیدا کرنے والے بادشاہ آپ جلدی سے ان گندوں کو بھی فرات عفو اور چشمہ غسل میں داخل ہونے کی اجازت دیجئے تاکہ یہ لوگ اس میں نہا کر اپنے بے حد گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں اور پاکوں کی صف میں داخل ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں یعنی ان صفوں میں داخل ہو جائیں جو کہ حد قیاس سے باہر اور نور میں غرق اور انا لنحن الصافون ، انا لنحن المسبحون کا مصلق ہیں۔ اب مولانا کی نظروں میں اس ہواناک حالت اور اس

کا نقشہ کھینچ جاتا ہے اور وہ مرعوب ہو کر فرماتے ہیں کہ جب اس حالت کے بیان تک نوبت پہنچی تو تم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا۔ کیونکہ وہ تو ایک سمندر ہے اور کاغذ

ایک سکورہ۔ پس بھلا سکورہ کہیں سمندر کو اپنے اندر کا سکتا ہے اور وہ ایک شیر ہے اور قلم بجرے کا بچہ۔ پھر کہیں بجرے کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے جب نہیں اٹھا سکتا تو قلم اس کا تحمل کیونکر کر سکتا ہے پس تم خود اس کو دیکھ لو۔ اور اگر تم مجھ کو جواب دے سکو تاکہ تم اس عجیب بادشاہی کو دیکھ سکو۔ جس کا نقشہ ہم تمہارے سامنے کھینچ رہے ہیں۔ مگر پورے طور پر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

اسکے بعد مولانا پھر عنوان بیان کو بدلتے ہیں اور بیان میں صورت قصہ کی رعایت رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

مگر

ایسا مقرر ہے کہ اگر آپ
میں مست قدم لے آپ کے
مکرم کا جام توڑ دے لیکن جو کہ
یہ آپ کے گشت میں نہیں
مستور ہیں۔
مکہ مستحق این کی سستی
اس زمانہ میں کہ جب سے
جو آپ نے ان کو دیا ہے۔
تخصیص میں جو کہ تو ان
خصوصیت برتا ہے اس
لئے ہر مست ہو گئے ہیں۔
وقت خطاب جب تو ان کو
خاص طور پر خطاب کرتا ہے
تو ان پر شراب کے سبب
تعمول کی سستی طاری ہو جاتی
ہے چونکہ شراب حکم ہے کہ
مست پر لڑکی حالت میں
شراب پینے کی مدد میں کرتے
نہیں گئے ہوتے ہیں چو
جب مست کا نقشہ دور ہو جاتا
ہے تب ہی کے کوڑے کا
جاتے ہیں۔

آنکہ مست از تو بود غدر شیر مت
جو تر است جز اہم کے لئے ایک حد ہے
نے زیادہ مست کے شیر میں فعال
اکمال لے شیر کا زاموں والے تیری طرح نہیں!
غفوں کہ از مست خود کا غفوں مند
لے سامی دینے والے! اپنا گشت کو سام کر
آں کند کہ ناید از صد خم شراب
وہ کرتی ہے ہر طرح کے گڑبگڑوں سے نہیں ہوتا
شرع متساں را نیار د حد زدن
شرعیست مستوں پر مدد جاری نہیں کرتی ہے
کہ خواہم گشت خود ہشیار من
کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

گرچہ بشکند جامت قوم مست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑ ہے
مستی ایشاں باقبال و کمال
ان کی اقبال اور مال کی سستی
لے شہنشاہ مست تخصیص تو ان
لے شہنشاہ اور تیرے خاص کو دینے کو جسے شہنشاہ
لذت تخصیص تو وقت خطاب
خطاب کے وقت تیرے خاص کرنے کی لذت
چونکہ مست کردہ عدم مزین
جب تو نے مجھے مست کر دیا ہم پر مدد جاری نہ کر
چوں شوم ہشیار آںکا ہم بزن
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت لینا

شرح

یعنی ایسا نہ لے کہا کہ اگرچہ اس قوم مست نے آپ کا جام امر توڑا ہے
لیکن ان کو اپنے مست کیا ہے اور جو آپ کے مست کرنے سے مست
ہو وہ معذور ہے۔ پس یہ لوگ معذور ہیں آپ ان کا قصور معاف فرما دیجئے اگر یہ کہا جائے

کہ ان کی مستی جاہ و مال سے ناشی ہے تو کیا وہ آپ کے شراب نہیں ہے ضرور ہے کیونکہ وہ بھی آپ کا ہی دیا ہوا ہے پس یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے خیر اگر اس کو بھی جانے دیجئے! تب بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے کیونکہ وہ آپ کی...
 تخصیص بالخطاب سے مست ہیں یعنی آپ نے جو ہر ایک شخص کو خصوصیت کے ساتھ موتی دکھلائے اور کہا کہ اسے توڑ دو۔ اس تخصیص نے انہیں اس قدر خود رفتہ کر دیا کہ ان کو کچھ بھی ہوش نہ رہا اور ان سے قصور ہو گیا ایسی حالت میں آپ ان کو معاف کر دیجئے کیونکہ آپ کی تخصیص بوقت خطاب کے لذت و کام کرتی ہے جو تلوٹکے بھر شراب نہیں کر سکتی۔ نیز جبکہ آپ نے ان کو مست کیا ہے اور وہ مست ہیں تو اس حالت میں ان کو سزا نہ دیجئے کیونکہ شریعت بحالتِ مستی مستوں پر حد نہیں قائم کرتی ہاں! جب وہ ہوش میں آجائیں اس وقت شوق سے سزا دیجئے۔ لیکن وہ قیامت تک ہوشیار نہ ہوں گے پس جبکہ سزا مقدر ہے تو...
 معافی مناسب ہے۔

(فائدہ: ان اشعار میں یہ بھی احتمال ہے کہ بلسانِ عبدِ حقیقی ہوں اور خطاب سے مراد خطابِ اَلنَّبِیِّ رَجُلٌ کَرِیْمٌ۔ یا خطابات ہوں جو کہ احکامِ عامہ کے ضمن میں ہیں جیسے قیوہ الصلوٰۃ وغیرہ والظاہر عندی ہوالاول۔ واللہ اعلم) اس مقام پر چونکہ مولانا نے محمود کے پردہ میں یا بلسانِ عبدِ حقیقی براہِ راست حق سبحانہ کی تریف کی تھی اسلئے اس سے مولانا پر وہد کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

تا ابد رست ان مش از صندل
 وہ ہر شے کی خوش سے اور ہر دلی کو سے تباہ
 مَنْ یَقَانِیْ فِیْ هَؤُلَاءِ لَمْ یَقْمَرْ
 جو تہا رہی جنت میں خا ہوا وہ کفر نہیں ہوا
 اے شہدہ دردِ فرخِ عشقِ ماگرو
 اے دیکھ ہمارے عشق کی جہاں میں گوی ہر دیکر

ہر کہ از جام تو خوردا ذوالنہن
 اے افسانوں والے جس نے تیرے جام سے پیا
 خالِ الدینِ فی فتاءِ سگرہم
 وہ اپنے نفس کی فانیں ہمیشہ رہنے والے ہیں
 فضل تو گوید دلِ مارا کہ رو
 تیری ہر رانی ہمارے دل سے کہتی ہے کہ کیا

تو کھڑا ہم دیکھ رہا
 مست ہوں کہیں کی شہ
 تیرے جام کی شہ ہے جو
 قیامت تک ناس نہیں

جو کہتے۔ خالِ الدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ ہر کسی نہیں سمجھتا۔ نفس تو۔ تیری ہر رانی ہمارے عشق کے جذبہ کی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جامِ کائنات نہیں ہے بلکہ جیسا چاہی کر تھی لا اظہار کر رہا ہے لیکن ہمیں تیرا مدد قبول کرتے ہیں۔

چوں گس در زویش ما افتاده
 تو غمی کی طرح ایسی غم میں غمرا ہے
 گر گسان مست از تو زندا گس
 لے غمی! گدہ تجھ سے مست ہو جائیں گے
 کو بہا چوں در ہا سر مست تو
 دوزخ کی طرح بہاؤ تیرے مست ہیں
 فتنہ کہ لرزند زو لرزان تست
 وہ فتنہ جس سے لرزے ہیں تجھ سے لرزتا ہے
 گر خدا دادے مرا پانصد ہاں
 اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا
 یک زبان دارم من انہم منکسر
 میں ایک زبان رکھتا ہوں وہی توئی ہوتی
 منکسر تر خود نباشم از عدم
 میں خود دم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں
 صد ہزار آثار غیبی منتظر
 لاکھوں نہیں آثار منتظر ہیں
 از تقاضائے تو میگردد سرم
 تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے
 رغبت ما از تقاضائے تو آت
 ہمارا رغب ہوتا تیرے تقاضے سے ہے
 خاک بے بائے بہا لاکے جہد
 غبار بکھیر ہوا کے اور کب جا آئے؟
 پیش آب زندگانی کس کمز
 آپ حیات کے سانسے کوئی جہیں نرا
 آب حیواں قبلہ جاں دوتاں
 آب حیات جان سے دوسری کھنے والوں کا تہ ہے

تو نہ مست اے گس تو بادہ
 لے غمی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شرب ہے
 چونکہ بر بحر غسلانی فرس
 جب تو شہد کے سندر پر گھوڑا دوڑائے گی
 نقطہ ویرکار و خط و درست تو
 نقطہ اور ویرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں
 ہر گراں قیمت گہرا رزان تست
 ہر گراں قیمت موتی تیرے لئے سستا ہے
 گفتے شرح تو لے جان جہاں
 تو اسے جان جہاں! میں تیری شہرہ کرتا
 در خجالت از تو لے دانائے سر
 اے دانہ کو مٹانے والے! تجھ سے شرمندگی میں
 کزد ہاش آمدند لیس امم
 جس کے منہ سے یہ آتے ہیں آئی ہیں
 کز عدم بیروں جہد با لطف پر
 کہ پاکیزگی اور بھلائی کسا عدم سے ابھر گئی
 اے بزمہ من ہمیش آں گرم
 لے کر میں اُس گرم کے سانسے جان بچا رہا
 جذبہ حق ست ہر جا ہر دست
 جہاں کہیں رہ رہتا خدا قائل کا جذبہ ہے
 کشتی بے بحر یا در رہ نہند
 بیہودہ کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟
 پیش آبت آب حیوانست در
 تیرے پانی کے سانسے آپ حیات چھٹ ہے
 زاب باشد بزر و خنداں بوستاں
 پانی سے باغ سینہ و خنداں ہوتا ہے

لے تو بادہ! اس کا تعلق کدو
 شرب سے ہے یعنی بائیں ہر
 تو ایسی شرب ہے کہ اگر گس
 یعنی بائیں دل تجھ سے شرب
 حاصل کرتے ہیں تجھ کو جس
 یعنی اسرار حقیقت کو پہنچا
 اب تیری کشتی کا یہ حال ہے
 کہ جہاں کشتی تیرے لطف
 میں ہے فتنہ دیا کے
 معائب تجھ سے لڑ رہی
 انعام ہیں اور دنیا کی نعمتی
 چیز تیرے لئے ہے قیمت
 ہے۔
 لے گرفتار۔ یہ بھی ایا کا
 مقولہ ہے اور جہاں جہاں
 سے مروضہ خان ہے!
 یہ مروضہ کلا مقولہ ہے اور
 جہاں جہاں سے سلطان
 حقیقی مراد ہے۔ ایک ایک
 زبان ہے اور وہ بھی شہرہ
 سے شک ہے تو میں
 کیسے تیری تعریف کا حق
 ادا کر سکتا ہوں۔ انوکھ۔
 لیکن بائیں ہر کچھ کچھ
 مجھے تعریف کرنی ہے جہاں
 لے کر میں دم سے تو کیا
 گذرا نہیں ہوں اُس سے
 بکھلیں آثار ظاہر و باطن
 ہیں جو تجھ سے فیض حاصل
 کر رہے ہیں۔
 لے از تقاضائے تیری
 ہی ذات کا تقاضا ہے کہ
 میں اُس کے ارمان بیان
 کروں اُس گرم پر میں توان
 ہیں۔ رغبت۔ تعریف کی
 طرف ہماری رغبت تیرے
 تقاضے اور جذبے کی وجہ

سے ہے۔ خاک۔ غبار مجھ کے سہارے اڑتا ہے کشتی دیا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح
 ہمارا کام تیرے جذبہ سے ہے۔ جیسا کہ آپ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے
 آب رحمت کے مقابلہ میں وہ کشتی پانی ہے۔

لہ آب حیات۔ آب حیات
کا بھٹ ہونے کی دلیل
ہے کہ کھوکھلا پنڈر کر کے مٹی
جو انی جان کر کہا جاتا ہے
مگر۔ لیکن جو لوگ خاک و سب
کرتے ہیں وہ تیرے آب حیات
سے زندہ ہیں اور کیلے آب
حیات پیچھے ہے۔ آب حیات
آب حیات ہے ہر جان کو
جانکی حاصل ہونے کی ایک
اس آب حیات کی زندگی تو
ہے۔ ہر دے۔ شمر
کرم و نیر۔ ہر قسم
ہر جان و نبات جانے ہو کر
لہ۔ ہر قسم جو کچھ موت
کے بعد کی زندگی کا پیش ہے
لہذا ہر دے کی موت کی
حقیقت بند سے زیادہ نہیں
ہے۔ ہر دے۔ دو بارہ
زندگی ہمارے کایہ حال ہے کہ

مرگ آٹاں ز عشقش زندہ اند
موت کو لی جانے والے اس کے عشق سے زندہ نہیں
آب عشق تو چو مارا دست داد
جب تیرے عشق کا مال ہمارے ہاتھ آگیا
ز آب حیات ہست ہر جان نو
آب حیات سے ہر جان کو تازگی ہے
ہر دے مرگے و حشرے داؤدیم
تیرے لیے ہر نوع موت اور زندہ ہو جاتا ہے
پچھو حقن گشت ایں مردن مرا
یہ مائید سے سونہ کی طرح بن گیا ہے
ہفت دریا ہر دم ارگرد و سر
سازن سمندر اگر ہر وقت ریت نہیں
عقل لرزاں ز ابل ان عشقش
عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیاک ہے

دل ز جان آب جاں برکنہ اند
جان اور آب حیات سے دل ہر دے ہیں
آب حیات شدیش ناکساد
ہمارے سامنے آب حیات بیکار ہو گیا
لیک آب آب حیات توئی
لیکن آب حیات کی زندگی تو ہے
تا بدیم دستبرو آن کرم
جہاں تک کریں نے اس کرم کا ظہر دکھایا ہے
ز اعتماد و بعث کردن لے خدا
اسے خدا! حشر۔ کے ہر دے
گوش گیری کو ویش آب آب
قوان بکرا کے آب حیات کی جان
سنگے ترسد ز باران چوں طوف
حشر۔ جسے کی طرح بارش سے کب نہ رہے؟

اگر اسوں سمندر خشک ہو کر ریت بن جائیں تو ان کا کار بکر کر کہہ دیا جائے تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل۔ موت سے ڈرتا ہے اور عشق
اس کے معاملہ میں لا پرواہی کیا۔ صلابت سے ڈرتا ہے۔ پھر کسی نہیں ڈرتا۔

شرح

اے اللہ! جو کوئی آپ کا جامِ محبت پی لے وہ قیامت تک کے لیے عقل
اور سزا سے نجات پا جاتا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ آپ کے سکر کی...
بے خودی میں رہتے ہیں کیونکہ آپ کی محبت کا خاصہ ہے کہ جو ایک مرتبہ اس میں غرق ہو گیا
پھر اسے ہوش نہیں آتی۔ اور آپ کا کرم ہمارے دل سے کہتا ہے کہ اے ہمارے عشق
کی بھٹی میں گرفتار دل چونکہ تو کبھی کی طرح ہمارے عشق کی بھٹی میں گر گیا ہے اور اس میں
پھنس کر رہ گیا ہے اسلئے اب تیرا کمال بہت ترقی کر گیا ہے اور اس وقت تو مست ہی
نہیں ہے بلکہ شراب یعنی دوسروں کو مست کرنے والا بھی ہے اور اے کبھی! جب تو...
دریائے شہد پر گھوڑا دوڑائے گی یعنی اسرارِ الہیہ بیان کرے گی تو اگر گس یعنی صاحبِ دل
بھت سے مست ہوں گے۔ (کہذا قیل۔ مگر میرے نزدیک مناسب تقریر یہ ہے کہ اے
کبھی چونکہ تو بحرِ غسل پر گھوڑا دوڑاتی یعنی حتیٰ سبجانہ سے ملاہست رکھتی ہے جو کہ معدن

لذت ہیں اسلئے تیرے ذریعہ سے اگر کس یعنی ناقصین جو کہ اس لذت سے آشنا نہیں ہیں اسکی آشنا ہوں گے اور اسکی آشنا ہو کر مست ہوں گے۔ پس تو سبب ہوگی ان کی مستی کا۔ و ہذا ہوا الحق انشاء اللہ تعالیٰ)

اور اے اللہ ذروں کی طرح پہاڑ بھی۔ اور معمولی ہستیوں کی طرح عظیم الشان مستی! بھی تجھ پر عاشق اور تیرے تابع فرمان ہیں اور نقطہ و پرکار اور خط۔ غرض کہ اسباب و مسببات جس قدر بھی ہیں سب تیرے قبضہ میں ہیں اور تیری یہ شان ہے کہ جس فتنے لوگ کانپتے ہیں وہ خود تجھ سے کانپتا ہے اور جو گراں قیمت موتی اور جوا علی درجہ کا کمال رکھنے والی مٹے ہے وہ تیرے سامنے بالکل بے وقعت ہے اگر میکے منہ میں پانسو بائیس ہوتیں تو میں اپنے حوصلہ کے مطابق آپکی تعریف کرتا اب تو میکے ایک منہ ہے اور وہ بھی آپکے شرمندگی کے سبب شکستہ ہے ایسی حالت میں ہیں آپ کی کیا تعریف کر سکتا ہوں۔ ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کس کی تعریف سے گریز کر رہا ہوں۔ ایسا کرنا ہرگز ٹھیک نہیں کیونکہ گو میں شکستہ دہن ہوں مگر عدم سے زیادہ شکستہ نہیں ہوں جسکی منہ اتنی مخلوق نکل چکی ہے اور لاکھوں آثار غیبی ہمنوز اسکی منہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں پھر میں کیوں ہمت داروں۔ اور گو شکستہ دہن ہوں مگر شکستہ ہمت کیوں بنوں اسلئے مجھے برابر اسکی تعریف کرنی چاہیئے اور ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔

اس کے بعد پھر حق سبحانہ کو خطاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! میں کیا اور میری ہمت کیا یہ جو کچھ میں کرتا ہوں یا کرنے کا حوصلہ کرتا ہوں یہ سب آپ کا کرم ہے کہ آپ نے میرے اندر تقاضائے حمد پیدا کیا اور یہ جو میکے خیالات گردش کرتے ہیں اور مجھے آپ کی تعریف کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں یہ سب آپکے تقاضے کا اثر ہے۔ اور میں تو آپکے کرم کے سامنے مردہ ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کرتا ہوں آپکے فضل و کرم سے کرتا ہوں۔ رغبت آپکے تقاضے کا اثر ہے اور جو کوئی بھی کسی راہ پر چلتا ہے وہ آپ کا ہی جذبہ ہوتا ہے کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے

جیسے خاک اور آب کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا۔ یا یوں کہیے کہ اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور آپکی مثال ایسی ہے جیسے دریا۔ پس جس طرح خاک بدوں ہوا کے نہیں اُڑ سکتی اور کشتی بدوں دریا کے حرکت نہیں کر سکتی۔ یوں ہی کوئی سالک راہ بدوں آپ کے جذب کے نہیں چل سکتا۔

اے! میں نے غضب کیا کہ اپنے کو مُردہ کہہ دیا۔ بھلا میں آپ سے تعلق رکھتے ہوئے مُردہ کیسے ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آب حیات کے ہوتے ہوئے کوئی نہیں مِرتا پس میں آپ کے ہوتے ہوئے کیسے مِر سکتا ہوں کیونکہ آپ کے آب حیات کے سامنے تو آب حیات معروف ایک بے حقیقت شے ہے اسلئے کہ آب حیات معروف سے جانِ حیوانی حاصل ہوتی ہے اور اسلئے وہ مقصود ہے۔ اہل دنیا کا جن کو جان پیاری ہے اور آپ کے آب حیوان سے گلشنِ روح سرسبز و شاداب ہوتا ہے پس وہ مطلوب ہے اہل اللہ کا۔ اور یہ مرگِ آشام لوگ یعنی اہل اللہ اسی کے عشق سے زندہ ہیں اور اسی کے عشق میں نہ ان کو جان سے تعلق رہا ہے اور نہ آب حیوان سے۔ اور اے اللہ! جبکہ ہم کو آپ کے عشق کا آب حیات ملا ہے اس وقت سے آب حیات ہماری نظروں میں حقیق ہو گیا ہے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ آب حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس سے آب حیات کو یہ صفت حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ ہی ہیں پھر آپ کے سامنے ہم آب حیات کو کیا خاطر میں لاسکتے ہیں۔ اور اے اللہ! اپنے ہر دم مجھے ایک تازہ موت اور ایک جدید حیات عطا کی ہے یہاں تک کہ مجھے آپ کے کرم کی سخاوت معلوم ہو گئی۔ اور اب مرنا میرے نزدیک بمنزلہ سونے کے ہو گیا کہ جس طرح آدمی کو سونے سے وحشت نہیں ہوتی یونہی اب مجھے موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ اگر تو مجھے ماریگا تو پھر زندہ کر دے گا کیونکہ تجھے زندہ کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اسلئے کہ آپ کی قدرت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ساتوں سمندر معدوم ہو جائیں تو پھر آپ اُن کو کان پکڑ کر لاسکتے ہیں اور موجود کر سکتے ہیں نیز

میں موت سے ڈر کیسے سکتا ہوں اسلئے کہ موت سے عقل ڈرتی ہے۔ رب عاشق سودہ موت پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ عشق کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ڈھیلہ۔ اور موت کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔ پس جس طرح کہ بارش سے پتھر نہیں ڈرتا۔ مگر ڈھیلہ ڈرتا ہے یوں موت سے عقل ڈرتی ہے اور عشق نہیں ڈرتا۔ اور میں عاشق ہوں نہ کہ عاقل۔ اسلئے مجھے موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا (خاندکاء ہر فے مرگے و حشرے وادیم میں مرگ و حشر سے روح کی حالت اولی کا زوال۔ اور اس میں نئی حالت بہتر از سابق کا پیدا ہونا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ ہر وقت مجھے ترقی روحانی حاصل ہوتی ہے جس میری پہلی حالت زائل ہوتی۔ اور جدید حالت اسگ بہتر حاصل ہوتی ہے) اور ممکن ہے کہ اس میں مسئلہ تجدد امثال کی طرف اشارہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عالم ہر دم فنا ہوتا ہے اور اسکی بعد فوراً ہی موجود ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

سے جہات جمع ہے
بعضی یا بعضی انھوں میں
صاف ہے جو چیز سمجھتی ہے
کی جمع ہے مراد عشق کے فہم
ہیں۔ وہ تباہ جس طرح ستارہ
سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں
کر سکتا اسی طرح مشنوی سے
ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا
تسویں یعنی ستاروں کے
لے ہر ایک ستارے کے
کروا رہے ہیں۔ نقطہ ایک
آتش راہ ہے۔ آغز راہ کے
شعری کے طائر کو رہنمائی
کے تار راہ ہے اور جان کئے
وہ بروج ثابت کئے ہیں جو
آسمان میں بروج ہیں بتلائے
افلاک استعمال کئے ہیں کئے
منظری ہستی میں موت ہے ہمیں
اور ستاروں اور بروج کے

در بروج چرخ جاں چو انجم است
جان کے آسمان کے بروج میں ستاروں کے طرح ہر
جز کہ کشتبان آستارہ شناس
فتح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا
از سعوش غافل انداز قرار
وہ اس کی نیک نیتی اور اس سے غافل ہیں
باچینیں استارائے دیو سوز
اس طرح کے شیطان کو لانے والے ستاروں کے

ہست نبط انداز قلعہ آسمان
آسمان کے قلعے سے، نقطہ جیسکے واہ ہے
مشتری را دوی الاقرب است
خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

از صحائف مشنوی اس پنجم است
شعری کے دفتر میں سے یہ پنجم ہے
رہ نیاباد از ستارہ ہر حواس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں لے سکتا ہے
جز نظارہ نیست قسم دیگران
دوسروں کا حشر سوائے نظام کے نہیں ہے
آشنائی گیر شبہا تا بروز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ

ہر یکے در دفع دیو بدگاس
بدگمان شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک
اختر اربا دیو بچوں عقرب است
ستارہ اگر شیطان کے لئے بچوں کی طرح ہے

ایک اثرات۔ اختران۔ دوستوں کا ایام ملنا۔ آشنائی۔ مشنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کرو گے۔

ہر وجود کے کرم بنمود سر
جس وجود نے عدم سے سپر بھارا
دوست خود بخود خوش شہری
دوست بجا اور بڑی عادت سے خالی ہو جا
زاں نشہ فاروق راز ہرے گزند
اسی لئے دعا فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا
ہیں بجز تریاق فاروق لے غلام
اے لوگ! فاروق تریاق کشائش کرے

برگئے زہرست و بر دیگر شرک
ایک پروردہ زہر ہے اور دوسرے پر شرک ہے
تاز خمرہ زہر ہم شرک خوری
تاکہ زہر کے کئے سے ہیں ترکہ کدے
کہ بڈاں تریاق فاروقیش قند
کیونکہ ان کا فاروق تریاق شرک ستا
تاشوری فاروق دوران السلام
تاکہ زہر فاروق دوران بن جائے ، دانت کرم

نار کا فاروق ہی جائے گا۔
اگر تھامس کر لے کر تریاق
تیکر لے کر تریاق تریاق
اچھا لے کر تریاق تریاق
خانی کا زہر تریاق تریاق
ان کے فاروق تریاق تریاق

بنت ۱۲۷۲ کی ہے چکا مشد
اب اس شوی کے رشتہ کے
بیان کو ختم کر بیان کیوں
کی وجہ سے اس کے سات
مضامین میں جو مسئلہ پیش ہوتا
ہیں۔
مذہب آفتاب شوی کی سون
طرح کر آیا ہے جس کی روشنی
پھیل گئی ہے لیکن شکر کریں
ہر گز ہے کہ دعویٰ عادت
کی رو سے دشمن شہداء ہر
کوہن زہر کھاتا ہے ہر دوسرے
یہ شہداء اور زہر ہونا شوی کی
خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر
بیز کاہن مال ہے تو شوی کی
زبان نقد حضرت خاکے نے

شرح

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں دفتر ہے اور اگر روح کو۔۔۔
آسمان فرض کیا جائے اور اس کے لیے برج مانے جائیں تو یہ ان
برجوں میں بمنزلہ ستاروں کے ہے اور سمار روح کے لیے موجب زینت۔ اور
طالبین ہدایت کے لیے راہنما ہے لیکن اتنا خیال رہے کہ جس طرح ہر آنکھ والے
کو ستاروں سے رستہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ بلکہ رستہ صرف اسی کشتیاں کو معلوم
ہوتا ہے جو کہ ستاروں کے متعلق واقفیت رکھتا ہو۔ یونہی مثنوی سے ہر شخص
کو ہدایت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لیے صرف اسی کو ہدایت ہو سکتی ہے جو کہ اس کو صحیح
طور پر سمجھتا ہو۔ رہے ناواقف لوگ سوان کے حصہ میں تو اس کا صرف دیدار ہے
کیونکہ نہ وہ اس کی خوبی سے واقف ہیں اور نہ کمال سے۔ پس اگر تم کو اس
فائدہ حاصل کرنے کی خواہش ہے تو تم کو چاہیے کہ اپنی ظلمت جبل کے زمانہ میں
طلوع آفتاب معرفت تک ایک ایسا شخص ساتھ رکھو جو کہ ان شیطان سوز تاروں
یعنی مضامین مثنوی سے واقفیت رکھتا ہو یعنی تم کو مثنوی سے اس وقت فائدہ
ہو سکتا ہے جبکہ تم کسی شیخ کامل اور محقق سے تعلق پیدا کر کے اس کے توسط سے اس
سے فائدہ حاصل کرو۔ ورنہ اگر بطور خود اس کو دیکھو گے تو بجائے فائدہ کے ضرر کا

اور بجائے ہدایت کے گمراہی کا اندیشہ ہے کیونکہ گویہ کتاب فی نفسہ تو مادی ہے
 اور اس کا ہر مضمون دفع شیطان کے بارہ میں ان فرشتوں کی خاصیت رکھتا ہے
 جو کہ قلعہ آسمان سے شیاطین پر فقط چڑھتے اور انہیں بذریعہ شہاب ثاقبہ کے
 آگ لگاتے ہیں۔ مگر تفاوت طبائع و احوال کے سبب اسکی ناظرین ہر دو فوٹم
 کے اثر ہوتے ہیں پس بعض کو اسکی ہدایت ہوتی ہے۔ اور بعض اسکی گمراہی
 ہوتی ہے۔ اور یہ ستارہ (مثنوی) اگر شیطان کے لیے عقب (چھو) کی طرح
 رساں ہے۔ تو مشتری (طالب صادق) کے لیے ولی اقرب (نہایت مشفق) ہے
 اور یہ قوس (مثنوی) اگر شیطان کو تیر سے چیدیتی ہے تو کھیتی اور میووں کے لئے
 دلو پڑ آب ہے (یعنی اہل فساد کے لئے مسر اور اہل صلاح کے لیے نافع ہے)
 اور یہ موت (مچھلی) اگر گمراہی کی کشتی توڑتی اور اسکو صدمہ پہنچاتی ہے تو دوستوں
 لئے نور (بیل) کی طرح کشت روحانی بھی کرتی ہے اور یہ شمس (مثنوی) اگر شب
 (ظلمت جہل) کو اسد (شیر) کی طرح چیرتا پھاڑتا ہے۔ تو لعل (ارباب صلاح) کو
 اطلس روحانی بھی پہناتا ہے اور یہ مثنوی اگرچہ سرطان (گہڑے) کی طرح بظاہر
 کج رو ہے۔ یعنی اسکے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں لیکن
 درحقیقت میزان (ترازو) کی طرح کجی سے الگ ہے اور اسکی تمام مضامین مطابق
 شریعت حقہ ہیں۔ اور اگر اسکی سچ (مثنوی) تمام کام دشمنوں کا خون بہانا ہے خواہ
 وہ منظر عداوت ہوں جیسے منکرین یا مدعی محبت جیسے جاہل غیر محققین۔ تو وہ
 شمس تبریز سے کالمین و محققین کے آگے پانی بھی بھرتی ہے۔ اور اگرچہ اس نعل
 (مثنوی) کے بعض آثار نحس ہیں جیسے نااہلوں کو ضرر پہنچانا۔ مگر اسکی بعض دیگر
 آثار اہلوں کے لیے مفید بھی ہیں کہ اسکی وقت نظر اور شان تحقیق پیدا ہوتی ہے
 اور میرے اس چاند (مثنوی) کی طرب انگیزی کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ جو شمس
 محبت سے تالیاں بجائے تو زہرہ کی مجال نہیں ہے کہ اسکی سامنے دم مار سکے
 بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عطار و جو کہ دبیر فلک ہے شدت وجد میں اپنا گھر بھول چکا

اور جوش جنون سے جوڑا کو درہم برہم کر دے اور مشتری کے ہاتھوں میں رستم پڑ جائے اور اس کا دل بے قرار ہو جائے اور چاند پانی پڑھ کرے کی طرح گر پڑے اور اس کے مضامین کے عروج کی یہ حالت ہے کہ نسرطائر شرم سے اپنے پر گرائے اور اس کی دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ تنین فلک اس کی رغبت میں موسم کی طرح نرم ہو جائے اور اس کے فیض کی یہ حالت ہے کہ نبات الغش بھی حاملہ ہو جائیں۔ اور اس کے مضامین کو شکر سب اکٹھی ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔

اچھا اب ان اشاروں کنایوں کو چھوڑو۔ اس لئے کہ وقت ناوقت ہو گیا ہے اور کہکشاں سنبلہ سے پر کاہ ہو گیا ہے یعنی راہ فہم مقصود ان اشاروں کنایوں مخفی ہو گیا ہے۔ اچھا اب ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ لیکن آخیر میں اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آفتاب معرفت کوہ حجاب سے برآمد ہو گیا ہے۔ دیکھنا تم اس کا انکار نہ کرنا۔ اور اس کے انکار سے بچتے رہنا۔ لیکن اے منکرین تمہیں میرا یہ کہنا ناگوار ہوگا۔ کیونکہ تم دشمن ہو۔ اور مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہو۔ اور قاعدہ ہے کہ دشمن کا خواہ وہ واقع میں دشمن نہ ہو۔ بلکہ اس کی دشمنی محض خیالی ہو۔ شہد اور دودھ بھی زہر معلوم ہوتا ہے اور منہ میں ایسا ہی کڑوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ زہر۔ گو وہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ کچھ دودھ اور شہد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو دودھ بھی عدم ظاہر ہوتا ہے اس کی یہی حالت ہے کہ وہ ایک کے لیے ناگوار ہے اور دوسرے کو مرغوب۔ اور یہ اختلاف اثر اختلاف احوال اشخاص سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ جو دوست ہوتا ہے اس کو ناگوار بھی گوارا ہوتا ہے اور جو دشمن ہوتا ہے اس کو گوارا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو کسی چیز سے ناگواری نہ ہو تو تم حق سبحانہ کے دوست ہو جاؤ۔ اور اس کی مخلوقات میں اس کے خیال کا مشاہدہ کرو۔ اور اپنی خصلت بد کو چھوڑ دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تم کو زہر میں بھی شکر کا مزہ آئے گا۔ اور کوئی چیز تم کو ناگوار نہ معلوم ہوگی۔

ایسا کرنے سے روحانی ناگواری تو دور ہوتی ہے مگر بعض احوال میں اس جسمانی

ضرر بھی دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کو زہر نے اسی لئے نقصان نہیں پہنچایا کہ ان کے پاس ایسی تریاق فاروقی کی قند موجود تھی۔ اور وہ اپنے اخلاق درست کر چکے تھے اور انکو خدا اور رسول کے ساتھ محبت ہو گئی تھی اور اسلئے انکو ان پر اور ان کی باتوں پر اعتماد ہو گیا تھا۔ پس تم بھی وہی تریاق فاروقی تلاش کرو۔ تاکہ تم بھی اپنے زمانہ کے فاروق ہو جاؤ۔ اور تم کو بھی زہر سے ضرر نہ پہنچے والسلام۔

فائدہ حاصل: مولانا نے جو مضمون از صحاف مثنوی میں پنجم رفت سے شروع کر کے گرچہ در تاثیر نفس آمد ز حل چہ ختم کیا ہے اس کے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مثنوی سے وہ شخص منتفع ہو سکتا ہے جو کہ خود عارف محقق ہو یا اگر خود عارف نہ ہو تو مستقیم الطبع اور صاحب استعداد علمی ہو۔ اور اسکو کسی شیخ سے سمجھنے اور بدوں ان دونوں باتوں کے مثنوی کا مطالعہ کرنا موجب خطرہ ہے پس لوگ اگر جھل سخت غلطی کرتے ہیں کہ بدوں شرائط مذکورہ کے مثنوی کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ جسک ان کو بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان کئی طرح سے ہوتا ہے یا تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مطالعہ کرنے والا متبع شریعت ہوتا ہے اور اپنے قصور فہم و عدم قابلیت کے سبب مثنوی کے مضامین کو شریعت پر منطبق نہیں کر سکتا اسلئے مولانا اور مثنوی سے بدظن ہو جاتا ہے اور ان کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور یا یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ مولانا کا معتقد ہوتا ہے اور ان کو حامل اسرار شریعت سمجھتا ہے لیکن چونکہ وہ اہل نہیں ہوتا اسلئے اس کے مضامین کو غلط طور پر سمجھ جاتا ہے اور ان غلط مضامین کو جو کہ واقع میں مولانا سے تعلق نہیں رکھتے مولانا کی طرف منسوب کرتا۔ اور ان کو اسرار شریعت سمجھ کر۔ یا ظاہر شریعت کا انکار کرتا یا اس میں تاویل کرتا ہے۔ اور بعض مرتبہ گمراہی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفس شریعت مصطفویہ کا بھی انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صوفیوں کے لیے کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے اسکی ضرورت صرف عوام کے لیے ہے اور عوام کو بھی خاص دین اسلام کی

ضرورت نہیں۔ بلکہ دین کی ضرورت صرف تہذیب اخلاق کے لئے ہے۔ سو وہ اگر کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو کافی ہے نفوذِ باطن من فتنہ سوء الفہم۔ ایسی حالت میں لوگوں کو مثنوی کے مطالعہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے اور اسکی مضامین کے سمجھنے کے لیے ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو کہ جامع من الشریعت الطریقۃ ہیں۔ ورنہ الحاد اور زندقہ کا خطرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

دوم یہ کہ مثنوی کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت اور گمراہی میں ڈالتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مضامین مطابق شریعت حقہ مصطفویہ ہیں ایسے مضامین جہاں کہیں مثنوی میں آئے ہیں۔ ہم نے انکی توضیح کر دی ہے۔ اور توضیح میں حتی الامکان خود مولانا کے کلام سے مدد لی ہے کیونکہ ہم نے جہاں تک تتبع کیا ہے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی موقع پر مولانا اپنے کلام اجمال سے کام لیتے ہیں تو دوسرے موقع پر خود ہی اسکی تشریح فرما دیتے ہیں پس مثنوی کے مطالعہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اسکی تمام مضامین کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے مقصود کو متعین کرے اور صرف ایک ہی مقام پر نظر کو مقصود نہ کرے ورنہ مخالطہ کا خطرہ ہے سوم یہ کہ مثنوی بعض کو نقصان پہنچاتی ہے بعض کو نفع۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس کا نقصان اعدائے دین یا مذکورین یا نااہل معتقدین کو ہوتا ہے اور نفع ان مخلصین کو ہوتا ہے۔ جو کہ اسکی مضامین کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خواہ بطور خود سمجھ سکتے ہوں یا توسط عارف محقق۔ پس منشاء ضرر کا خود دوسروں کی ظالمت ہے نہ کہ مثنوی کا نقصان۔ کیونکہ وہ خود کامل اور سراسر نافع ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش سے باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست۔ در باغ لالہ روید و رشورہ بوجہ حسن۔

فائدہ ۱: زان نشہ فارق راز ہرے گزند الا میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے

جس کا حاصل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بادشاہ نے تحفہ کے طور پر زہر ہلاہل کی شیشی پہنچی تھی اور یہ کہا تھا کہ آپ اسکی اپنے دشمنوں کو ہلاک کرسکتے ہیں۔ اس کو آپ نے یہ کہہ کر نوش فرمایا تھا کہ نفس زیادہ میر کوئی دشمن نہیں ہے اس لیے میں اسے پلاتا ہوں۔ اور اسکی آپ کو کچھ ضرر نہیں ہوا تھا اس واقعہ کی صحت کا علم نہیں ہے

لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس پر اولاً شبہ یہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے اول خود کشی کا اقدام کیا۔ اور ثانیاً یہ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نفس کشی کی حقیقت معلوم نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ امیر المومنین کو اس واقعہ سے قاصد پر حقیقت اسلام کو ظاہر کرنا تھا۔ اور چونکہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کامل وثوق تھا کہ جو چیز بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء پڑھ کر کھائی جائے گی وہ ضرر نہ پہنچائیگی اسلئے اپنے بے تکلف پی لیا۔

فاثدہ مثلاً: چونکہ مولانا نے مشنوی کو ستاروں سے تشبیہ دی تھی اسلئے آپ نے اس بیان میں ایسے الفاظ سے کام لیا ہے جو کہ غلکیات اور دیگر معانی میں مستعمل ہیں۔ اور کہیں ان الفاظ سے ستارہ اور مرجع مراد لئے ہیں اور کہیں دیگر معانی۔

فاثدہ مثلاً: عقرب، قوس، دلو، حوت، اسد، میزان، سنبلہ، ثور، سرطان، جوزا، جدو، کدھار، نام ہیں اور شمس، مرتخ، زہرہ، مشتری، قمر، عطارد، شیر، اسطر، بنات النعش، کہکشاں، ستاروں کے۔ اور تینوں سے مراد ماہین عقدہ راس ذنب ہے (اللہ اعلم) ہذا آخر ما تیسر لٹانی حل المشنوی المعنوی افاض اللہ علینا من برکاتہ آمین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احتقار جو کہ حل مشنوی کے لکھا ہے وہ اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کا یا روحانی فیض ہے۔ اور احقر اس میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہے لیکن اگر اس میں کسب پر کوئی لغزش ہو تو اسکو میرا قصور قابلیت خیال کیا جائے۔ اور حضرت مولانا کے دامن کو اس پاک سمجھا جائے کیونکہ تلقی فیض میں قابلیت مستفیض کو بھی دخل ہے۔ ہاں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست و در باغ لالہ روید و در شور و بوم خس۔

والسلام

تنبیہات برائے

کلیدِ مثنوی

— (دفترِ پنجم) —

جس میں عسیر المفہوم مضامین کو نہایت آسان
طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ اور خاص خاص
اصطلاحاتِ مثنوی پر نشانِ دہی کی گئی ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً مسلماً

اما بعد : جبکہ بفیض ظاہری و باطنی حضرت مجدد الملتہ والدین مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی اطال اللہ بقائہم علی رؤس المساکین مجھ نااہل کے ہاتھوں مثنوی کی چار دفتروں کی شرح کا کام تمام ہو گیا۔ تو خیال ہوا کہ اس عرصہ میں مثنوی کے متعلق جو کچھ مفید معلومات مجھے حاصل ہوئے ہیں ان میں سے جس قدر مستحضر ہوں ان کو ایک جگہ جمع کر دوں۔ تاکہ مثنوی کے پڑھنے اور پڑھانے اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے کار آمد ہوں۔ واللہ الموفق وہو المستعان :

میں ان مضامین کو بعنوان تنبیہات ذکر کروں گا اور ان تنبیہات کو دو قسم پر منقسم کروں گا۔ قسم اول میں وہ تنبیہات ہیں جو راجع ہیں ناظر مثنوی کی طرف۔ اور قسم ثانی میں وہ تنبیہات ہیں جو راجع ہیں اسلوب بیان و معانی و مضامین مثنوی کی طرف۔

تنبیہات قسم اول

تنبیہ ۱ ناظرین مثنوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلیم الطبع اور صحیح العقیدہ اور صاحب استعداد علمی ہوں۔ جہیں بقدر ضرورت محفول بھی دخل اور زبان فارسی اور علم دین سے کافی واقفیت اور مذاق سخن رکھتے ہوں۔ اور علم تصوف میں اگر ماہر نہ ہوں تو کم از کم اس کے مناسبت ضرور رکھتے ہوں۔ اور اگر خود محقق نہ ہوں تو کسی محقق کی صحبت میں ایک معتد بہ مدت تک رہ کر اس کے مستفید ہوئے ہوں اور اگر صاحب حال بھی ہوں تو نور علی نور ہے کیونکہ مثنوی کے مضامین کو صاحب حال ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور غیر صاحب حال اس قدر نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ بعض مقام پر اس کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اِلَّا اَنْ یُعْصِمَ اللّٰہُ۔ چنانچہ مولانا دفتر پنجم میں فرماتے ہیں ۔ اندر میں بحث از خرد رہی بدی : فخر رازی راز دار دین بدے

لیکچر من لم یدق لم یدراو ۛ عقل و تخمیلات اوجیت فرزد
 کے شود کشف از تفکر این انا ۛ این انا مکشوف شد بعد الفنا
 می فتد این عقلها در افتاد ۛ در منکے و حلول و اتحاد

نیز فرماتے ہیں ۛ
 از صحاف مثنوی این پنجم است ۛ در روج چرخ جاں چول نجم است
 رہ نیاید از ستارہ ہر حواس ۛ خبر کہ گشتی باں ستارہ شناس
 جز نظارہ نیست قسم دیگر اس ۛ از سوسوش غافل اند و از قرآن
 آشنائی گیر شبہا تا بروز ۛ با چنیں ستارہ لے دیو سوز ۛ

تنبیہ

یعنی مثنوی کے بعض مضامین کو بظاہر مخالف شریعت معلوم ہوتے ہیں مگر وہ
 حقیقت میں مخالف نہیں ہیں۔ پس ناظرین کو چاہیے کہ ایسے مضامین کو دیکھ
 کر نہ مولانا پر مخالفت شریعت کا طعن کریں اور نہ اُن کی ظاہری گمراہی میں مبتلا ہوں
 بلکہ ایسے مضامین کے متعلق انکو چاہیے کہ خود مثنوی میں اُن کی تفسیر اور تشریح تلاش
 کریں اغلب یہ کہ انکو اس کی تشریح خود مثنوی میں مل جائے گی۔ کیونکہ جہاں تک ہم
 نے تتبع کیا ہے۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مولانا غلبہ حال اور حالت سکرم میں ایسے
 مضامین بیان کر جاتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت ہیں مگر دوسرے مقام پر ان کی
 توضیح فرما دیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو مثنوی میں اس کی توضیح نہ ملے تو اپنے زمانہ کے محققین
 سے اس کی تفسیر دریافت کر لے۔ یا محققین کے شروح و حواشی سے اس مقام کو حل کر لے
 مثنوی میں مولانا بعض ایسے مضامین بیان فرماتے ہیں جو محض ہوتے ہیں مگر ان
 سے محض کوئی مقصود نہیں ہوتی بلکہ مقصود ہدایت ہوتی ہے و سیاقی تفصیل
 پس کسی کو مولانا پر محض کوئی کاشبہ نہ ہونا چاہیے ۛ

کار با کاں را قیاس از خود بگیر ۛ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ جاں می پڑد ۛ و آں دگر شیر یکہ مردم می رود
لے ڈکشتہ صبح کا ذب را بین صبح صادق را تو کا ذب ہم بین

تنبیہات قسم ثانی

۱۔ مولانا کے کلام میں بعض مقام پر بندش و ترکیب کلام خلاف بندش و ترکیب
تنبیہ متعارف واقع ہوتی ہے۔ مثلاً

وہ صیغہ صفت کو کبھی بمعنی مصدر استعمال کرتے ہیں۔ اور خواہند، ساحر ناک، منکر
ناک، نقاش گر وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۛ
کو دکان خانہ دوش می کشند ۛ باشند اندر دست طفلان خواہند
اور فرماتے ہیں ۛ

حی وقائم داند اوں خاک را ۛ خوش نگرایں عشق ساحر ناک را
وغیرہ وغیرہ — اور کبھی وہ پیش کا قافیہ زیر سے اور زبر کا زیر سے کرتے ہیں چنانچہ
فرماتے ہیں ۛ
ہیں ز گنج رحمت بے مر بدہ ۛ در کف تو خاک گرد و زر بدہ
نیز فرماتے ہیں ۛ

ہر گے را ہمت امید برے ۛ کہ کشادندش در اوں روزے وے
اس شعر میں لفظ ”بری“ مرکب ہے بلے ظرفیہ اور لفظ ”رے“ بفتح را سے جو کہ نام ہے
شہر کا۔ اور کبھی ربط مثل از دور دبر و یا ظرفیہ درست وغیرہ کو حذف کر دیتے ہیں۔
چنانچہ فرماتے ہیں ۛ

باکنیزک خلوتش بگذاشتی۔ اے بخلوتش یا در خلوتش
نیز فرماتے ہیں

”او مذلت خواست کے عزت تنم“ اے عزت

نیز فرماتے ہیں ع

”عشق و سودا چونکہ بر بوش بدن“ ای از عشق و سودا۔

اور کبھی حق سبحانہ کا یا کسی اور کا مقولہ بیان فرماتے ہیں اور گفت مغیرہ کو مخدوف فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

پیش با فرج و گلو باشد خیال ۞ لاجرم بروم نماید جاں جمال
ہر کرا فرج و گلو آئیں و خوست ۞ اِن کُم دین و لی دین بہر اوست
با چنان انکار کوتہ کن سخن ۞ احمد کم گوئی با گبر کہن
شعر ثالث کے شروع میں گفت خدا برائے رسول خود مقتدر ہے اور نیز فرماتے ہیں
پس پر سال کیں موزن گو گماست ۞ کہ صلا د با نگ اور راحت فرماست
بین چہ راحت بود ز آل آواز زشت ۞ کو خدا دازے بنا گہ در کشت
دختری دارم لطف و لبس منے ۞ آرزوی بود اور ا مومنی اہ
ان اشعار میں شعر ثانی کے شروع میں ”مرد ماں پر سیدند“ مقتدر ہے اور شعر ثالث
کے شروع میں او جواب داد مقتدر ہے

اور بعض مقام پر بقرینہ مقام دوسری عبارتوں کو مخدوف فرمادیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ع

گرچہ آن معنی ست این نقش لے پسر ۞ تا بفہم تو بود نزدیک تر۔
تقدیر عبارتوں ہے گرچہ آن معنی است وین نقش لے پسر۔ لہذا ایں نظیر آن نے
تواند شد لیکن بایں ہم من ایں مثال را آوردہ ام تا بفہم تو بود نزدیک تر
اور کبھی وہ ترا کو زائد استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع
گر نبودے بہر عشق پاک را ۞ کے وجودے دادے افلاک را
نیز فرماتے ہیں ع

گفت لوطی حمد اللہ را کہ من ۞ بدیندیشیہ ام با تو بظن
اور کبھی وہ ایسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ جس کے ایک معنی معروف ہیں اور دوسرے

معنی غیر معروف اور وہ ان سے معانی غیر معروفہ مراد لیتے ہیں۔
 جیسے پایاں بمعنی پایندہ غیر معروف ہے اور بمعنی انتہا وحد۔ معروف۔ مگر وہ
 فرماتے ہیں۔

نور حسن و جان ناپایاں ما۔ ۛ نیست کلی فانی دلا چوں گیا
 اس جگہ ان کی مراد ناپایاں سے ناپائدار ہے نہ کہ بے حد۔ علیٰ ہذا بعض نسخوں میں
 شعر مذکور میں بجائے ناپایاں کے بے پایاں ہے اور بے پایاں کے معروف معنی
 بے حد ہیں مگر ان کی مراد اس ناپائدار ہے اور انہوں نے ”بے“ کو بمعنی ”نا“ استعمال فرمایا ہے
 جیسا کہ اس شعر میں ہے

دخترال رامیت مردہ دہند ۛ کہ ز لعب کوہ کاں بے آگہ اند
 اور اپنے کے معنی معروف از جہت ہیں مگر انہوں نے اپنے قول سے
 گزرباشد صدر رخ و گر ۛ از پلے ہیضہ بر آلود از تو سر۔

میں اس کے معنی از عقب ہیضہ مراد لئے ہیں اور کبھی وہ شب در اور روز در وغیرہ
 تراکیب استعمال کرتے ہیں ایسی تراکیب میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ بے ظرفیہ محذوف
 ہو اور در زائد۔ اور اصل میں لبشب در وغیرہ ہو۔ اور دوم یہ کہ محرور جار پر مقدم ہو
 یہ نظر بطور نمونہ کے ہیں پس ناظر مثنوی کو چاہیے کہ حل ابیات میں فہم سلیم
 سے کام لے اور جستی بندش کی خاطر حسن الہ معنی کو ہاتھ سے نہ لے۔

کبھی مولانا ترتیب مضمون کو بدل دیتے ہیں اور مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم
 کر دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

چوں ضیاء الحق حسام الدین عنان
 باز گردانید ز اوج آسمان

چوں بعد از حقائق رفتہ بود بہ بے بہار ش غنچہ نشگفتہ بود
 چوں زدیا سونے ساحل بازگشت ۛ چنگ شعر مثنوی با ساز گشت
 ان اشعار میں مضمون شعر اول شعر ثانی سے موخر اور شعر ثالث سے مقدم ہے

تنبیہ ۱؎ کبھی مولانا اپنے سیاق کلام کو بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ
گفت روزے شاہ محمود غنی : آں شہ غزنی و سلطان منے
اس کا مقتضایہ تھا کہ آئندہ وہ مقولہ بیان فرماتے مگر انہوں نے اس کو چھوڑ
دیا۔ اور فرمایا۔ شاہ روزے جانب ایوان شناخت : جملہ راں را در آں ایوان بیافت
گوہرے بیرون کشید او مستیز : پس تہادش زد دور کف وزیر
گفت چونست و چہ ارزد ایں گہرا

پس یہاں انہوں نے سیاق اول کو چھوڑ کر دوسرا سیاق اختیار فرمایا ہے۔
تنبیہ ۲؎ مولانا کی عادت ہے کہ وہ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف
انتقال فرماتے ہیں اور کبھی اس انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں اور کبھی تنبیہ
نہیں فرماتے پھر جب انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں تو کبھی فوراً ہی انتقال فرماتے ہیں اور
کبھی کوئی اور مضمون بیان فرمانے لگتے ہیں اور اس کا رخ ہو کر مضمون ثانی کی طرف انتقال
فرماتے ہیں۔

چنانچہ دفتر سوم میں فرماتے ہیں کہ

شمع مریم واللیل افروختہ : کہ بخارا میرود آں سوختہ
سخت بے صبر در آتش دہان تیز : اوسوئے صدا احسان کن می گریز
ایں بخارا منبع دانش بود : پس بخارا نیست ہر کانش بود
پیش شیخے در بخارا اندری : تا بخاری در بخارا ننگری۔
جز بخاری در بخارا سے دانش : راہ ندہ جز رومد شکمش
اے شک آں را کہ ذلت نفسہ وائے آنکس را۔ : کہ میری رحلتہ فرقت صد حسان مہمان او
نیز کبھی وہ انتقال کی مناسبت سے ہوتا ہے اور کبھی بلا مناسبت۔ چنانچہ ...
فرماتے ہیں کہ

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص شد : دود و گندے آمد اناہل حسد او
نیز فرماتے ہیں کہ اے سگ طاعن تو عوامی کنی الا وغیرہ وغیرہ۔

۵ تنبیہ: عام کتابوں کا قاعدہ ہے کہ ایک سُرخ سے دوسری سُرخ تک ایک مضمون ہوتا ہے اور دوسری سُرخ سے دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے لیکن مثنوی میں یہ طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ مولانا کا کلام مصنفین کے طرز پر نہیں ہے۔ جو کہ ہر مبحث کو جدا جدا اور مرتب طور پر بیان کرتے ہیں۔ اور ہر مبحث کے لئے ایک ایک سُرخ قائم کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا بیان واعظانہ ہے۔ جس میں جذبے رنگ کی آمیزش ہے۔ پس وہ ایک مضمون شروع کرتے ہیں پھر اس کے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اس سے تیسرے مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ وکذا الی ماشاء اللہ! اُس کے بعد ہی مضمون سابق کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اور کبھی مضمون سابق بالکل چھوٹ جاتا ہے۔ اس طرح ایک مضمون کے ضمن میں بہت سے انتقالات۔ اور مضامین مختلفہ آجاتے ہیں۔ ان میں سے بعض انتقالات یا مضامین پر سُرخ ہوتی ہے اور بعض پر سُرخ نہیں ہوتی۔ پس سے سُرخوں کو دیکھ کر پائے قائم نہ کر لینی چاہیئے کہ مضمون سابق ختم ہو چکا۔ اور اب جو کچھ اس سُرخ کے تحت میں ملے گا ہوگا وہ اسی سُرخ سے متعلق ہوگا۔

کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سُرخ ایک مسلسل مضمون کے درمیان میں واقع ہوتی ہے جیسے سُرخ ”باز و کم پیرزن“ کہ درخانہ اولود۔ واقعہ دفتر چہارم۔ آسیہ امراۃ فرعون کی مسلسل گفتگو کے درمیان واقع ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سُرخ کے بعد مضمون سُرخ بیان فرماتے ہیں۔ اور اس کے فاسخ ہو کر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس عود کے لیے کوئی سُرخ نہیں قائم کرتے۔ دیکھو قصہ آیار واقعہ دفتر پنجم وغیرہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک سُرخ قائم کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مضمون سُرخ بیان کریں۔ لیکن پھر کوئی اور مضمون ذہن میں آجاتا ہے اور اسے بیان کرنے لگتے ہیں اور مضمون سُرخ بالکل چھوٹ جاتی ہے مثلاً دفتر چہارم میں مولانا نے تجاذب جذب و انجذاب اشعار کا بیان فرمایا۔ اور جبکہ اس شعر تک پہنچے۔

آدمی را شیر از سینہ رسد - شیر خاز نیم زیرینہ رسد

تو چاہا کہ اس مقام پر غنائے اہل اللہ کا بیان فرمائیں۔ اسلئے انہوں نے سرخی قائم کی ”بیان کفر عارف را غذا نیست از نور حق الخ“ اسکے بعد ان کو خیال ہوا کہ آدمی شیراز سینہ رسد الخ سے جو شبہ جو حق سبحانہ کا ہوتا ہے اسکو دفع کر دیا جائے اسکے بعد اس مضمون کو بیان کیا جائے اسلئے انہوں نے سرخی کے بعد فرمایا عدل قسام ست و قمت کر دنی ست۔ جب اس مضمون کو ختم کر چکے تو باقی گفتگو کو روز آئندہ پر رکھا۔ اور فرمایا روز آخر شد سبق فربالود الخ لکے دن اس سرخی کا خیال نہ رہا۔ اور اس کا مضمون بالکل چھوٹ گیا۔

تنبیہ: ۴۔ مثنوی میں جو سرخیاں واقع ہیں ان کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ مولانا ہی کی قائم کی ہوئی ہیں۔ ہاں بعض سرخیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ سرخی مذکورہ بالا یعنی بیان آسمک عارف را غذا نیست از نور حق الخ اور سرخی حکایت لوطی و مختث مذکورہ بالا جو کہ دفتر پنجم میں واقع ہے جس میں یہ شعر بھی ہے

بیت من بیت نیست افلیم ست ہزل من ہزل نیست تعلیم ست
مگر بشرطیکہ یہ شعر مولانا ہی کا ہو

تنبیہ: ۵۔ خواہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوں یا کسی اور نے ہر حالت میں اس کا خیال کھنا چاہیے کہ سرخی کی بناء پر مضمون ذیل سرخی کو تو طام و طراد جائے بلکہ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ گویا کہ سرخی ہی نہیں اسلئے کہ سرخیاں مثنوی میں مختلف قسم کی ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ مضمون کے ساتھ یوں مطابقی ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجل ہیں اور مضمون ذیل اسکی تفصیل۔ اور بعض سرخیاں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون کے نتائج قریبہ اور بعید ہیں۔

فیہ مضمون سرخی کو وہاں سے شروع سمجھنا چاہیئے جہاں سے اس کا شروع ہونا مناسب ہو۔ کیونکہ نا سخن کی بد احتیاطیوں سے بعض سرخیاں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں۔ چنانچہ دفتر پنجم مطبوع محمود الطالع ص ۲۴۲ پر جو سرخی ”رسیدن گوہر از دست بیت آخر دور بایا از الخ“ واقع ہے اس کا مضمون ہے ہچنین در دور گرداں شد گہرا سے شروع

ہوا ہے۔ لیکن سرفی مذکور تین شعر بعد قائم کی گئی ہے۔

۸۔ تنبیہ: مولانا کے کلام میں جس قدر نظم کے متعلق بے ترتیبیاں ہیں۔ یا ان کے کلام میں جو مضامین بظاہر خلاف شریعت ہیں۔ ان کا منشأ غلبہ عشق و فک اور مضامین کی آمد اور ان کا ہجوم اور بیان کی بے ساختگی ہے۔ چنانچہ خود مولانا ان امور کی تصریح فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں ہ میں سہ ہر ماہ سہ روز لے صنم ۛ بے گمان باید کہ دیوانہ شوم ہیں کہ امروز اول سہ وزہ است ۛ روز پیروزی ست نے پیروزہ است ہر لے کا ندر غم شاہی ہے بود ۛ دمدم اور سر مل ہے بود۔

کیف یا قی النظم لی والقافیہ بعد ما ضاعت اصول العافیہ۔ ماجنون واحد لی فی الشجون بل جنون فی جنون فی جنون۔ الی غیر ذلک من التصریحات۔

۹۔ تنبیہ: مولانا داؤد احسن مصاریح میں الفاظ بضرورت قافیہ بھی استعمال کرتے ہیں جیسے اے عمو اے پدر، اے پسر۔ اے عقل وغیرہ۔ ایسے الفاظ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ اسی بنا پر ہم نے اپنی شرح میں ان الفاظ کی پرواہ نہیں کی ہے۔

۱۰۔ تنبیہ: مولانا اپنے کلام میں تشبیہات و تمثیلات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں اور کبھی وہ تشبیہات و تمثیلات مشبہ ہو و تمثیل لہ پر پورے طور پر منطبق نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یا تو محض تقریب فہم ہوتی ہے یا جویش عشق۔

چنانچہ فرماتے ہیں ہ

ای بروں از دم وقال وقیل من ۛ خاک بر فرق من و تمثیل من
بندہ لشکبزد تصویر خوششت ۛ ہر زمان گوید کہ جانم نوشت
ہچوں آں چو پاں کہ میگفت لے خدا ۛ پیش چو پاں محب خود بیا۔

نیز فرماتے ہیں ہ

گمچہ آں معنی ست و نفس اے پسر ۛ تا بفہم تو بود نزدیک تر
الی غیر ذلک من التصریحات۔

تنبیہ: مثنوی میں مولانا کے بعض بیانات حدش تک پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان سے ان کا مقصود وہ عمدہ نتائج ہوتے ہیں جو ان سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ صورت مضمون۔ چنانچہ دفتر چہارم میں بذیل سرخی حکایت آں زن پلید کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سر او در بن می نماید چشم آدمی را۔ از سر او در بن فرود آ۔ تا آں خیالات برود الخ فرماتے ہیں ہزل تسلیم ست آں راجد شنو ۛ تو مشو بزطاہر ہزلش گرد ہر جدے ہرست پیش بازلل ۛ ہر لہا جدت پیش عاقلان اور دفتر پنجم حکایت لوطی و مخنث کی سرخی میں فرماتے ہیں۔

حکایت آں مخنث و پرسیدن لوطی از دو رحالت لواطت کہ ایں خنجر از بہر چسیت۔ گفت از بہر آنکہ ہر کہہ بایں بداندیشد اشکمش بشکافم لوطی بر سر او آمد و شد می کرد می گفت الحمد للہ کہ من باتو بدنی اندیشم ۛ

بیت من بیت نیست تعلیم ست ۛ ہزل من ہزل نیست تعلیم ست
قوله تعالى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ يُّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوثُهُ فَمَا فَوْقَهَا اى فما فوقها فى تغير النفوس بالانكارات۔ ما ذا المراد اللّٰه بهذا مثلاً۔ و آنکہ جواب میفرماید کہ ایں خواستم۔ یُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِيْهِ بِهٖ كَثِيْرًا کہ ہر فتنہ ہچھو میزان ست کہ بسیار از سر خود شود و بسیار بے مراد و لو تأملت فيه قليلاً۔ لوجدت من نتائجہ الشریفۃ کثیرا انتہی۔

تنبیہ: مولانا قصہ لوح واقعہ دفتر پنجم میں فرماتے ہیں ۛ اس دعا از ہفت گردوں گذشت ۛ کاراں سکیں باختر گوشت کاں علے شیخ نے چوں ہر دعا ۛ فانی ست او گفت او گفت خدا اور اس قسم کے مضامین مثنوی میں اور مقامات پر بھی ہیں۔ ایسے مضامین سے جہلا۔ اور غلاۃ کو بہت بڑا دھوکا ہوتا ہے اور وہ ایسے مضامین سے مختلف قسم کی

گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثلاً بعض تو اہل اللہ کو خدا سمجھ جاتے ہیں اور اس بنا پر ان کے لیے خواص الوہیت مثلاً علم غیب محیط - عموم قدرت و تصرف کیف ماثلاً وغیرہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں۔

اور بعض انکو معصوم اور قید شرع سے آزاد سمجھ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں — سو واضح ہو کہ اتحاد اہل اللہ مع الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ حقیقتاً خدا ہو جاتے ہیں یا خدا ان میں حلول کر جاتا ہے نفوذ باللہ منہ،

بلکہ مولانا کی مراد صرف توافقی اکثر الامور یہ ہوتا ہے جیسے روزمرہ کی بول چال میں اتحاد کہتے ہیں مثلاً دو شخصوں میں دوستی بہت بڑھ جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتا ہر کہ ہم تم تو ایک ہی ہیں دو تھوڑا ہی ہیں - علیٰ ہذا - دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ تو دونوں ایک ہی ہیں - حالانکہ وہاں یقیناً ایسا اتحاد نہیں ہوتا جیسا کہ گمراہ لوگ اہل اللہ اور خدا کے درمیان سمجھتے ہیں۔

اور یہ حقیقت اتحاد مولانا کے مجموعی کلام سے اس قدر واضح ہے کہ منصف کو اس میں اصلہ شبہ کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ وہ خود اہل اللہ سے لغزشوں کا صدور اور ان پر حق سبحانہ کی تنبیہ نقل فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں :-

یک قدم زو آدم اندر ذوق نفس ۛ شد فراق صدر جنت طوق نفس
اور حضرت مولے علیہ السلام پر حق سبحانہ کی تنبیہ ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں :-
وحی آمد سوئے از حُدا - ۛ بندہ مارا چہر کہ دی جُدا -

تو برائے وصل کردن آمدی ۛ نے برائے فصل کردن آمدی
اور دفتر چہارم قصہ بنائے مسجد اقصیٰ میں فرماتے ہیں :-

چوں در آمد عزم داد وے تنگ ۛ کہ بسازد مسجد اقصیٰ بے تنگ
وحی کردش حق کہ ترک دیں بکوال ۛ کہ ز دست بر نیاید ایں بکان
نیست در تقدیر مآئیکہ تو ایس ۛ مسجد اقصیٰ بر آریے لمے گزیے

گفت جرم چیست ای آئینے از ۛ کہ مرا گوئی کہ مسجد را می ساز
گفت بے جرمی تو غنہا کردہ ۛ خون مظلوماں بگردن مردہ -
کہ آواز تو خلقے بے شمار ۛ جان بد او بند و شدند آزار شکار
خون بے رفت ست بر آواز تو ۛ بر صدرے خوب جاں پرداز تو
گفت مغلوب تو بودم مست تو ۛ دست من بر بستہ بود از دست تو
نے کہ ہر مغلوب شہ مرحوم بود ۛ نے کہ المغلوب کا معدوم بود
گفت اے مغلوب معذبت کو ۛ جز بہ نسبت نیست معدوم افترا
ایں چنین معدوم کو از خویش رفت ۛ بقرین ہستیہ افتاد و رفت
اور بہ نسبت با صفات حق فناست ۛ در حقیقت در فنا اور با بقا ست الخ
الحی غیر ذلک من التصریحات -

یہ واقعات اور اس قسم کے اور واقعات جو اہل اللہ کے خود مشنوی میں منقول ہیں
صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو نہ خلا ہو سکتا ہے اور
نہ اس کے لیے خواص الوہیت - مثل علم محیط کاملہ و قدرت و تصرف و اختیار کامل و شامل
ثابت ہو سکتے ہیں اور نہ خدا پر ان کا قبضہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو چاہیں اس کے کام لیں -
اور نہ اس کے تمام کام خدا کی مرضی کے موافق ہوتے ہیں بلکہ بعض امور میں ان سے لغزش
ہو جاتی ہے جس پر حق سبحانہ کی طرف سے ان کو مناسب تنبیہ ہوتی ہے پس وہ
محکوم ہوتے ہیں اور خدا ان پر حاکم اور وہ بندہ ہوتے ہیں - اور خدا ان کا خدا - اور وہ
شرائط تکلیف کے پائے جانے کی حالت میں کسی وقت میں بھی حد تکلیف خارج نہیں ہوتے
بلکہ وہ عوام سے زیادہ مکلف ہوتے ہیں - کیونکہ ان سے ایسی باتوں پر بھی مواخذہ ہوتا ہے
جن پر عوام سے مواخذہ نہیں ہوتا جیسا کہ واقعات منقولہ سے ظاہر ہے -

تنبیہ: ۛ مولانا حق سبحانہ کے لیے لفظ عشق کا استعمال کرتے ہیں مگر عوام کو ان کی تقلید
نہ چاہیئے اور حق سبحانہ کے لیے اس لفظ کا استعمال نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ
اس لفظ کو بالمعنی المعروف حق سبحانہ کے لیے استعمال کریں جیسا کہ ان کی حالت سے

ظاہر ہے۔ تو اس لفظ کا استعمال حق سبحانہ کے لئے کفر ہے اسلئے کہ عشق بمعنی معروف
قسم ہے جنون کی اور مستلزم ہے اضطراب اور اضطراب کو۔ تعلی اللہ عن ذالک علوٰاً
کبیراً۔ اور اگر بمعنی مطلق محبت استعمال کریں جیسا کہ مولانا کرتے ہیں تب بھی ان کو ایسا
نہ چاہیئے کیونکہ یہ لفظ موہم سور ادب اور نادانوں کو مغالطہ میں ڈالنے والا ہے اور ایسے
معاملات میں عوام کو خواص کی تقلید جائز نہیں۔

چنانچہ مولانا نے دفتر پنجم میں غلامانِ عمیر خلاسانی کے قصہ میں ایک بزرگ کا
واقعہ بیان فرمایا ہے اور کہا ہے۔

اے بیکے گستاخ اور اندر ہرے ۞ چوں بدیدی او غلامِ مہترے
جامنا طلسمِ کمر زریں رواں ۞ رفئے کردی سوئے قبلہ آسمان
کسے خلایز خواجه صاحبِ من ۞ چوں بنا موزی تو بندہ داشتن
بندہ پروردن بیاموزد لے خدا ۞ زیں رئیس و اختیار شہر ما
بود محتاج و برہنہ بے نوا ۞ دوزستان لہز لرزاں از ہوا
انبساطے کرد آں از خود بری۔ ۞ جوئے نمود او از ملتہری
اعتمادش بر ہزاراں موہبت ۞ کہ ندیم حق شد اہل معرفت
گزیدم شاہ گستاخی کند۔ ۞ تو مکن چوں تو نداری آں سہ

اسی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل جاہل صوفی جو بے تکلف ان شطیحات کو زباں پر
لاتے ہیں جو اہل اللہ سے غلبہ شکر میں یا اور کسی وجہ سے صادر ہو گئی ہیں ان کو ایسا کرنا ہرگز
جائز نہیں۔ اور ان پر صرف علماءِ ظاہر ہی انکار نہیں کرتے بلکہ خود صوفیاء کرام بھی انکار
کرتے ہیں۔ اور ان کو ایسا کہنے کی ممانعت کرتے ہیں۔

۱۲۔ مولانا کی عادت ہے کہ کسی ایک مضمون کو مختلف عنوانوں سے بیان فرماتے
تنبیہ: ہیں اور کبھی ایک عنوان سے مختلف مضمون کو تعبیر فرماتے ہیں۔ بعض جگہ
اس دقیقہ پر اطلاع نہ ہونے کے سبب حل مطلب میں دقت پیش آتی ہے مثلاً کبھی
وہ عقل کل سے مراد شیخ لیتے ہیں اور کبھی حق سبحانہ اور کبھی عقلِ معاد اور کبھی عقلِ ماضی کا کل

کامل - اور لوگوں کو اختلاف معنوں پر اطلاع نہیں ہوتی - اسلئے وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں :-

۱۵ تنبیہ: مولانا کے بعض اطلاقات کسی اور اہل تصوف کے خلاف ہوتے ہیں مگر ناظرین ان کو مصطلح اہل تصوف پر محمول کر کے دھوکا کھاتے ہیں مثلاً وہ عقل کل یا عقل کلی سے معافی مذکورہ بالا مراد لیتے ہیں اور محشین ان کی شرح میں فتوحات مکیہ کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دھوکا کھاتے ہیں - علی ہذا وہ عین الیقین کو حق الیقین کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور ناظرین کو اس کے معنی معروف کا دھوکا ہوتا ہے -

۱۶ تنبیہ: مولانا کبھی جسم بولتے ہیں اور اس کے مراد ان کی معنی معروف ہوتے ہیں اور کبھی وہ جسم بولتے ہیں اور مراد ان کی نفس ہوتا ہے چنانچہ جب وہ جسم کا روح ہونا یا روح کا جسم ہونا بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد غلبہ صفات روح پر نفس یا غلبہ صفات نفس پر روح ہوتا ہے -

۱۷ تنبیہ: جب مولانا کبھی مضمون کی تائید کسی حکایت وغیرہ سے کرتے ہیں تو اس کے کبھی اور نتائج بھی نکالتے ہیں اس لیے ایسی حکایات وغیرہ کو ایک اعتبار سے ماقبل سے تعلق ہوتا ہے اور دوسری جہت سے مابعد سے اور وہ حکایات وغیرہ من وجہ اصل ہوتی ہیں - اور من وجہ تابع -

۱۸ تنبیہ: کبھی مولانا بعض معاملات مثل معاملہ اہل اللہ باحق سبحانہ و معاملہ اہل دنیا یا اہل اللہ کو صراحتاً بیان فرماتے ہیں - اور کبھی کسی قصہ وغیرہ کے پردہ میں - جب کسی پردہ میں بیان کرتے ہیں تو کبھی وہ قصہ وغیرہ کو بیان کر کے اپنے مدعا کی تصریح کر دیتے ہیں - اور کبھی خود قصہ وغیرہ ہی میں ایسے الفاظ داخل کر دیتے ہیں جو مقصود کو ظاہر کرتے ہیں - یعنی وہ اس مضمون میں بعض الفاظ تو ایسے استعمال کرتے ہیں جو صورت قصہ کے مناسب ہیں - اور بعض الفاظ ایسے لاتے ہیں جو مقصود قصہ کے موافق ہیں -

دیکھو! قصہ گرفتار شدن باز میاں چنڈاں واقعہ دفتر دوم و قصہ باز و پیرزن

واقعہ دفتر چہارم و قصہ ایاز واقعہ دستر بہم وغیرہ۔ جو لوگ اس دقیقہ سے آگاہ نہیں ہوتے۔ ان کو حل ابیات میں وقت پیش آتی ہے اور وہ مختلف قسم ادبام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۔ مولانا اپنی مثنوی میں روایات و واقعات ضعیفہ یا غیر ثابتہ کا بھی ذکر کرتے تنبیہ ہیں۔ مگر ان کا ذکر کبھی مدعا کے اثبات کے لیے نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ اصل مدعا دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ان سے اس کو بنا بر احتمال امکان وقوع محض تا یہ مقصود ہوتی ہے اور چونکہ ان کا اصل مقصود ان واقعات و روایات کی صحت پر موقوف نہیں ہوتا اسلئے وہ ان میں تنقید و تحقیق محدثانہ سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ بنا بر احتمال مذکور ان کو ذکر فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے دفتر دوم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تنظیم کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تنظیم کرنے کے واقعہ پر طاعنین کا اعتراض نقل فرما کر اس کا جو جواب دیا ہے اسکی یہ مضمون صاف طور پر ظاہر ہے۔

حاصل شہرہ یہ ہے کہ یہ قصہ غلط ہے تم کو اسی مثنوی میں درج نہ کرنا چاہیئے اور حاصل جواب یہ کہ یہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے اسلئے قطعی طور پر اسکی غلط ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں اور اگر غلط بھی ہو تو ہم کو صورت واقعہ مقصود نہیں بلکہ مقصود مقصود ہے اور وہ صحیح ہے عبارت اشکال یہ ہے

ابہاں گوید ایں افسانہ را : خط بکش زیر دروغ ست و خطا
زانکہ مریم وقت وضع حمل خویش : بود از بیگانہ دور و ہم ز خویش
مریم اندر حمل جفت کس نہ شد : از بڑوں شہر او واپس نہ شد
مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا : گوید اورا در سخن ایں ماجرا

اور عبارت جواب یہ ہے

ایں بلاند کانکہ اہل خاطر ست : غائب آفاق اورا حاضر ست

پیش مریم خاطر آید در نظر : مادہ ترکیبی کہ دورست از بصر
 دیدہ بابتہ بہ بند دوست را : چوں شبک کردہ باشد پوست را
 در نیکش نمر زوں و نمر زوں : از حکایت گیر معنی اے ز بوں
 الی آخرہ ما قال رضی اللہ عنہ۔

تنبیہ ۲۱ مولانا جب کسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں تو اسکو دلائل سے ثابت کرتے
 ہیں۔ ان میں بعض استدلالات بُرطانی اور مفید یقین ہوتے ہیں اور بعض
 خطابی مفید ظن اور بعض شعری جو محض تقویت تاثر و عظم کے لئے استعمال کئے
 جاتے ہیں۔ بسے مولانا کے ہر استدلال میں دقت فلسفہ کو دخل نہ دینا چاہیئے
تنبیہ ۲۱ مولانا کے کلام میں کہیں عموم و استغراق حقیقی مراد ہوتا ہے اور کہیں عرفی
 اور کہیں عموم و استغراق سے محض کثرت مراد ہوتی ہے پس ہر جگہ
 مولانا کی تعمیم ظاہری کو استغراق حقیقی پر محمول کر کے دھوکا نہ کھانا چاہیئے اور ان
 کی بعض تعمیمات ظاہری اہل اللہ کے احاطہ علم اور عموم قدرت اور عصمت غیر معصومین
 وغیرہ کا شبہ نہ ہونا چاہیئے

تنبیہ ۲۲ مثنوی میں مولانا نے علوم معاملہ و مایہ تعلق بہا بیان فرمائے ہیں اور جس
 مسئلہ کو علوم معاملہ سے کچھ بھی تعلق نہ تھا انہوں نے اسکو بیان نہیں
 فرمایا۔ اسی بنا پر مولانا نے مسئلہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف عند الصوفیاء سے
 نفی یا اثباتا تعرض نہیں فرمایا۔ اور جن اشعار کو وحدۃ الوجود پر محمول کیا جاتا ہے
 احقر کے نزدیک ان کا محل دوسرا ہے مثلاً مولانا دفتر اول میں کہتے ہیں :
 جملہ معشوق است عاشق پردہ : زندہ معشوق است و عاشق مردہ
 احقر کے رائے میں یہ مسئلہ فنا و بقا کا بیان ہے نہ کہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف کا
 اور مولانا نے جوارشاد فرمایا ہے چونکہ بیرنگے اسیر رنگ شد۔ موئے ہاموئے در جنگ شد
 بچوں بہ بیرنگے سی کاں داشتی : موئی و فرعون دارند آشتی
 ان کا مطلب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ جب روح اپنی الجملہ صفات نفسانیہ کا

غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت اہل حق میں بھی ایک حد تک تنازع و تخالف پیدا ہو جاتا ہے اور جب کسی پر بعد قتلے صفات نفسانہ صفات روحانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی حالت جمالت اصلیکہ کی طرف عود کر آتی ہے تو پھر اہل حق اور اہل باطل سے بھی اتفاق و اتحاد ہو جاتا ہے اور یہ وہ مضمون ہے جس کو مولانا نے دفتر چہارم میں یوں بیان فرمایا ہے

۵ جان میوانی ندارد اتحاد ۶ تو مجو ایں اتحاد از روح باد
 بچوں نما ند جانہا را فاعده ۷ مومنال باشند نفس واحدہ
 پس اس وقت ان اشعار کو وحدۃ الوجود بالمعنی المتعارف سے کوئی تعلق نہ ہوگا
 واللہ اعلم بالصواب :

۲۳ تنبیہ : مولانا کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ وہ ایک واقعہ ماضیہ بیان کرتے ہیں لیکن
 بنا پر استحضار اس کو فی الحال واقع مان کر گفتگو کرتے ہیں چنانچہ
 دفتر پنجم میں ایک زاہد اور ایک شہاب خور امیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو کہ زمانہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام میں واقع ہوا تھا۔

مگر بنا پر استحضار مولانا امیر سے زاہد کی سفارش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

۵ عفو کن اے میر بر سختی او ۶ و زنگر در درد و بد بختی او۔ الخ
 محشیں نے تو اس کو رجوع بقصہ قرار دیا ہے مگر ہم کو بقرینہ سیاق و سباق و طرز
 بیان خود مولانا کی سفارش کہنا ذوقاً صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک قرینہ اس پر یہ ہے
 کہ مولانا نے اول عشاق کی سفارش کے لئے خطاب عام فرمایا ہے اور کہا ہے ۵
 یا کرامی ارجو اہل الہو اے ۶ شاہم درد التوے بعد التوی

اسکی بعد فرمایا ہے ۵ ع

عفو کن اے میر بر سختی او۔ الخ اس معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے خطاب عام
 کے بعد خطاب خاص فرمایا ہے اور سفارش عام کے بعد سفارش خاص فرمائی
 ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے اس سفارش میں اور لوگوں کی سفارش میں بہت فرق
 ہے چنانچہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے اور سفارش میں شان ارشاد

غالب ہے۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ مولانا اس سفارش کے بعد فرمایا ہے :
 باز بشنوقصہ میراں دگر۔۔۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک
 گفت گو خود مولانا کی تھی اور یہاں سے مولانا قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔
 واللہ اعلم۔

علیٰ ہذا مولانا دفتر مذکور میں ایاز کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
 من بگو احوال خود را بے ایاز : گرچہ تصویر حکایت شد دراز الخ
 اس شعر میں مصرع ثانی و اشعار آئندہ بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ یہ خود مولانا کا
 خطاب ہے نہ کہ محسود کا۔

۲۴ تنبیہ: مولانا اپنے کلام میں مجازات لغویہ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں چنانچہ
 وہ اکثر نفس کو مردہ کہتے ہیں مگر مراد ان کی اسکی بغایت ضعیف
 اور مضحل ہوتی ہے نہ کہ حقیقتاً مردہ۔ ناواقف مردہ سے معنی حقیقی مراد لیکر دھوکا
 کھاتے ہیں اور اولیاء اللہ کو معصوم سمجھ بیٹھتے ہیں یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے
 واضح ہو کہ نفس حقیقتاً تو انبیاء کا بھی مردہ نہیں ہوتا اولیاء اللہ کا تو کیا مردہ ہوتا
 چنانچہ مولانا فرماتے ہیں :

بیک قدم زو آدم اندر ذوق نفس : شد فراق صدر جنت طوق نفس
 لیکن چونکہ انبیاء کے اندر و خصوصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اولیاء کے اندر نہیں ہوتیں اسلئے
 انبیاء حقیقی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء معصوم نہیں ہوتے۔ خصوصیت اقل
 یہ ہے کہ انبیاء کو اپنے نفس پر خلقی طور پر اولیاء سے زیادہ قابو ہوتا ہے اسلئے جب
 ان کو نفس کے کسی تقاضا کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ یہ تقاضا نفس ہے تو پھر وہ اسکی
 مطاوعت نہیں کرتے۔ برخلاف اولیاء اللہ کے کہ انکو اپنے نفس پر اتنا قابو نہیں ہوتا
 جتنا کہ انبیاء کو ہوتا ہے اسلئے کبھی کبھی وہ تقاضائے نفس کو تقاضائے نفس جان کر بھی
 اسکی حقیقی پر عمل کر بیٹھتے ہیں۔ مگر یہ امر شاذ و نادر ہوتا ہے جس کو کالعدم سمجھنا چاہیے
 دوسری خصوصیت انبیاء میں یہ ہوتی ہے کہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا

وعدہ ہوتا ہے۔ برخلاف اولیاء کے۔ کہ گو حق سبحانہ ان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں مگر اس کا ان سے وعدہ نہیں ہوتا۔ اسلئے کبھی کبھی وہ اپنی حفاظت کو کسی مصلحت سے ان سے بھی اٹھا لیتے ہیں اور یہ بھی اتفاقی اور شاذ نادر ہوتا ہے۔ ان وجوہ سے انبیاء کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم ہیں۔ اور اولیاء کی نسبت یہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم نہیں ہیں۔ مگر غالب احوال میں بتائید حق سبحانہ اس کو محفوظ ہوتے ہیں اور اس بنا پر ضروری ہے کہ جس بزرگ کی مقبولیت عند اللہ قرآن صحیحہ معتبر عند الشرع سے معلوم ہو جائے اس کے کسی ناشروع فعل کو حتی الامکان معصیت حقیقیہ پر محمول نہ کیا جائے بلکہ بنا بر حسن ظن انکو معذور سمجھا جائے اور ان کے فعل کی کوئی تاویل مناسب کر لی جائے لیکن ایسے افعال میں دوسروں کے لیے ان کی تقلید جائز نہ ہوگی۔

۲۵ تنبیہ: مولانا مثنوی میں آیات قرآنہ و احادیث نبویہ سے جو استدلال فرمائے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن پر تحریف کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور بعض استدلال ایسے ہیں جن پر تحریف معنوی کا شبہ ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے استدلال کی حقیقت ظاہر کر دے۔

سوا واضح ہو کہ استدلال مذکورہ میں بعض استدلال تو ایسے ہوتے ہیں جن کا مبنی مجتہدانہ استنباط ہو سکتا ہے جیسا کہ انہوں نے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مِمَّنْ جَالَّ صَدَقَاتُهَا عَاهِدُوا اللّٰهَ الْخَالِصَ بضم مقدمات خارجیہ یقینیہ۔ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اصل جانبازی و صدق و وفا و شہادت نفس مقتول ہونا نہیں ہے بلکہ اطاعت حق سبحانہ و مخالفت نفس ہے۔ پس ایسے استدلال پر تو تحریف کا شبہ سراسر جہم ہے۔ رہے وہ استدلال جن کا منشأ استنباط مجتہدانہ ہے اور نہ نصوص ان کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں۔ سو ایسے استدلال کی نسبت یہ گزارش ہے کہ مولانا کا ان استدلال سے یہ دعویٰ نہیں ہونا کہ یہ مضمون نصوص کا مدلول اور صاحب

شرع کا مقصود ہے۔ بلکہ ان کا مقصود ان نصوص کے ساتھ استدلال سے محض اعتبار ہوتا ہے یعنی ان نصوص کو اس مدعا سے فی الجملہ مناسبت ہوتی ہے اور اس مناسبت کی بنا پر وہ ان سے استدلال کرتے ہیں اور ایسے استدلال اشبہ باستدلالات شعراء و تعبیرات معبرین ہوتے ہیں پس ان پر تحریف کا شبہ بالکل بیجا ہے۔

اب ہم مولانا کے بعض استدلال کو ان کی توضیحات کے ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر اصل مقصود پورے طور پر منکشف ہو جائے عینہ!

مولانا نے دفتر پنجم میں بذیل سرخی لواء متن سلطان محمد ایاز را الخ ارشاد فرمایا ہے
 ۱۔ لے ایاز پر نیاز صدق کیش - ۲۔ صدق تواز بحر داز کوزہ است پیش
 ۳۔ نے وقت شہوت باشد عثار - ۴۔ کہ رود عقل چو کہوت کاہ دار
 ۵۔ نے بوقت خشم و کینہ صبر بات - ۶۔ سست گرد در قرار و در ثبات
 اس کے بعد فرمایا ہے ۷۔

ہست مرفے این آں ریش و ذکر - ۸۔ ورنہ بوفے میر میراں کبر خد
 ان ابیات میں مولانا نے دعوے فرمایا ہے کہ مناط رجولیت مرفے - جسم نہیں ہے
 بلکہ روح ہے پس جس کی روح نفس پر غالب ہوگی وہ مرد ہوگا خواہ اس کا جسم زنانہ
 ہو اور جس کا نفس روح پر غالب ہوگا وہ عورت ہوگا خواہ اس کا جسم مردانہ ہو۔

اس دعوے پر مولانا نے یوں استدلال فرمایا ہے ۹۔
 حق کہ خواندست در قرآن رجال - ۱۰۔ کے بود این جسم را آنجا مجال
 روح حیوان لا چہ قدرست کے پسر - ۱۱۔ آخرا بازار قصا باں گذر -
 صد ہزاراں سر نہادہ پر شکم - ۱۲۔ ارزشاں از وہبہ و از دہن ست کم
 حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ قرآن میں جن کو رجال کہا گیا ہے وہ وہی لوگ ہیں
 جن کی روح نفس پر غالب ہے چنانچہ فرمایا ہے -

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّخِذُوا - اور فرمایا ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ
 وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ الْآيَةِ - اور فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کو رجال صفات جسمانیہ و حیوانیہ کے لحاظ سے کہا گیا یا صرفاً روحانیہ کے اعتبار سے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ صفات جسمانیہ و حیوانیہ کے لحاظ سے نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ لفظ موقع مدح میں واقع ہے اور حیوانیت کو فی قابل مدح شے نہیں ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ لفظ صفات روحانیہ کے اعتبار سے اطلاق کیا گیا ہو۔ وہو المدعی — یہ حاصل تھا استدلال کا۔ اس پر تحریف کا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ نصوص مذکورہ میں لفظ رجال اپنے معنی لغوی میں ستمل ہے۔ اور مولانا کا یہ مقدمہ کہ لفظ رجال مدح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ممنوع ہے لیکن اس کو تحریف کہنا سراسر غلطی ہے کیونکہ یہ تحریف نہیں ہے بلکہ مجتہدانہ استدلال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ رجال آیت میں بنا برقرآن مخصوص مصروف عن المعنی الحقیقی اور محمول بر معنی مجازی ہے اور اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جو قرآن مولانا صوفی عن المعنی الحقیقی کے لیے قائم کئے ہیں وہ ناکافی ہیں اسلئے ان کی بنا پر معنی حقیقی کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یہ مجتہد اعتراض ہے پس یہ اختلاف رائے ہو گا جو کہ مجتہدین میں ہوا کرتا ہے لہذا اس کی بنا پر مولانا کے استدلال کو تحریف نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) نیز وہ فرماتے ہیں :-

صدق جان دادن بود بی سابقا : از نبی برخاں رجال صدقا
 ایں ہم مردان نہ مرگ صورت ست : ایں بدن مروح را چوں آلتست
 لے بسا خامیکہ ظاہر خویش ریخت : یک نفس زندہ آں جانب گریخت
 آلتش بشکست ز رہن زندہ ماند : نفس زندہ است از چہ مرکب نخب نشانند
 اسپ کشت زہ زفت آں خیر سر : ماند خام و خیرہ سر آں بے خبر
 گوہر خوریز تے گشتے شہید : کافر کشتہ بدے ہم بوسعید
 لے بسا نفس شہید معتمد : مردہ در دنیا چو زندہ میبود
 روح را بہن مرد و تن کی تیغ اوست : ہست باقی در کف آں غر و دوست

تیغ آں تیغ ست مرداں مردیت ۛ لیکن ایں صورت ترا حیران کنی ست

نفس چون مبتدل شود ایں تیغ تن ۛ باشند اندر دست صنع ذوالمنن

ان ابیات میں مولانا نے وعوے کیا ہے کہ صدق اور وفا حقیقت میں جان بازی کا اور دلیل اسکی یہ بیان فرمائی ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن میں جان بازی کو صدق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ فَنَسِهُم مِّنْ قَضَیِّ نَجْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَن يَنْتَظَرُ۔ یعنی مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو صادق العہد اور وفا دار ہیں۔ سوان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو شہید ہو چکے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو منتظر شہادت ہیں پس اسکی معلوم ہوا کہ صدق و وفا جان بازی کا نام ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ جان بازی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی مقتول ہو جائے کیونکہ بدن روح کا آلہ ہے جسکی ذریعہ وہ اعمال صالحہ کر کے تقرب عند اللہ حاصل کر سکتے ہیں اور اسی لیے وہ اسکو عطا کیا جاتا ہے پس اسکو کھودینا نہ فی نفسہ کوئی کمال ہو سکتا ہو اور نہ وہ شرعاً مطلوب ہو سکتا ہے لہذا اس کا ضائع کرنا موجب مدح اور مستحسب صدق و وفا نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو جان بازی کہا جاسکتا ہے بلکہ اصل جان بازی جو موجب مدح اور فی نفسہ کمال اور مستحسب صدق و وفا اور شرعاً مطلوب ہے وہ ترک خودی اور اطاعت کاملہ اور نفس کشی ہے۔

اور چونکہ صحابہ مذکورین فی الآیہ میں یہ معنی جان بازی کامل طور پر متحقق تھے اور انہوں نے حق سبحانہ کی اس درجہ اطاعت کی تھی کہ اسکے اطاعت میں جان تک دیدی تھی یا جان دینے پر آمادہ تھے ایسے آیت میں ان کی تعریف کی گئی۔ اور ان کو صادق العہد اور وفا کہا گیا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جان بازی کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورت تو مقتول ہونا ہے اور حقیقت ترک خودی و اطاعت حق سبحانہ۔ اور صورت جان بازی نہ فی نفسہ کمال ہے اور نہ شرعاً مطلوب۔ لہذا اسکو صدق و وفا نہ کہا جائے گا پس صدق و وفا حقیقت جان بازی ہوگی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بذریعہ نفس کشی ترک خودی اور اطاعت کاملہ کرے تو اسکو صادق العہد اور جان باز اور وفا دار اور شہید کہا جائے خواہ وہ

زندہ ہو یا مقتول یا مردہ بغیر قتل۔ اور اگر کوئی نفس کشی نہ کرے بلکہ خودی اور مخالفت میں منہمک رہے لیکن مقتول ہو جائے جیسے کفار مقتول ہوتے ہیں یا بعض مسلمان۔ ریاء و مسعد کے لیے مقتول ہوتے ہیں تو ان کو جاننا زیادہ صادق العہد یا شہید وغیرہ نہ کہا جائے یہ استدلال استنباط مجتہدانہ پر مبنی ہے اور تمام مقدمات اسکی واجب التسلیم ہیں۔

(۳) نیز فرماتے ہیں ۛ

توخی دانی کہ دایہ دانگات ۛ کم دہد بے گریہ شیر اور رائنگاں
گفت ولیکو اکثر اکش دار ۛ تا بریزد شیر فضل کردگار
مولانا نے اس استدلال میں ولیکو اکثر اکش کو طلب گریہ پر محمول کیا ہے جو کہ آیت میں مقصود نہیں ہے اسلئے یہ استدلال مشابہ ہو گا۔ مومن خاں کے اس استدلال کے ۛ حسن انجام کا مومن میری بارگاہی خیال ۛ یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے کیونکہ مومن خاں نے محبوبہ کے خیال حسن انجام پر محمول کیا۔ جو کہ اسکی کلام کا مدلول نہیں ہے۔

(۴) نیز فرماتے ہیں ۛ

تو ستوری ہم کہ نفست غالی است ۛ حکم غالب را بود لے خود برست
خرخر خاندت اسپ خاندت دلجلال ۛ اسپ تازی را عرب گوید تعال
اس استدلال میں مولانا نے لفظ تعالو اسے آدمیوں کے گھوڑا یعنی صالح الاستعداد ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ عرب جب گھوڑے کو بلاتے ہیں تو تعال کہتے ہیں اور گدھے کو اس لفظ سے نہیں بلاتے۔ یہ استدلال ایسا ہے جیسا مومن خاں کا یہ استدلال ہے ۛ

پر میر سے اسکی گئی ہمارے دل آہ ۛ بیگانگیوں میں بھی عجب ربط را ہے
توضیح اسکی یہ ہے کہ جب معشوق کی طرف سے اعراض ہوتا ہے اور جذب نہیں ہوتا
تو عاشق کی محبت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو
کہ لفظ پرہیز جس طرح معشوق کے اجتناب پر بولا جاتا ہے یونہی بیمار کے ناموافق غذا

وغیرہ سے بچنے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص پر ہیز کرتا ہے اسی کی بیماری جاتی ہے اور ایک کے پر ہیز سے دوسرے کی بیماری نہیں جاتی۔ پس مومن کہتا ہے کہ معشوق کے پر ہیز سے میری بیماری جاتی رہی۔

یہ دلیل ہے۔ میری اور اس کے اتحاد کی۔ کیونکہ اگر مجھ میں اور اس میں اتحاد نہ ہوتا تو اس کے پر ہیز سے میری بیماری کاہے کو جاتی پس ثابت ہوا کہ جس زمانہ میں مجھ میں اور اس میں ناموافقت تھی اس وقت بھی ہم میں اتحاد تھا پس جس طرح اس استدلال کا مبنی اشتراک لفظ پر ہیز ہے یوں ہی مولانا کے استدلال کا بھی یہی اشتراک لفظ تھا۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ: آخر میں ہم ناظرین شرح حبیبی کو تنبیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شرح مذکور میں ہم سے تنبیہات مذکورہ میں سے کسی تنبیہ کی صریح مخالفت ہوئی ہو تو وہ ہمیں معذور سمجھیں کیونکہ معلومات مذکورہ ہم کو ابتداء میں حاصل نہ تھے تاکہ ابتداء سے ان کا لحاظ رکھا جاتا۔ بلکہ ان کے ضبط کا خیال اس وقت پیدا ہوا جبکہ دفتر پنجم کے نصف ثانی۔ پھر نظر ثانی کا قصد ہو کر اور اس پر نظر ثانی کرنے کے زمانہ میں ان کو مرتب کیا گیا۔ اس لئے ان کا تفصیلی علم اس وقت ہوا جبکہ ہم دفتر پنجم کے نصف ثانی پر نظر ثانی کر رہے تھے۔ والسلام۔

واخود عوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی
خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلسلہ تبلیغ کا چھ بیسواں وعظ مسمیٰ بہ

شکر المثنوی

یعنے

تقریر حضرت مجدد الملت والدین مولانا محمد اشرف علی صاحب جو کہ آپ نے اس جلسہ میں فرمائی جو کہ تقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں بتاریخ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ منعقد ہوا تھا اور جس کو اہقر العباد حبیب احمد کیرانوی نے ضبط کیا۔

اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا
مُرْسِلَ لَهُ مِنْ كَبَدٍ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط۔

سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے۔

اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہیے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔ اور جس طرح ہو سکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سرا انجام چونکہ بعض عوائق کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور بحمد اللہ اب مکمل ہو گئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس انعام کا شکر یہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے (جس میں تداعی و استہام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر یاد کی نظر

میں عدم مناسبت بمقصد جلسہ کا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے تضرع بالغلبة والقدرۃ والحکمة کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصد جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک نامض اور باریک تعلق ہے ۔

شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی تضرع بالقہر والغلبة والقدرۃ والحکمة کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلمے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت و جلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہو گیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے ۔

اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے تضرع بالقدرۃ والغلبة والحکمة جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی ۔

توحید ذاتی، صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْۤیْ اُجْرَ حَٰنَہٗ
مَتَنُ وَثَلَّثَ وَرَبَّاعٍ یَّزِیْدُ فِی الْخُلُقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اس میں انہوں نے اپنی ان صفات و افعال کا بیان کیا ہے جو

ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی و توحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا فِى اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّقُوا اللَّهَ**۔ اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی و توحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ **إِنْ يَكْذِبُوا فَعَدَّ كُذْبُكَ رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ** **وَاللَّهُ مُرْجِعُ الْأُمُورِ** (اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے۔

تین اہمات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ رَابِعًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَلَا تُغْنِيَنَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغْنُفَنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ**۔ یہ تینوں مسئلے اہمات مسائل میں سے ہیں یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور ان پر زبردست براین قائم کی ہیں امام رازىؒ نے اس پر بجا بجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے **مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ** فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ بالاستعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں **مِنْ رَحْمَةٍ** فرمائی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے

والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ و قدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال

قدرت و غلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہو سکے اور کو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہو سکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو ہی دفع کر دیا اور فرمایا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا يُرْسِلُ لَهُ یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی باقی تھا وہ یہ کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح و امساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہو سکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا وهو العزيز یعنی عزت و غلبہ عین منہم ہیں اس کی ذات میں۔ اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالات کا خاتمہ ہو گیا اور اس کا تفسر د بالغلۃ بالکل وجہ ظاہر ہو گیا۔ یہ تو ہو گیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو بااقتدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بالمالی مصلحت و منفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے الحکیم بڑھادیا اور ظاہر کر دیا کہ ہمارے افعال لا ابالی حکام و سلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے سب حان الذی تکلم بهذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار۔

آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ جملہ

مَا يُمْسِكُ فَلَا مَرْسِلَ لَهُ اَوْ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهُ کی کہ جن سے مقصود تمام ادہام و شکوک کو زائل کر کے اپنی کمال قدرت و حکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے علوم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنئے کہ رحمت کے لغوی معنی رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ توند دل و نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثیر اور انفعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر کیا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمت رحیمہ وغیرہ اپنے معنی لغوی میں مستعمل نہیں ہو سکتا بلکہ جائزاً بعلاقہ سببیت اثر رقت قلب یعنی فضل و انعام احسان مراد ہو گا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فرمایا اور من خیر نہیں فرمایا حالانکہ مطلب من خیر کا بھی وہی ہے جو من رحمة کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق منحہ علیہم ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس کے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کمر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلا استحقاق منحہ علیہم ہیں کسی کو غلط جان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے انعامات کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قومی اور اعضاء وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک و مصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بنا پر خادم مخدوم سے معاون

کامستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ حیب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آجاتے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کر لیتا ہے تو اب وہ من حیث الخدمت اس کا مملوک ہو جاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر سہی پس جب وہ کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بنوہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتدا میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیسے ہو سکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اسی دخل کی بنا پر بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانے میں ایک اسپیکٹر داس مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے

وہ تو خاموش رہے ماموں صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھتے ہیں جواب دوں گا۔ انسپکٹر صاحب اپنی انفری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجے میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الٰہی غیبی النہایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاویگا یا کہیں جا کر ختم ہوگا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پانادہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں۔ غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہتے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپکٹر کا ناتھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑے دیر کے بعد انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعمت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درداٹھا اور ہلاک ہو گیا۔

تہر کی دو قسمیں

یاد رکھو کہ حق سبحانہ کا تہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی تہر ہوتا ہے اور کبھی تہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ تہر تہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو تہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق و شوق و احوال و ملوچید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ یہ تہر بصورت لطف ہے اور تہر بصورت تہر سے زیادہ خطرناک ہے سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نسبت احوال و ملوچید کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طائع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال و ملوچید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے۔ تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہو گئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہو گئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراسی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضا مند ہو مگر وہ رضا مند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضا مندی بغیر شاہزادی کی رضا مندی کے بے سود اور لالعدم تھی یوں ہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ سرگزشتی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجوید کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلہ سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ذوق و شوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اس نفوق و شوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق و شوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوئے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ بابجے سے بنبعث ہوتی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے پچھو کاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوالے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے مگر جان کے لالے پڑ جاتیں گے پس یہ کہنا کہ گانے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثل پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے توغیر مہذب موقع خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیاڑے سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے ایک روز بادشاہ آگے آگے جا رہے تھے پیچھے سے ملانے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا

نالائق حرکت ملانے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برا فروختہ ہوا توب ملانے کہا کہ یہ معنی ہیں غدر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ غدر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے۔ اسی مثل کا مصداق ہے۔

اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق و شوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

موثر حقیقی اللہ تعالیٰ میں

جیسے اس منکر توحید کو پیش آیا۔ ہاں

ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکواس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گوان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو بچے کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور معین وجود فقط حق سبحانہ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمة فرمایا ہے۔ یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل و احسان ہے اور یہ بھی

معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت، وفضل و احسان و انعام وارد فی الایہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین بیان کیا ہے کہ یہاں رحمت عام ہے صحت۔ امن۔ علم۔ عمل۔ غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عروہ بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شغرف بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر بھی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارن پور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہمارے عید گاہ کے سامنے پٹری بچھائی جا رہی تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تاکہ بیک کر شمشہ دوکار ہو جاوے۔ آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متعیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہوگی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد سے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت پہنچنا

گو دوسروں کی بنائی ہوئی نعمت کیونکہ بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سنکر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے ۔
 اِنَّ اللّٰهَ لَيُوَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آگئی ایک شیعی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَيُوَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہوگا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سنکر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بنا پر اگر کیوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار غص بلا وجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیات میں بھی اس کو داخل کیا ہے ملاحظہ فرمائیے

مرائب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور بار برداری کے جانور کا ذکر کرنا آ رہا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْجَوْنَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ تَكُونُوا بِالْغَنِيِّ الْأَيْتِ لَكُمْ أَنْ رَبَّكُمْ لَرُؤُوفٌ الرَّحِيمُ وَالْخَيْلُ وَالْبَعَالُ وَالْحَمِيرُ لِيَرْكَبُوهَا وَزِينَةٌ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ پس گویا حق سبحا تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنادی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور بار برداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور بار برداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَأَيُّ لَكُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ فِي الْفُلِّ الشَّحُونَ وَخَلَقْنَا لَهُمُ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے (ولكن لا يناسب هذا المحمل قوله تعالى وخلقنا الا ان يؤول والتا ويل بعيد فليتامل) خیر تو جبکہ ریل اور شغرف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالا وے اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوص علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام و احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا۔ اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موسیبت غلطی ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اسی بنا پر حق سبحا نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے اھم یقیناً

رَحْمَةً رَّبِّكَ عَنْ قِسْمًا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ۔ تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کھارنے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنی چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم اشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہو گا۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہو گئی اور ایک بڑا معرکہ الاراء مقام حل ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اِذَا الَاْمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِفْخَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے ہی رسالت کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آگیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی۔ امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شافی بات نہیں لکھ لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

حافظ قرآن ہونا عالم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی بہت معین ہے کیونکہ القرآن بعضہ یفسر بعضاً۔ مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس

قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں مستحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا بر خلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ما جاء في فاتحة الكتاب اور اس باب میں لکھا ہے الدين الجزاء في الخير والشر كما تدین تادات قال مجاهد بالدين بالحساب مدینین محاسبین۔ پس جب طالب علم قال مجاهد بالدين بالحساب پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدين سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً ارایت الذی یکذب بالدين کی طرف منتقل ہو جاتے گا اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورۃ میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے مالک یوم الدين کی تفسیر ہے علیٰ ہذا جب وہ مَدِينَيْنِ محاسبین پر پہنچے گا اور مدینین کو سورۃ فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً لَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينَيْنِ اللہ کی طرف جو کہ سورۃ واقعہ میں ہے منتقل ہو جائے گا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت

شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا کہ جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوسی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرنا چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملائیں ہونا معلوم ہوتا ہے ۔

نبوت ناقابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقتہً عین نبوت ہوتی ہیں نہ جزو نبوت مثلاً علم یا روایات حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نہی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہیے۔

روایات صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو نہی کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ روایات صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول بر حقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملا بست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کے شریک ہوتے ہیں ہوا پانی اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو روایات صالحہ وغیرہ کے

اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور اس کی شرح اور شامین کے وضر کاہ جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی مثنوی مولوی معنوی۔

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار و دقائق قرآنہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرماتے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے۔ اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہ ہو بالالہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف و صوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہونا محتاج دلیل مستقل ہو گا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرما دیے۔

اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی حبیب کیسے مغلوب ہوتے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر ان میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اقویٰ ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہو سکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی اللھم ان تھلک هذا العصابة لم تعبد بعد الیوم۔

اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العیادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبودیت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہو گئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی بیدار نش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا اس لئے آپ اس جہات کو بچا لیجئے علی ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَتَ لَوْ شِئْتُ أَهْلَكْتُم مِّن قَبْلُ وَإِنَّمَا اتَّكَلْتُ لِمَا فَعَلَ السَّفَهَاءُ فَإِنَّهُ هِيَ الْاِفْتِتَاكُ تَضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ۔ یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تمہاری واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود

غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بگو شمت تا سرش پنهان کنم سر بر آرد چوں علم کا نیک منم
غم انغم گیر دم ناگہ دو گوش کاٹے مدغ چوں سہی پوشی پوش
دوسری جگہ کہتے ہیں ہے

اے بروں از وہم و قال و قيل من خاک بر فرق من تمثیل من
بندہ تشیکد ز تصویر خوش ہر زماں گوید کہ جانم مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے من عرف کل لسانہ کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ اس کل میں کمال سے کمال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم انتفاء مطلقاً اس مقام پر یہی جان لینا چاہئے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ من عرف کل لسانہ اور دوسرے یوں کہ من عرف طال لسانہ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ من عرف طال لسانہ ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتدائی میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مثنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا لہجہ ذوق و جوش ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یصل بہ کثیرا و یهدی بہ کثیرا کی شان ہے اس لئے

مولانا فرماتے ہیں ۔

مکتے ہا چوں تیغ پولاد ست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را بنود حیا

مثنوی کا ایک خاص کمال

مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور عن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کبھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہ ہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھتے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مثنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں الہی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مثنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مثنوی الہامی کلام حق ہے مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت و علوصولت و شوکت معانی کی طرح اس میں شوکت و صولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت و عناد و حق پوشی کے ان کو جرات نہ ہو سکی وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حقائق ہیں جو مقامات حمیری کو بلکہ خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس پہ ہودہ دعوے پر جرات

دلائل ہے دیکھو بلغارہ تفریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ الآیات یہ آیت ہے قِيلَ يَا
 اَرْضُ اَبْلَعِيْ مَاءَكَ وَيَا سَمَاءُ اَقْلَعِيْ وَغِيْضُ الْمَاءِ وَقَضَى الْاَمْرُ
 وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۔

صحت و فساد مذاق

مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے صحت و فساد مذاق کے سبب مجھے جس قدر لطف ایک مرتبہ اس آیت میں آیا ہے فَلِذَلِكَ فَادْعُ فَاَسْتَقِمُّ كَمَا اُمِرْتُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعِدِّ بَيْنَكُمْ اللّٰهُ رَبَّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۔ اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آ سکتا ۔

حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے

چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری اور مفصل وجہ نہیں بیان کر تا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط ہے شک ہے مگر شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شے ۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن

دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کیلئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے۔ اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدرک آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بنا پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز ہے یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آگیا لڑکوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامدیں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچے کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارساتھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھا نا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کوڑا کھولو حافظ جی یہ سنکر گھبراتے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کوڑا کھول دینے خاوند کو بلایا ملی جھگڑا تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لودھی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ

خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے بیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کے اور آکر اپنی جگہ لیٹ رہا حافظ جی نے قہر و روش بر جان درویش پھر پینا شروع کیا تھوڑی دیر پینے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا غرض صبح تک حافظ جی سے خوب چکی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرار داد خاوند وہاں سے مل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جاتیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آجاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آکر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوچی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلا اگلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آٹا نہیں رہا ہو گا خیر یہ مضمون تو استطراد سی تھا۔

مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن صوری بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذوق و جوہ ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بنا پر جیوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پرودہ میں چھپا یا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کی نااہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اور شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفسدہ کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے

اشاعت کا بند سونا تو نا ممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل قعر نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفاسد مرتب ہوں دیا جاوے یا ان مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلے صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹے پائے تاکہ ایک حد تک مفاسد کا انسداد ہو جاوے۔

کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی و شرح لکھے وہ فرداً فرداً تو کافی نہیں کیونکہ بعض توفیق کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ وقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حق الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن احباب کے اصرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کا طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آمادگی ہوتی لیکن یہ امید نہ ہوتی کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا اسلئے

خیال ہو کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں اس لئے خیال ہو کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہو گئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح چھڑھوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھا دوں اور پڑھنے والے ضبط کر لیں چنانچہ دفتر ثالث۔ نصف اول دفتر رابع۔ ربع اول دفتر خامس کی شرح شروع تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہو گئی۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوتی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع ربع ثانی وثالث و رابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوتی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوتے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہو گئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف و اہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو جو کہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہو گئی آج وہ بھی اتفاقاً آگئے اور احباب غیر متوقع بھی آگئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا گو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا ہے۔

چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہارِ شکر کی ضرورت

مگر میں اس پر ناز نہ ہونا چاہتے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں مَا آصَابَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَلَا تَكْفُرْ۔ یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیتے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ لَكُنْ شَاكِرًا لِمَا كُنْتَ تَزِدُّ بِالذِّمَىٰ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

شارحینِ مثنوی کی شکر گزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ اس لئے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سنو ایک تو ان کی شکر گزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ کہ میں اُن کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز

کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز
 کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ
 بھی میرے لئے من وجہ جز وہی کی مثل میں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے
 اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز
 کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان بعدی نبی لکان
 عمراً اور یہ نہیں فرمایا لکان ابو بکر اس کی وجہ استاد سی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان
 فرمائی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ جو بہ شدت تعلق برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ملحق برسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو
 حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جدا گانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر
 اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ بھی ہے کہ (یہ ہنسکر فرمایا) کہ مولوی حبیب احمد
 نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات
 بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ
 کبھی فعل مودی ہوتا ہے معنی کی اور کبھی ترک ۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مثنوی کے لقب سے نوازا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں
 برگ سبزست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھتے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر
 لکھا ہوا ہے ۔

گشتہ مفتاح باب مثنوی اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر شکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا
 جا سکتا ہے ۔

صرت مفتاح باب المثنوی یا حبیب المولوی المعنوی

میں نے اس پر ۳۳۳۳۴۴۴۴ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المثنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں (اس کے بعد اتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نا اہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اڑھا دی حبیب احمد) میں شاجین کو حق سبحانہ کا ارشاد مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ۔ پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بندہ کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔

وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں۔ اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے میں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں انشا اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہو گا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ ہم بشارت کے قابل نہیں۔ ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشا اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

کلید مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی ہے جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ

مروجہ میں بہت فرق ہے اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہمساری
 مٹھائی باتیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور
 سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے
 ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی
 اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا اس کا ثواب فلانے کو
 پہنچے اور اس کا فلانے کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بیت
 کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو
 دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ
 جو غیر مستحقین کو دیدیا گیا یا خود کھالیا گیا اس کا ثواب تو کیوں ہی پہنچے گا رہا
 وہ جو مستحقین کو دیدیا گیا ہے اس میں اگر غلوں نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ انکے ایصال
 ثواب میں یاریا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پاپندی رسم و تقلید آباء تو وہ یوں اکارت
 گیا اب بتلاتے مردوں کو کیا پہنچا بر خلاف اہل حق کے کہ جبر وہ ایصال ثواب
 کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو
 پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مافی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو
 کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیش کا ر غرض کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص
 نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھے اگر کسی کو ہمارے
 مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے
 سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود
 بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقرب خداوندی میں اضافہ
 ہوگا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے
 تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہوگا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور
 دوست کا دوست دوست ہوتا ہے ۔

آیت متلوہ کی عجیب و غریب تفسیر

اب میں آیت متلوہ

کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت و قہر غلبہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جود و کرم کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لاتے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لاتے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک ۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک ۔

پس جملہ اولیٰ میں ما یفتح اللہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں ما یمسک فرمانا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بنا پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گویہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جود دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے ما یفتح اللہ میں اشارہ ہو گا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بیدریخ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک

کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی مسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غالق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ غلق خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کہ مگر یہ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اس کا اجراء ہو جاتا ہے۔

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا غَالِقَ لَهَا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرتِ جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غالق کے لئے نفی مسک لازم نہیں اور ما یرسل اللہ للناس من رحمة فلا ممسك لہا اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور ما یرسل اللہ للناس من رحمة فلا غالق اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور ما یخلق فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے

ما یخلق فلا مرسل لہ اس واسطے نہیں نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور ما یمسك فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بیدار یغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بند کرنے والا تو دور کنارہ روکنے والا

بھی نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال و مواجید اور ذوق شوق میں کمی آجاوے یا وہ بند ہو جاویں تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ و استغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں ۔

حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں وهو العزيز الحكيم فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوتے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ ہر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ

یہ ہیں ۔

چارہ میجوید پئے من درد تو می شنودم دوش آہ سرد تو
می توانم ہم کہ بے این انتظار رہ نمایم داد ہم راہ گزار
تا ازین طوفاں دوراں واری بر سر گنج وصالم پا نہی ۔
لیک شیرینی و لذات مقرر ہست بر اندازہ رنج سفر
انگہ از فرزند و خویشاں برخوی کز غریبی رنج محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے، اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے رستہ دے دوں تاکہ تم گردش کے طوفان سے نجات پا جاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریح اور رابعہ کو اشارہ تسلیم کیا، لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گہر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھاتی ہو اور تم کو اپنے پال بچوں اور عزیز و اقارب سے ملکر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا

پئے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناطر حسن کی بارات میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا (پہلے تو میں بارات میں شریک ہو جاتا تھا اب شریک ہونا چھوڑ دیا ہے) بارات دیر میں رخصت ہوتی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آتی لوگ اپنی اپنی گاڑیاں اڑا

